

سیدنا امام حسین ؑ کے مناقب پر مشتمل مجموعہ کلام

# جگر گوشہ بنوں

انتخاب مناقب

تحقیق و ترتیب

محمد عارف جاوید نقشبندی





سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب پر مشتمل مجموعہء کلام

# جگر گوشہ بتول

اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب

تحقیق و ترتیب

محمد عارف جاوید نقشبندی

الحمد مارکیٹ، 40- اردو بازار، لاہور۔  
 فون: 37352332، 37232336، فیکس: 37223584  
 www.ilmolrfanpublishers.com  
 E-mail: ilmolrfanpublishers@hotmail.com

علم و فن پبلشرز



## جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیر

جگر گوشہ بتول	_____	نام کتاب
محمد عارف جاوید نقشبندی	_____	مرتب
حافظ محمد مختار علی	_____	معاون
صاحبزادہ محمد نجم الامین فاروقی	_____	پروف ریڈنگ
التاج لائبریری و ایڈاٹاؤن گوجرانوالہ	_____	کمپوزنگ
القمر ایڈورٹائزر گوجرانوالہ	_____	ڈیزائننگ
علم و فن پبلشرز	_____	اہتمام
1100	_____	تعداد
300/- روپے	_____	قیمت

ملنے کا پتہ

التاج لائبریری جامع مسجد سرکار مدینہ B-1 و ایڈاٹاؤن گوجرانوالہ

0300-7440640, 0333-4625184



## انتساب

اپنی یہ کاوش بصد عجز و نیاز، محبوب محبوب خدا، شہزادہ گلگوں قبا، راکب دوش مصطفیٰ

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

اور شہدائے کرب و بلا کی بارگاہ میں بصد عجز و نیاز پیش کرتا ہوں

یہ انتساب ہے سرمایہ ثبات مرا  
کہ خود کو آل نبی کا غلام کہتا ہوں

## نثر

جامع مسجد سرکار مدینہ کے فارغ التحصیل حافظ قرآن

حافظ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جو گذشتہ سال دس محرم کے دن ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے  
اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کے پیاروں کے صدقے ان کی بخشش فرمائے

آمین بجاہ النبی الامین



### قطعہ تاریخ اشاعت جگر گوشہ بتول

ہیں عارف جاوید اک مرد سعید  
میدان علم و ذوق کے فرد وحید

کی ہے مرتب خوب یہ نادر کتاب  
اہل عقیدت کے لئے ہوگی مفید

مدیح امام پاک پر ہے مشتمل  
الفت ہے جن کی کامرانی کی کلید

ان کی رگوں میں تھا رواں خون بتول  
مضبوط تھی ان کی خودی مثلِ حدید

وہ محسنِ اسلام، امامِ عاشقان  
پائی حیاتِ جاوداں ہو کر شہید

خلدِ بریں میں جائے گا ان کا محبت  
ایندھن بنے گا نار کا ان کا عنید

خدمت میں ان کی یہ محبت کا خراج  
ہے خوب، ارفع، بہترین، یکتا، مجید

فیض الایمن کو دی خود نے یوں صدا  
سال رسا اس کا کہو ”ذکر رشید“  
۱۴۳۲ء

صاحبزادہ فیض الایمن فاروقی



اوصاف علی بگفتگو ممکن نیست  
 گنجائش بحر در سبزو ممکن نیست  
 من ذات را بواجبی کے دائم  
 الا دائم کہ مثل او ممکن نیست

شاہ است حسین پادشاہ است حسین  
 دین است حسین ، دین پناہ است حسین  
 سر داد ، نہ داد دست در دست یزید  
 حق کہ بنائے لالہ است حسین

اے باج نبی بر سر تو تاج نبی  
 اے داد شہنشاہ تیغ تو باج نبی  
 اے کہ معراج تو بالا شد  
 یک قامت احمدی ز معراج نبی

کارے کہ حسین اختیارے کردی  
 در گلشن مصطفیٰ بہارے کردی  
 از پیچ پیمبراں نیابد این کار  
 واللہ کہ اے حسین کارے کردی



سرو آزادے ز بتان رسول  
 معنی ذبح عظیم آید پسر  
 دوش ختم المرسلین نعم الجمل  
 شوخی این مصرع از مضمون او  
 این دو قوت از حیات آید پدید  
 باطل آخر داغ حسرت میری است  
 چون سحاب قبلہ باراں در قدم  
 موج خون او چمن ایجاد کرد  
 پس بنائے لایالہ گردیدہ است  
 پاندار و تند سیر و کامگار  
 مقصد او حفظ آئین است و بس  
 ملت خوابیدہ را بیدار کرد  
 سطر عنوان نجات ما نوشت  
 ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم  
 سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت  
 تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز

آں امام عاشقاں پور بتول  
 اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر  
 بہر آں شہزادہ خیر الملل  
 سرخ رو عشقِ غیور از خون او  
 موسیٰ و فرعون ، شبیر و یزید  
 زندہ حق از قوتِ شبیری است  
 خاست آں بر جلوہ خیرالامم  
 تا قیامت قطع استبداد کرد  
 بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است  
 عزم او چوں کوهساراں استوار  
 تیغ بہر عزتِ دین است و بس  
 خون او تفسیرِ این اسرار کرد  
 نقش الا اللہ بر صحرا نوشت  
 رمز قرآن از حسین آموختیم  
 شوکتِ شام و فرّ بغداد رفت  
 تارِ ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز

اے صبا اے پیکِ دور افتادگان

اشکِ ما بر خاکِ پاکِ او رساں

علامہ محمد اقبال



لایا مہندی خون اجل دی اے

ایہہ مہندی روز ازل دی اے

ایہہ مہندی فاطمہ سین دی اے

ایہہ ہوراں نال نہ رلدی اے

نبی ، علی دا ڈر یگانہ

نانا پاک دا پہن کے بانا

جمنش ہوئی زمین اسماناں

لایا مہندی خون اجل دی اے

آکھے نبی ، علی تے فاطمہ زہرا

سانوں سبک تیری پل پل دی اے

شاہ تیری مہندی دا پتر ساوا

ایویں لکھی ہوئی ازل دی اے

شاہ تینڈی مہندی دا پتر پیلا

تینوں پئی مصیبت کر بل دی اے

شاہ تینڈی مہندی دا رنگ دلارا

ساری خلقت تلیاں تل دی اے

خون پاک شہید حسین دی اے

لایا مہندی خون اجل دی اے

فاطمہ مائی دا مال خزانہ

طرف مقتل دے تھیا روانہ

نالے عرش عظیم پئی ہلدی اے

فرزند حسین تو ویہلا آ

لایا مہندی خون اجل دی اے

کوفیاں رل مل کینا دھاوا

لایا مہندی خون اجل دی اے

سوچیوئی رب ٹوں خویش قبیلہ

لایا مہندی خون اجل دی اے

روندا تینوں عالم سارا

لایا مہندی خون اجل دی اے





اُمتِ نُوں ہے تیرا بُوہا  
 لایا مہندی خون اجل دی اے  
 وَیَطْرُکُمُ الْوَالِیَ لَآگِ دِی اے  
 لایا مہندی خون اجل دی اے  
 جہاں تے مینہ تیراں دے برن  
 لایا مہندی خون اجل دی اے  
 رتبہ شہیدی تینوں دوانٹراں  
 لایا مہندی خون اجل دی اے  
 اوہ سوہنی صورتِ فاطمہ جانی  
 لایا مہندی خون اجل دی اے  
 دائم قائم ذاتِ خدا دی

شاہ تینڈی مہندی دا رنگ سُوہا  
 ساری اُمتِ جلدی بلدی اے  
 ایہہ مہندی سوہنے باگ دی اے  
 تاہیں ہوراں نال نہ رلدی اے  
 ادھر پاک معصوم پیاسے ترن  
 ادھر تیغِ حسین تے چلدی اے  
 رب نُوں آہا ایہو بھانٹراں  
 نہیں تاں تھوڑا تھے کبھڑی گل دی اے  
 سبحان اللہ تیرے رنگِ الہی  
 آج خاک وچ پئی رلدی اے  
 مہر علی شاہ ! ایہہ جھوک فنا دی

تیری وسدی بھی پل جھل دی اے  
 لایا مہندی خون اجل دی اے



صفحہ	شاعر	کلام	نمبر شمار
25	علامہ رب نواز خاں اجمیری	شعلہ رقصاں	ا
27	محمد عارف جاوید نقشبندی	دیباچہ	ب
39	محمد اسلام شاہ	آپ ہیں، ہم ہیں، زمانہ ہے شاخوان حسین	1
40	نثار علی اجاگر	آج تک ساحلوں پر سر ہے پختا پانی	2
41	صائم چشتی	آ، غم شبیر آ! سینے لگا کر چوم لوں	3
42	سید وحید الحسن ہاشمی	آ کے دشت شاہ پر مخصوص جاہ کر لیا	4
43		آل احمد کی عظمت پہ لاکھوں سلام	5
44	ادیب رائے پوری	آیا نہ ہوگا اس طرح حسن و شباب ریت پر	6
45	حافظ چشتی تونسوی	ابن حیدر دین کی پشت و پناہ	7
46	سید وحید الحسن ہاشمی	ابھی نشانہ غمہائے بے سبب ہے حسین	8
47	حافظ مظہر الدین	اٹھا نگاہ میں اک عزم بے پناہ لئے	9
48	ابوظفر صہبا	اس شخص کی کونین میں تو قیر بہت ہے	10
49	مظفر وارثی	اس قدر تیری حرارت مرے ایمان میں آئے	11
50	حسن عسکری	اسی کا ذکر جمیل کرنا، اسی کے رخ کی کتاب پڑھنا	12
51	شفیق احمد خان	اک درد دل و جان کو زنجیر کرے ہے	13
52	سید وحید الحسن ہاشمی	اگر یہ علم نہیں، غم ہے کیا، خوشی کیا ہے	14
53	خلیل آتش	السلام ابن علی، اے سیدہ زہرا کے لال	15
54	ماہر القادری	السلام اے صداقت کے پیغامبر	16
55	واصف علی واصف	السلام اے نور اول کے نشاں	17
56	عابد رضوی	اللہ رے اونج بخت بیابان کر بلا	18



57	پیر سید نصیر الدین نصیر	اللہ اہل بیت پیغمبر کے ساتھ ہے	19
59	قمریزدانی	امام اہل طریقت حسین ابن علی	20
60	حسرت موہانی	امام برحق اہل رضا! سلام علیک	21
61	ایاز احمد	اونچے لقب ہیں جن کے اور اونچے خطاب ہیں	22
62	تاشیر نقوی	اہل بیت مصطفیٰ سے جب محبت ہوگی	23
63	علی یاسر	اے ابن علی، سبط نبی، عظمت پیہم	24
65	پروفیسر محی الدین خلوت	اے امام عاشقاں! اے سید عالی تبار	25
66	شکیل جاذب	اے بادشاہ دین وفا! سیدی سلام	26
67	میر تقی میر	اے بدخشان نبی کے لعل احمر! السلام	27
68	ناصر زیدی	اے حسین ابن علی! اے حریت کے تاجدار	28
69	مولانا نسیم بستوی	اے حسین ابن علی نور نگاہ مصطفیٰ	29
71	صادق جمیل	اے دشتِ کربلا تری کھدر زمین پر	30
72	پیر سید خضر حسین چشتی	اے زمین کربلا تیری فضاؤں کو سلام	31
73	مولانا ظفر علی خان	اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول	32
74	میر انیس	ایک قطرے کو جو دووں بسط تو قلم کر دوں	33
76	پیر سید غلام معین الحق گیلانی	ایمان کی ہے جان محبت حسین کی	34
77	پروفیسر محمد اکرم رضا	ایمان و آگہی کا یہ روشن اصول ہے	35
78	مولانا حسن رضا خان بریلوی	باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت	36
79	ساغر جعفری	بڑا وقار بڑا احترام ہے تیرا	37
80	منور بدایونی	بڑھے جو کر کے وہ سوائے شہانام سلام	38
81	سید علی متعال اشعر	بسا طنور، بچھاتے ہیں کربلا والے	39
82	سید وحید الحسن ہاشمی	بس ایک رجز کہ معیار حق نظر میں نہیں	40



83	انور فیروز پوری	بلند شان، فلک مرتبہ امام حسین	41
84	ساغر جعفری	بنیادِ قصرِ دیں ہے محبت حسین کی	42
85	مولانا حسن رضا خان بریلوی	بہاروں پر ہیں آج آرائشیں گلزارِ جنت کی	43
87	علی یاسر	بیان کون کرے منصب و مقام حسین	44
88	صوفی غلام مصطفیٰ تبسم	بے نوا تھی زندگی، ذوق نوا دے کر گیا	45
89	علامہ محمد عبدالصبور بیگ منشور	پادشاہِ دین و ایمان تاجدارِ کربلا	46
90	بشیر حسین ناظم	پارہ و لختِ دل سیددارین، حسین	47
91	ریاض ندیم نیازی	پہچان لی ہے جس نے بھی عظمت حسین کی	48
92	حکیم سرو سہار پوری	پور بتول بھی حسین، ابنِ امام بھی حسین	49
93	اثر صہبائی	پوشیدہ شہادت میں حیاتِ ابدی ہے	50
94	علی اکبر عباس	پوری امت کے لئے ہے جو بشارت کی مثال	51
95	ایاز احمد	پیارے نبی کی بات کا اقرار چاہئے	52
96		پیاس کی ہمت ٹوٹ چکی ہے اور پیاسا باقی ہے	53
97	حافظ محمد مظہر الدین	پیام دیتی ہے اب بھی یہ کربلا کی زمیں	54
98	اعزاز احمد آذر	تاریخِ مثال ایسی کوئی ڈھونڈ کے لائے	55
99	مولانا صابر براری	تختِ عرش ہی مکمل جہاں میں بن کر امام آئے	56
100	طاہر شادانی	تحمہ پر سلام، تیری وفا پر سلام ہو	57
101	پیر سید نصیر الدین نصیر	تذکرہ سنیے اب ان کا دل بیدار کے ساتھ	58
103	ارشاد محمود ارشد	تذکرہ کوئی کرے جس میں تمہارا کربلا	59
104	عزیز حاصل پوری	ترے عزم و وفا پر استقامت ناز کرتی ہے	60
105	مولانا ظفر علی خان	ترپائی ہے پھر یاد امام الشہد ام کی	61
106	پیر سید نصیر الدین نصیر	ترپ اتھتا ہے دل، لفظوں میں دہرائی نہیں جاتی	62



107	صاحبزادہ فیض الامین فاروقی	تسکینِ جان فاتحِ خیبر حسین ہے	63
108	ثاقب علوی	تشنگانِ حق پہ یوں احساں کیا شبیر نے	64
109		تمہارے سجدے کو کعبہ سلام کہتا ہے	65
110	منظف وارثی	توحید پر محیط ہے، قربانی حسین	66
111	ناز حسین ناز	تو سازِ زندگی کی صدا ہے، تجھے سلام	67
112	حنیف ساجد	تو لباسِ خوں پہن کر، یوں صفائی دے گیا	68
113	انور مسعود	تیری نسبت سے بہت روشن ہے تاریخِ بشر	69
115	شورش کاشمیری	ٹل نہیں سکتا کسی حالت میں فرمانِ حسین	70
116	رخشندہ نوید	ٹائے ذکر محمد ﷺ کا بابِ زندہ رہا	71
117	واجد امیر	جانم، نہیں جو شام کا لشکر ہمارے ساتھ	72
118	صائم چشتی	جانِ بتول، قوتِ حیدر حسین ہیں	73
119	صائم چشتی	جانِ رسول و قوتِ خیبر شکن حسین	74
120	احسان دانش	جب آکے رکاشام کا لشکر لبِ دریا	75
121	محسن نقوی	جب بڑھا سوائے گریبانِ بشر ظلم کا ہات	76
122	عطاء الحق قاسمی	جب بھی شام کو سورج ڈوبنے لگتا ہے	77
123	ڈاکٹر ارشد محمود ناشار	جبینِ وقت پہ نقشِ بقا نشانِ حسین	78
124	منظف وارثی	جرات، فصیلِ صبر گرانے کو چاہئے	79
125	شاعر علی شاعر	جس کے بھی دل میں ہوگی محبت حسین کی	80
126	سید ناصر حسین ناصر چشتی	جس کا دشتِ بلا میں ڈیرا ہے	81
127	پیر سید نصیر الدین نصیر	جس کی جرات پر جہانِ رنگ و بو سجدے میں ہے	82
129		جس کے خوں سے چہرہ ایامِ لالہ قام ہے	83
130		جس نے نانا کا وعدہ وفا کر دیا	84



131	احمد ندیم قاسمی	جسے صرف حق ہی قبول ہو، یہی جس کا اصل اصول ہو	85
132	امجد اسلام امجد	چلتے تھے ہونٹ پیاس سے، دریا تھا سامنے	86
134	حافظ محمد مظہر الدین	جلو میں رہ عشق کے چند راہی، زرہ کی جگہ جن کا لبوس سادہ	87
135	کوثر الہ آبادی	جلوہ جنت ہے عقل و ذہن چکانے کا نام	88
136	علامہ محمد عبدالصبور بیگ منشور	جنت کی ہے نوید رفاقت حسین کی	89
137	مظفر وارثی	جہاں بھی حق پر چلے گا خنجر، تراہو بولتا رہے گا	90
138	اعظم چشتی	جہاں عشق و محبت ہے آستان حسین	91
139	شمینہ گل	جھکا یا ہے زمانے کو شجاعت ہو تو ایسی ہو	92
140	رفعت سلطان	جو تشنہ لب رہا لب دریا وہ کون تھا؟	93
141	احمد ندیم قاسمی	جو خالق گلشن تھے وہی دقت خزاں تھے	94
142	جوش ملیح آبادی	جو دکھتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین	95
144	صائم چشتی	جو رستم کی ابتری کا نام ہے حسین	96
145	پروفیسر ڈاکٹر رؤف امیر	جو کٹ کے سر بلند ہے، وہی سر نیاز ہے، حسین سرفراز ہے	97
146	سید وحید الحسن ہاشمی	جو گل ہوا تھا کبھی حق کے راستے کا چراغ	98
147	سید افتخار حیدر	چاند گردوں پہ محرم کا نمودار ہوا	99
148	کوثر حجازی	چراغ خانہ دل میں جلا دیئے تو نے	100
149	حفیظ تائب	چہ چاہے جہاں میں تری تسلیم درضا کا	101
150	خالد بزنی	چشم خرد سے دیکھے گر شوق دید ہے	102
151	نواز دانش	چشم رسول پاک کا تارا حسین ہے	103
152	علی یاسر	حاصل رہے گی ان کو قربت حسین کی	104
153	پروفیسر محمد حسین آسی	حسین ازل کا جلوہ ہے چہرہ حسین کا	105
154	پیر سید نصیر الدین نصیر	حسن تخلیق کا شہکار، حسین ابن علی	106



155	حافظ محمد حسین	حسین ابن علی تجھ پر شہادت ناز کرتی ہے	107
156	پروفیسر فیض رسول فیضان	حسین ابن علی نے کیا حسین منظر دکھایا ہے	108
157	شاہ انصار الہ آبادی	حسین اسم گرامی ہے، حسن فطرت کا	109
158	توصیف تبسم	حسین بحر سخا ہے عطا کے رستے میں	110
159	اقبال ارشد	حسین تو کہ میرا آسمان ہستی ہے	111
161	سجاد بلوچ	حسین درس بقا رہے گا، حسین درس بقا رہا ہے	112
162	ناصر زیدی	حسین راکب دوش رسول، فخر بتول	113
163	پیر سید نصیر الدین نصیر	حسین، زبدہ نسل رسول، ابن رسول	114
165	زگمبش شیخ	حسین قوت حیدر، حسین جان بتول	115
166	ضیاء نیر	حسین کرب و بلا کے مسافروں کا امیر	116
167	مشکور حسین یاد	حسین! کیوں نہ کہیں تجھ کو آفتاب رسول	117
168	محسن نقوی	حسین مصحف ناطق، خطیب نوک سناں	118
169	شوکت رضا شوکت	حسین نے وہ سجایا جہان مٹی کا	119
170	صاحبزادہ محمد نجم الامین فاروقی	خاندان نبی شاعر ہوا	120
171	پروفیسر فرخ حسن راجہ	خدا شناسوں کو دیں روشنی قتل حسین	121
172	ار جلیلی	خدا شناسی و خود آگہی حسین سے ہے	122
173	ہوش عابدی	خدا کے دین پر جب لمحہ خوف گزند آیا	123
174	شمس بریلوی	خدا کی راہ میں شبیر سرکنا کے چلے	124
175	شورش کاشمیری	خدائے ذوالجلال کی رضا سے ہے بندھا ہوا	125
176	سید راحت حسین راحت	خلق کا رہنما حسین، دین کا پیشوا حسین	126
177	سید راحت حسین راحت	خلوص کی روشنائی لے کر بہ دیدہ تر حسین لکھنا	127
178	سید ضمیر جعفری	خون سرد سے رنگیں قبا، کربلا	128



179	پروفیسر جلیل عالی	دام دنیا نہ کوئی بیچ گماں لایا ہے	129
180	نائب علوی	درد و الم کی داستاں، صبر و رضا کی داستاں	130
181	ہوش عابدی	درک تھا کس کو خداوند اتری تقریر کا	131
182	ماہر القادری	درد و تجھ پہ ہو، گل کر کے اپنے گھر کے چراغ	132
183	کامران قمر	دس محرم ہے اور ہم ہیں، حسین	133
184	زاہد بخاری	دشت سے انھی جو خوشبو، چار سو پھرتی رہی	134
185	جنید آزر	دشتِ غربت میں لہور و تاستار دیکھے	135
186	منظر بھوپالوی	دشت کو لہودے کر کیا سے کیا بنا ڈالا	136
187	فیض احمد فیض	دشت میں سوختہ سامانوں پہ رات آئی ہے	137
188	عثمان قیصر	دشمن دیں کے مقابل نعرہ تکبیر ہے	138
189	ساجد رضوی	دل شکستہ و خوش کام سے وہ کام لیا	139
190	افتخار عارف	دلیل بیعتِ فاسق روارکھی گئی تھی	140
197	شاہد ماکلی	دنیا کے سامنے لب و لہجہ ہی اور ہے	141
192	مولانا محمد علی جوہر	دور حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد	142
193	پروفیسر فیض رسول فیضان	دہر میں جتنی ضیا ہے اے شہید کربلا	143
195	پروفیسر محمد احمد شاد	دین احمد کے فلک کے چاند تارے ہیں حسین	144
196	اعجاز احمد اعجاز	دین حق سجدے میں ہے اور جستجو سجدے میں ہے	145
197	محمد علی صابری	دینِ متین کو کر کے امر، خاک کربلا	146
198	ناصر زیدی	ذکر جو روز و شب حسین کا ہے	147
199	سید ریاض الدین سہروردی	راہِ خدا میں شوق سے سر کو کٹا گئے حسین	148
200	عزیز الدین خاکی	راہِ وفا میں سر کو کٹایا حسین نے	149
201	ضیاء نیر	ریخ حیات لہو سے اجالنے والا	150





202	شاہدہ حسن	رکھا اس شان سے کس نے سیر تسلیم سجدے میں	151
203	مانوس ناطقی	رگ رگ میں ہے بسی ہوئی الفت حسین کی	152
204	میر انیس	رنج دنیا سے کبھی چشم اپنی نم رکھتے نہیں	153
205	سعید عاصم	رداں سلام سے جب تک قلم نہیں ہوتا	154
206	اعجاز رحمانی	روشن انہی کے نور سے اکثر چراغ ہیں	155
207	طاہر ناصر علی	روح و صداقت پر رواں ہیں کربلا والے	156
208	سید ضمیر جعفری	زخم سے کھلتا ہے جو، وہ گلبدن ہے کربلا	157
209	شورش کاشمیری	زندہ جاوید ہے لخت دل زہرا کا نام	158
210	پروفیسر محمد حسین آسی	زیب عرش فنا، امام حسین	159
211	علی یاسر	سب اہل درد، سبھی خاص و عام پیش کریں	160
212	ادب سیمابی	سبط رسول، لخت دل مرتضیٰ سلام	161
213	معراج فیض آبادی	سختی حالات ہے، ہم ہیں، فراز دار ہے	162
214	حافظ محمد حسین	سخی شبیر، سبط مصطفیٰ تھا، ابن حیدر تھا	163
215	ادب سیمابی	سراپا شمع حقیقت، حسین ابن علی	164
216		سر بلندی کی روایت سر کٹانے سے چلی	165
217	صائم چشتی	سردے کے تونے رکھ لیا دیں کا بھرم حسین	166
218	جشن (ر) محمد الیاس	سر کربلا میں اپنا کٹایا حسین نے	167
219	سید شریف الدین نیر	سر کو شبیر نے کٹوایا عبادت کرتے	168
220	حافظ ظہور الحق ظہور	سرمایہ حیات ہے الفت حسین کی	169
221	نجیب احمد	سرنیزہ جو روشن ہو گیا ہے	170
222	شمیم ہمت نگری	سلام اس پر کہ جو نیزوں کی جھنکاروں سے کھیلا تھا	171
223	افسر بہزاد	سلام اس پر لقب جس نے شہید کربلا پایا	172



224	شکیل بدایونی	سلام ان پر، شہید کر بلا کہتے ہیں سب جن کو	173
225	عبدالمجید چٹھہ	سلام ان کے نام پر، نبی کے نور عین ہیں	174
226	بیدم وارثی	سلام اے ساقی مستان، سلام اے پیرِ میخانہ	175
227	صائم چشتی	سلام اے فاطمہ کے چاند! جانِ فاتحِ خیبر	176
228	مطلوب حسن مطلوب	سلطانِ دو جہاں کا تھا نورِ نظرِ حسین	177
229	سید ناصر حسین ناصر چشتی	سلطانِ سلاطین، حسین ابنِ علی ہے	178
230	سید ناصر حسین ناصر چشتی	سلطانِ کربلا کو ہمارا سلام ہو	179
231	انور مسعود	سوارِ دوشِ محمد کا رتبہ عالی	180
233	شفیق آصف	سوچ کے پہلو میں دشتِ کربلا جب آ گیا	181
234	سید وحید الحسن ہاشمی	سوزِ الفت بھی ہے اشکوں کی فراوانی بھی	182
235	حافظ محمد حسین	سید نے کربلا میں وعدے نبھادیئے ہیں	183
236	منظف وارثی	سینکڑوں سال ہوئے جب نہ ملا تھا پانی	184
237	سعد اللہ شاہ	سینے میں عشق رکھو خدا را حسین کا	185
238	عبدالحق تبسم قادری	شاہ نے مسکن بنایا کربلا کی خاک پر	186
239	ہاشم ضیائی	شبِ اسرا اور رحمت کے بادل چھائے جاتے ہیں	187
240	حافظ سید ظہور علی شاہ	شہیر پہ جو آنکھ کبھی تر نہیں ہوتی	188
241	حفیظ تائب	شہیر نامدار پہ لاکھوں سلام ہوں	189
242	انتخار عارف	شرف کے شہر میں ہر بام و در حسین کا ہے	190
243	سید بشیر محمد ترمذی	شرف ہو عشق کو جس سے وہ ہے مقام حسین	191
244	پروفیسر محمد حسین آسی	شیخِ حریمِ حرم، کون؟ ہمارا حسین	192
245	مرزا محمد رفیع سودا	شہا! ہمیشہ ترے بندگانِ عالی کے	193
246	حافظ محمد مظہر الدین	شہیدِ کرب و بلا کیا مقام تیرا ہے	194



2247	نثار علی اجاگر	شہید مر نہیں سکتا حسین زندہ ہے	195
248	محسن نقوی	صبا کا سینہ بنے سفینہ، ذرا طبیعت رواں دواں ہو	196
249	نور محمد ہدم	صبح ازل سے کر بلا نازش دو جہاں کہو	197
250	حکیم عبدالکریم شمر	صبح یثرب سر بسر تنویر ایوان حسین	198
251	ڈاکٹر صفحی صدف	صبر و استقلال کی روشن سحر ہے کر بلا	199
252	جمال احمد جمال	صبر و رضا سراپا، دم امتحاں حسین	200
253	ڈاکٹر صفحی صدف	صد بار اس کی سیرت و گفتار پر سلام	201
254	سید منظور الکوینین	ظلمتوں پر لپک پڑا تنہا	202
255	پروفیسر محمد حسین آسی	عاشقانِ خالقِ اکبر کا ہے افسر حسین	203
256	راجہ رشید محمود میانوی	عاشور کی ہے شب، شبِ غربت حسین کی	204
257	حفیظ تائب	عزم و استقلال کا پیکر حسین ابن علی	205
258	خادم کبھلی	عظمتِ کردار سے تشریح قرآن ہیں حسین	206
259	اقبال ندیم	عظمتوں کی دھرتی پر، بے نشان پانی کی	207
260	راشد رؤف عطاری	عکسِ جمالِ یار ہے صورت حسین کی	208
261	طارق سلطان پوری	عکسِ نبی ہے صورت و سیرت حسین کی	209
262	سید محمد صابر حسین چشتی صابری	علی کا لعل زہرا کا پسر کر بل کو جاتا ہے	210
263	اعظم چشتی	علی کے عشق کا بیمار بیمار محمد ہے	211
264	صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ	غازہ روئے صداقت ہے شہادت تیری	212
265	سلطان محمود	غمِ آلِ نبی نے کر دیا ہر غم سے دور آخر	213
266	کوثر حجازی	غمِ حسین کا سینے میں داغ لیتا جا	214
267	ماہر القادری	غمِ شبیر میں آنکھوں میں آنسو آئے جاتے ہیں	215
268	نصیر ترابی	غمِ شبیر وہ غم ہے کہ چھپائے نہ بنے	216



269	قتیل شفائی	غم کے صحراؤں میں گھنگھور گھٹاسا بھی تھا	217
270	عارف قادری	فاطمہ کی آنکھ کے تارے حسین	218
271	اعظم چشتی	فخر عالم، شہ زمین وزماں	219
272	ضیاء نیر	فرات، کرب و بلا کا ہے راز دار اب بھی	220
273	اختر عثمان	فراز نیزہ، لب تشنہ کام اور وہ کلام	221
274	مہندر سنگھ بیدی سحر	فطرت آدم کو کر دیتی ہے قربانی بلند	222
275	صوفی غلام مصطفیٰ تبسم	فلک نے جھک کے کیا جن کی خاک پا کو سلام	223
276	مقبول زیدی	فتا کے دشت میں راہ بقا حسین سے ہے	224
277	حافظ غلام رسول ساقی	قافلہ کربلا کے جاں نثاروں کو سلام	225
278	کامران باسر	قتل گاہ شاہ میں کیسی اداسی چھا گئی	226
279	جواز جعفری	قدم تو میرے ہیں، رستہ مگر حسین کا ہے	227
280	صائم چشتی	قرآن کی توہین کو شبیر نہ مانے	228
281	پرویز محبت فضلی	قطرہ اشک مودت ہے سمندر کی طرح	229
282	راؤ وحید اسد	کب رائیگاں گئی ہے یہ محنت حسین کی	230
283	ریاض قمر	کبھی تجھے کبھی دشت بلا کو دیکھا ہے	231
284	پروفیسر محمد ریاض احمد شیخ	کتاب زیست کارنگین باب، کرب و بلا	232
285	مولانا ضیاء القادری	کتی نورانی حسین تصویر ہے شبیر کی	233
286	سید ضمیر جعفری	کربلا! تقدیس انسانی پہ مرجانے کا نام	234
288	سہیل شاہ	کربلا زندہ ہے جینے کی لگن زندہ ہے	235
289	مولانا محمد الیاس عطار قادری	کربلا کے جاں نثاروں کو سلام	236
290	افتخار عارف	کربلا کی خاک پر کیا آدمی سجدے میں ہے	237
291	ناصر علی	کربلا معراج انساں، کربلا معیار ہے	238
292	انجم خلیق	کربلا میں جب چراغ کربلا روشن ہوا	239



293	کوثر الہ آبادی	کربلا میں سردیا شبیر نے	240
294	صائم چشتی	کربلا میں لٹنے والے تاجداروں کو سلام	241
295	اعجاز فیروز	کربلا میں ہیں نشانِ رفتگاں دیکھو ذرا	242
296	انجم خلیق	کرم کے نظامِ شمر، تہ و بالا حسین نے	243
297	حسن عباسی	کرم کے بادل برس رہے ہیں دوام اس پر، سلام اس پر	244
298		کروں میں کیوں نہ ادب سے تجھے سلام، حسین	245
299	مرزا دبیر	کس کی زباں سے پیاس نے پائی ہے آبرو؟	246
300	مولانا محمد خلیل کچھوچھوی	کسی نے جا کے گلچیں سے یہ پوچھا، روزِ عاشورا	247
301	شورش کاشمیری	کون ناموس رسالت کا نگہباں ہو گیا	248
302	اعظم چشتی	کوئی بتائے، کوئی کہیں ہے حسین سا؟	249
303	نقاش کاظمی	کوئی چراغِ تنخیل نہ میری راہ میں رکھ	250
304	پیر سید نصیر الدین نصیر	کوئی شبیر سا خالق کا پرستار نہیں	251
306		کہاں سے لاؤں میں ایسی زباں امام حسین	252
307	عابدہ تقی	کھول دے عقدے نئے ہو کر پرانی، دیکھئے	253
308	سید وحید الحسن ہاشمی	کہو نہ، حاجتِ ذکرِ شہِ ہدی کیا ہے	254
309	عزیز حاصل پوری	کیا بتائیں؟ کیا ہوا تھا، درمیانِ کربلا	255
310	پروفیسر فیض رسول فیضان	کیا جلوہ کربلا میں دکھایا حسین نے	256
311	سید آل رضا	کیا عہدِ عبودیت تھا رضا، اک حرف بھی پورا ہونہ سکا	257
312	عابد شاہ عابد	کیا قیامت کا سماں تھا دوستو	258
324	صوفی عبدالوہاب زاہد چشتی	کیا کہوں کیا کربلا کے خونچکاں منظر میں ہے	259
315	سید راحت حسین راحت	کیا منزلت و شان تری ابنِ علی ہے	260
316	کوثر نقوی	کیسی پیشِ رب جھکی تھی تیری پیشانی حسین	261
317	رفعت سلطان	کیسے زباں پہ لاؤں فسانہ حسین کا	262



318	عاکف غنی	کیسے کروں بیان میں رتبہ حسین کا	263
319	شاغل نظامی	کیوں خدائی ہونہ جان و دل سے قربان حسین	264
320	میر انیس	گرد ہے اکسیر، خاکِ کربلا کے سامنے	265
321	ابوالاثر حفیظ جالندھری	لباس ہے پھٹا ہوا غبار میں اٹا ہوا	266
323	عارف شفیق	لبِ فرات جو پیاسا دکھائی دیتا ہے	267
324	علی رضا	لبِ فرات شہِ تشنگاں کو سوچتا ہوں	268
325	ساجد لطیف چشتی	لکھا شبیر نے خوں سے خدا کا نام سجدے میں	269
326	حلم قریشی	لکھا ہے عجزِ بیاں میں تمہارے نام سلام	270
327	سید افتخار حیدر	لکھایا مسکرا کر اصغر بے شیر نے فتویٰ	271
328	منظور وارثی	لہو تیرا جوان آنکھوں کے آتش دان تک آیا	272
329	ناصر کاظمی	لہو ہو ہے زبانِ قلم بیاں کے لئے	273
330	قمر رضا شہزاد	لہو میں ڈوبے ہوئے خاک میں نہائے ہوئے	274
331	شورش کاشمیری	ماورئی الفاظ کے نرغے سے ہے شانِ حسین	275
332	علامہ محمد عبدالصبور بیگ منشور	متاعِ منزل کو نین تیرا صبرِ جمیل	276
333	محمدرہدا پونی	مثالی ہے سچ کو یہ معیار دینا	277
334	عظیم انجم	محبوبوں کے چراغِ روشن حسین سے ہیں	278
335	جوش ملیح آبادی	محراب کی ہوس ہے نہ منبر کی آرزو	279
336	پیر سید خضر حسین چشتی	محفلی نور عقیدت سے سجا رکھی ہے	280
337	حافظ محمد مظہر الدین	مجھے فریب نہ دے کوئی شہر، کوئی یزید	281
338	رشید عثمانی	مری زبان پہ ہے نامِ دلکشائے حسین	282
339	عزیز حاصل پوری	مری مجال ہے کیا! کر سکوں شائے حسین	283
340	پروفیسر فیض رسول فیضان	مژدہ اے ضبطِ نغاں! ماہِ محرم آگیا	284
341	مولانا ظفر علی خان	مسلمانوں کے دل میں جذبہ اسلام باقی ہے	285



342	جنید آزر	معراج یقین، عہد ذبح اللہ کی تفسیر، قربانی شبیر	286
344	عبرت صدیقی بریلوی	مقبول بارگاہ نبوت پہ سو سلام	287
345	اسد اعوان	مقتل کی سمت صورت خیر شکن چلے	288
346	تابش دہلوی	منسوب جو ہوئی ہے شہادت کے نام سے	289
347	ڈاکٹر طاہر تونسوی	منظروہ شام غم کا، لہو منظروں میں تھا	290
348	حافظ محمد حسین	بیٹھا بیٹھا ہے میرے محمد ﷺ کا نام	291
350	ثاقب علوی	میدان میں جو ترا وہ بے باک کر بلا	292
351		میرا حسین باغ نبوت کا پھول ہے	293
352	پروفیسر صدف چنگیزی	نام تیرا ہوا ہلال، حسین	294
353	گستاخ بخاری	نام و نسب حسین کا جرات حسین کی	295
354	حاجی محمد حنیف نازش	نبی کی آنکھ کے تارے حسین ابن علی	296
356	سید طاہر ناصر علی	نبی کی بیٹی کے گھر میں خوشی حسین سے ہے	297
357	سید وحید الحسن ہاشمی	نبی کے لعل کا کچھ یوں خیال رکھا ہے	298
	ریاض حسین زیدی	نشاط نشہ صبر و رضا میں رہتا ہے	299
358	مرتنضی حسن سید	نظام کن کی روانی ترے وجود سے ہے	300
359	ماہر القادری	نقش کرب و بلا اور ابھر اور ابھر	301
360	صائم چشتی	نگاہوں میں پیار بیٹی کا چہرہ، غم دل کو دل میں چھپانا تو دیکھو	302
361	جان کاشمیری	نماز دل کی سچی داستاں سجدے کے نیچے ہے	303
362	طارق سلطان پوری	نور چشمِ رحمۃ للعالمین، ابن علی	304
363	ضیاء نیر	نوع انساں کے لئے ہے یہ پیام کربلا	305
364	کوثر الہ آبادی	نہیں ملتا ہمیں اب کوئی ایسا در نہیں ملتا	306
365		واقف شہداء کی دعا سے حسین ہیں	307
366	صوفی عبدالوہاب زاہد چشتی	وجہ ناموسِ ام تو قیر ہے شبیر کی	308



367	احمد خیال	وہ اندھیروں کو پس دیوار کرتا جاتا ہے	309
368	ڈاکٹر طاہر سعید ہارون	وہ سرفروش چمن سبیل مصطفیٰ بھی ہے	310
370	شہزاد احمد	وہ شمع آج ظلم کے جھوٹے بجھا گئے	311
371	عبدالخالق تبسم قادری	وہ فدائے ابن حیدر جو بہتر لوگ تھے	312
372	شمسیر حیدر	وہی سفر وہی صحرا دکھائی دیتا ہے	313
373	قمر تابش	ہالہ نور نبوت ہیں حسین	314
374	ماہر القادری	ہجوم غم میں بھی توفیق مسکرانے کی	315
375	بیرام گوہر	ہر ایک عہد ترا "تب سے نا تمام تلک"	316
376		ہر جا ہے ذکرِ عام امام حسین کا	317
377	غیاث الدین قریشی	ہر وقت امام کربلا کو پابند شریعت پاتا ہوں	318
378	فراست رضوی	ہوائے ظلم سے جب بجھتے جا رہے تھے چراغ	319
379	سید راحت حسین راحت	ہوتا ہے عرش و فرش پہ چراغِ حسین کا	320
380	شاہین عباس	ہو رہی ہے پھر لہو میں ابتداء کے بلا	321
381	عبدالخالق تبسم قادری	ہوئے ہیں گل سبھی ظلم و ستم جفا کے چراغ	322
382	ماہر القادری	ہے ظلم کی کلکت، صداقت حسین کی	323
383	سید راحت حسین راحت	ہے عبث ہر ذکرِ حمد کبریا کے سامنے	324
384	رشید عثمانی	ہے قولِ پاکِ رسولِ اکرم، حسین مجھ سے جدا نہیں ہے	325
385	سید ذوالفقار حسین	ہیں کربلا کی زمیں پر محبتوں کے چراغ	326
386	رائے عابد	یاد پیاسوں کی جو آئی تو نہ ٹھہرا پانی	327
387	اصغر علی ندیم	یارب! میر حسین کہاں، طشتِ زر کہاں	328
388	مولانا محمد الیاس عطار قادری	یا شہید کربلا! فریاد ہے	329
389	اختر رضا سلیمی	یزید تو نے تو کچھ دیر زندگانی کی	330
390	کلیل اختر	یزید شہر میں ہے دلوں کی آس، حسین	331





391	غلام محمد قاصر	یزید نقشہ جو رو جفا بناتا ہے	332
391	سید ناصر حسین ناصر چشتی	یوں نبھائی حق سے اپنی دوستی شبیر نے	333
393	سید وحید الحسن ہاشمی	یہ اختیار کتنا وسیع و بلند ہے	334
394	سید وحید الحسن ہاشمی	یہ بحث کیا کہ کہاں پر نہیں، کہاں پہ حسین	335
395	نصیر ترابی	یہ جو محفل میں اشک باری ہے	336
396	فرناش سید	یہ خانوادہ اور ہے، شجرہ کچھ اور ہے	337
397	مقصود عامر	یہ کس کے ظلم و ستم کی اساس بولتی ہے	338
398	شبیم کلیل	یہ کون لوگ ہیں حق کا علم اٹھائے ہوئے	339
399	مشر بدا یونی	یہ کیوں کہوں نہ ملا تشنہ کام کو پانی	340
400	معراج فیض آبادی	یہ هجوم دشمنوں، سبوط و سیر کے لئے	341
401		ضمیمہ	342
402	پروفیسر فیض رسول فیضان	منظوم محبت نامہ	343
403	حفیظ تائب	اشقیاء کے زخموں میں یوں حسین تھا تباہ	344
404	حفیظ تائب	حسین ابن علی ماہ مطلع ارشاد	345
405	حفیظ تائب	حکایت غم ہستی تمام کہتا ہوں	346
406	حفیظ تائب	لڑے نہ عزم کا علم خون حسین کی قسم	347
407	پروفیسر فیض رسول فیضان	اہل کوفہ نے جو دھوکے سے بلائے ہوئے ہیں	348
408	پروفیسر فیض رسول فیضان	دنیا کو سرخوشی کا حوالہ پسند ہے	349
409	پروفیسر فیض رسول فیضان	دیکھ کر نیزے پہ تیری حق بیانی یا حسین	350
410	پروفیسر فیض رسول فیضان	سر کر بل عجب منظر دکھایا ابن حیدر نے	351
411	پروفیسر فیض رسول فیضان	منزل قلب حزین آب و ہوائے کربلا	352
412	پروفیسر فیض رسول فیضان	مومن وہی ہے دل سے جو اس کا غلام ہے	353



## شعلہٴ رقاصاں

فاضل انیق (علامہ) محمد عارف جاوید نقشبندی کی تالیف لطیف مسمیٰ بہ ”جگر گوشہ بتول“ نظر نواز ہوئی، زہے خوب!

ایں کار از تو آید و مرداں چنین کنند

مؤلف نے گزرے واقعات کو فوری عقیدت کے ساتھ صفحہ قرطاس پر بکھیر کر، ان پر اپنے جذبات صادقہ کی مہر ثبت کر کے پہلے سے معلوم شدہ باتوں کے گلدستہ کو ایسے دلفریب، دلکش اور فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے جس کی عطر بیزیاں، اہل محبت کے مشام جاں کو تادیر معطر کرتی رہیں گی۔ اس میں قطعاً کوئی دورائے نہیں ہو سکتیں کہ محبت و الفت آفاقی و سرمدی ہوتی ہے۔ اس چراغ کو آندھیاں کبھی بھی بجھا نہیں سکتیں۔

ہوائیں زور کتنا ہی لگائیں آندھیاں بن کر

مگر جو گھر کے آتا ہے وہ بادل چھا ہی جاتا ہے

زیر نظر مجموعہ ”جگر گوشہ بتول“ میں غم کے گہرے پردوں کے باوجود کائنات کے جمال کی ایک خوبصورت تصویر مل جاتی ہے۔ اس کتاب میں ذوق سلیم رکھنے والی طبیعتوں اور منصف مزاج قارئین کے لئے ایسے ذائقے موجود ہیں جن سے تادیر روحانی آسودگی کے فائدوں کا ذائقہ محسوس ہوتا رہے گا۔

فرزندِ رسولِ عربی، جوانانِ جنت کے سردار امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں اتنے سارے شعراء کے نذرانہ ہائے عقیدت کو کتابی صورت میں پیش کر کے مؤلف محترم نے حُبِ امام حسین کا جو اچھوتا کارنامہ سرانجام دیا ہے کم از کم میری نظر سے آج تک ایسا نذرانہ خلوص نہیں گزرا۔

کتاب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ مؤلف کا مخصوص میدان وارداتِ عشق ہے جو زندگی کو معنی اور مقصد، سمت اور جہت، گہرائی اور گیرائی دیتا ہے۔ عارف شیراز، شیخ سعدی شیرازی نے کہا تھا کہ قحط سالی کے زمانے میں دمشق میں لوگ عشق کو فراموش کر گئے تھے۔



چناں قحط سالی شد اندر دمشق  
کہ یاراں فراموش کردند عشق

سعدی نے محض ایک پر لطف بات کہہ دی تھی ورنہ قحط سالی ہو یا فاقہ مستی، عشق کا سایہ سر سے

نہیں جاتا۔

کوہکن کیا پہاڑ کاٹے گا  
عشق کی زور آزمائی ہے

زیر نظر کتاب ”جگر گوشہ بتول“ بڑا رنگین، دلآویز اور لطیف مجموعہء کلام ہے، قارئین جب جب ان

اشعار کی تسبیح رانی کرتے رہیں گے، شجاعت ابن حیدر کو داد دے کر سردھنتے رہیں گے اس لئے کہ مصور کی تخلیق

کردہ تصویر کا تصور عین تصویر ذات ہوتا ہے۔

چشم، ابرو، ناز و خوبی، زلف و کاکل، خال و خط

دیکھتے کیا ہو، بلائیں اتنی ہیں، دل ایک ہے

### از قلم

یکے از طلاب جامعہ محمدیہ غوثیہ بہیرہ شریف

علامہ محمد رب نواز خاں اجمیری

متوطن: نگری امام بری کاظمی (موضع کرسال) تحصیل و ضلع چکوال

حال مقیم: منڈیالہ روڈ کاموئے ضلع گوجرانوالہ

0334-4518021

پیر، ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ بمطابق، 5 نومبر 2012ء



## دیباچہ

تاریخ حق و باطل میں خیر اور شر کے لاکھوں معرکے برپا ہوئے جن میں ہزاروں شہادتیں ہوئیں۔ خصوصاً اسلام کا اولین دور تو لاتعداد عظیم شہادتوں سے مزیں ہے۔ بعض انبیاء کرام اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شہادت کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے مگر حیرت انگیز امر ہے کہ جو شہرت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کو نصیب نہ ہو سکی۔ ساڑھے تیرہ سو سال گزر جانے کے باوجود بھی شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر زندہ و تابندہ ہے۔ اس کی شہرت اور تذکروں میں آج تک کمی نہیں ہوئی، بلکہ اب تو صورتحال یہ ہے کہ حسینیت ہر طبقہ میں حق اور یزیدیت ہر طبقہ میں فتنہ و فساد کی علامت بن گئی ہے۔

اسلام میں ہر شہادت کی اہمیت اور افادیت مسلم ہے مگر شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی دوسری شہادتوں کے مقابلے میں اہمیت اور شہرت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں شہید ہونے والوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص نسبتیں ہیں۔ پھر یہ داستان گلشنِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک پھول کی شہادت پر مشتمل نہیں بلکہ یہ سارے کے سارے گلشن کی قربانی ہے۔ باقی واقعاتِ شہادت ایک، دو، تین یا چار نفوس کی شہادت پر مشتمل ہیں مگر واقعہ کربلا گلشنِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیسیوں پھولوں کے مسئلے جانے کی داستان ہے۔ لہذا تاریخ کے کسی بھی دور میں امتِ مسلمہ واقعہ کربلا، اس کی تفصیلات اور اس کی اہمیت کو فراموش نہیں کر سکتی۔

کربلا میں کیا ہوا تھا؟..... کن کے ساتھ ہوا تھا؟..... خاک و خون میں تڑپتے ہوئے بے گور و کفن لاشے کن کے تھے؟..... کاٹ کر نیزوں پر چڑھا دیئے جانے والے سر کن معزز ہستیوں کے تھے؟..... ان سوالوں کے جوابات جتنے تلخ ہیں اسی قدر ضروری ہیں۔

## فضائلِ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم

اہل اسلام کی بد قسمتی ہے کہ موجودہ دور میں اہل بیت اطہار کی عظمت بھی متنازعہ بنا دی گئی ہے۔ سوچئے! اگر اس موضوع پر کوئی آیت یا روایت نہ بھی ہو، تو بھی ان کی تعظیم کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے ہیں۔ اگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم عظیم اور محبوب ہیں تو ان کے گھر والے بھی مومن کی نظر میں عظیم اور محبوب ہوں گے۔ یہ سوچ فطرتِ ایمان کا حصہ ہے مگر منافقت یہاں بھی اپنا رنگ دکھانے سے باز نہیں



آئی اور جو شخص اہل بیت سے محبت و الفت کا دم بھرے اس پر رافضیت کا لیبل چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

لو كان رافضيا حال محمد

فليس شهد الثقلان انى رافضى

”اگر آل محمد علیہم السلام کی محبت ہی کا نام تمہارے نزدیک رافضی ہونا ہے تو جن و انساں گواہ ہو جائیں کہ اس معنی میں، میں بھی رافضی ہوں۔“

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت اطہار کی محبت کو لازمی قرار دیا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان

غدیر خم کے مقام پر خطاب فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء اور کچھ نصیحت کے بعد فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبُ وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ تَقْلِينَ أَوْلَهُمَا كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ الْهُدَىٰ وَالتُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللَّهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ فَحَتَّىٰ عَلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ وَرَغَبٍ فِيهِ ثُمَّ قَالَ وَ أَهْلِ بَيْتِي أَذِكْرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي ، أَذِكْرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي ، أَذِكْرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي۔ (صحیح مسلم ، فضائل صحابہ ، باب فضائل علی)

”اے لوگو! میں ایک انسان ہوں، ممکن ہے کہ میرے رب تعالیٰ کی طرف سے بلانے والا میرے

پاس آ جائے اور میں لبیک کہہ دوں۔ میں تم میں دواہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان میں سے ایک تو اللہ کی

کتاب ہے، جس میں ہدایت اور روشنی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ پھر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف رغبت دلائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں

میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے

میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں]۔“

یہاں اس بحث کا موقع نہیں ہے کہ اہل بیت میں کون کون شامل ہے۔ لیکن صحیح مسلم سے دو احادیث

مبارکہ نقل کی جا رہی ہیں جن کو پڑھنے کے بعد بہت سی باتیں واضح ہو جائیں گی۔

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:



خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مَرَحَلٌ مِنْ شَعْرِ أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيُّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔  
(صحیح مسلم ، کتاب فضائل الصحابہ ، باب فضائل اہل بیت النبی )

”ایک دن نبی اکرم ﷺ تشریف لائے ، آپ ﷺ نے سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک منقش چادر اوڑھ رکھی تھی ، اتنے میں حضرت حسن بن علی آئے ، آپ ﷺ نے ان کو چادر میں داخل فرمایا۔ پھر حضرت حسین آئے تو وہ بھی ساتھ داخل ہو گئے۔ پھر حضرت فاطمہ آئیں تو آپ ﷺ نے انہیں بھی چادر میں داخل کر لیا ، پھر حضرت علی آئے تو آپ ﷺ نے انہیں بھی داخل فرمایا ، پھر فرمایا اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ہر بری چیز دور فرما کے تمہیں اچھی طرح سے پاک و صاف کر دے۔“

صحیح مسلم میں اسی مضمون کی ایک اور روایت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ، آپ روایت کرتے ہیں:

لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ آبَاءَنَا نَا وَأَبَاءَكُمْ) دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي۔ (صحیح مسلم ، کتاب فضائل الصحابہ ، باب فضائل علی بن ابی طالب )

”جب یہ آیت مبالغہ نازل ہوئی (آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ) تو رسول اللہ ﷺ نے علی ، فاطمہ اور حسن و حسین کو بلایا ، پھر فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل (بیت) ہیں۔“

بلاشبہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج و اولاد تو اہل بیت میں شامل ہی ہیں لیکن سیدنا علی اور حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو نبی اکرم ﷺ نے خود اپنے اہل بیت کہا ہے اور قرآن مجید میں جن آیات میں اہل بیت کا ذکر آیا ہے ان کا مصداق قرار دیا ہے۔

عظمتِ اہل بیت اور ہمارے اسلاف

ابتدائی سطور میں عرض کیا گیا ہے کہ فی زمانہ عظمت و محبت اہل بیت کو بھی متنازعہ مسئلہ بنا دیا گیا ہے اور خارجیت سے متاثرہ ذہن اس کی نفی کرتے دکھائی دیتے ہیں ، حالانکہ ہمارے اسلاف میں عظمت و تعظیم اہل



بیت کے حوالے سے کوئی اختلاف موجود نہیں تھا، وہ قرآن و حدیث کے احکامات کی روشنی میں محبت اہل بیت اطہار کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے تھے۔ سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ اہل بیت اطہار کی محبت میں فرماتے ہیں:

يا اهل بيت رسول الله حاكم  
فرض من الله في القرآن انزله  
كفاكم من عظيم القدر انكم  
من لم يصل عليكم لا صلوة له

”اے نبی کے اہل بیت! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمہاری محبت کو فرض قرار دیا ہے۔ تمہاری عظمت و شان کے لئے یہ کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز ہی قبول نہیں۔“  
آپ محبت اہل بیت سے منہ موڑنے والوں پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لما رايت الناس قد ذمبت بهم  
مذاهبهم في البحر الغي والجهل  
وامسكت حبل الله و هو ولائهم  
كما قد امرنا بالتمسك بالحبل

”جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں کی روش پر چل رہے ہیں جو جہالت اور ہلاکت کے سمندر میں غرق ہیں تو میں نے اللہ کی رسی کو تھام لیا اور وہ ان (اہل بیت) کی محبت ہے جیسا کہ ہمیں اس رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا گیا ہے۔“

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف بہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوتے ہیں:

غلام حلقہ بگوش رسول ساداتم	زہے نجات نمودن حبیب و آیاتم
ز غیر آل نبی حاجتے اگر طلیم	روا مداریکے از ہزار حاجاتم
دم ز عشق محمد پر است و آل مجید	گواہ حال من است این ہمہ حکایاتم



چو ذرہ ذرہ شود این تم بخاک لحد تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم  
کمینہ خادم خدام خاندان تو ام ز خادمی تو دائم بود مہاہاتم

سلام گویم و صلوات بر تو ہر نفسے

قبول کن بہ کرم این سلام و صلواتم

”میں سادات کے سردار کے غلام کا حلقہ بگوش ہوں، میرا ان کے تو سل سے نجات پا جانا ہی میری بخشش کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اے اللہ! میں اگر آل نبی کے سوا کسی اور سے کوئی حاجت طلب کروں تو تو ہزار حاجات میں سے کسی ایک حاجت کو بھی پورا نہ کرنا۔ میری ہر سانس عشق محمد ﷺ اور ان کی آل اطہار کی محبت سے رواں دواں ہے، میری ساری مناجات میرے حال کی گواہ ہیں۔ جب میرا یہ تن لحد کی خاک میں ریزہ ریزہ ہو جائے تو (اے مخاطب!) میرے تمام ذرات بدن سے درود و سلام ہی سنے گا۔ میں تیرے خاندان کے خادموں کا ادنیٰ خادم ہوں، تیری خدمت کے منصب سے ہمیشہ میری آن بان بڑھتی ہے۔ میری ہر سانس تجھے سلام کہتی ہے، تیری ذات پر درود بھیجتی ہے ازراہ بندہ نوازی میرا یہ درود و سلام قبول فرمائے۔“

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فلا تعدل باهل البيت خلقا

فاهل البيت هم اهل السيادة

فبغضهم من الانسان خسيس

حقيقى وحبهم مباداة

”اہل بیت کرام کے ساتھ کسی مخلوق کو برابر نہ سمجھو، کیونکہ تمام روحانی سعادتیں اہل بیت ہی کا حصہ ہیں۔ ان کی دشمنی اور عداوت میں انسان کے لئے سراسر خسارہ و ہلاکت ہے اور ان کی محبت و عقیدت سراپا عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔“

حضرت ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز محبت بھی ملاحظہ فرمائیں:

خوشا مسجد و منبر و خانقاہے

کہ دروے بود قیل و قال محمد

بصدق و صفای تو ان گشت جامی

غلام غلامان آل محمد





”اس مسجد و منبر و خانقاہ کی اورج قسمت کا کیا کہنا کہ جہاں آقائے دو جہاں  
 ﷺ کی صفات عالیہ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ صدق و صفا کے ساتھ جامی آل محمد ﷺ کے  
 غلاموں کا حلقہ بگوش ہے۔“

عظمت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

در نوائے زندگی سوز از حسین

اہل حق حریت آموز از حسین

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس وہ ذات ہے جو بلاشبہ نبی اکرم ﷺ کی محبوب ذات تھی  
 آپ ﷺ نے اکثر مقامات پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ گہری محبت کا اظہار فرمایا، حضرت اسامہ بن زید  
 رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

طَرَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَيَّ شَيْءٌ لَا أَدْرِي مَا  
 هُوَ فَلَمَّا فَرَعْتُ مِنْ حَاجَتِي قُلْتُ مَا هَذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ فَكَشَفَهُ فَإِذَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَيَّ  
 وَسَرَكِيهِ فَقَالَ هَذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي اللَّهُمَّ إِنِّي أَحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا۔

(جامع ترمذی، کتاب المناقب باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی)

”میں ایک رات نبی اکرم ﷺ کے پاس کسی کام کی غرض سے گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ (باہر) نکلے اور  
 اپنی پیٹھ پر کچھ لپیٹے ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا چیز ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں  
 نے عرض کیا: یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے (دامن) کھولا تو آپ کے کولہے پر حسن اور حسین رضی اللہ عنہم تھے اور آپ  
 ﷺ نے فرمایا [یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان کو دوست رکھتا ہوں سو تو بھی  
 ان کو دوست رکھ اور جو ان کو دوست رکھے اس کو بھی دوست رکھ]۔“

امام بخاری رضی اللہ عنہ اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک عراق کے رہنے والے نے پوچھا کہ اگر احرام والا آدمی مکھی کو

مار دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا:

أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَ عَنِ الدُّيَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ ابْنَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هُمَا  
 مَرِيحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن و الحسين)



”عراق والے لکھی مارنے کے بارے میں پوچھتے ہیں، حالانکہ انہوں نے نبی ﷺ کے نواسے کو قتل کر دیا ہے اور نبی ﷺ نے ان کی نسبت فرمایا تھا [یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں]۔“

حضرت لیلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَحَبِّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ۔

(جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی)

”حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت رکھتا ہے اور

حسین تو نواسوں سے ایک نواسہ ہیں۔“

بلاشبہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بے شمار فضائل ہیں جن کو احاطہ تحریر میں لانے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کے لئے نبی اکرم ﷺ نے کبھی خطبہ ادھورا چھوڑا اور کبھی سجدہ لمبا کر لیا..... کبھی پشت انور پر سواری کرائی اور کبھی مبارک شانوں پر بٹھایا..... کبھی ان کو چومتے اور کبھی سونگھتے..... ان کی پیاس سے بے قرار ہو کر اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایسی خصوصیات اور ایسی فضیلتیں ہیں جو صرف حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہی کا مقدر تھیں اور کسی کے حصے میں یہ سعادت نہ آسکی۔

ایں سعادت پہ زور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کیا کر بلا اقتدار کی جنگ تھی؟

بعض بے باک اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت سے بے بہرہ لوگ کہتے ہیں کہ کر بلا اقتدار کے حصول کی جنگ تھی، حاشا وکلا ایسا ہرگز نہ تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقصد غلبہ حق کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ان کے پیش نظر اقتدار کا حصول یا سلطنت پر قبضہ نہ تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ وہ ظلم و جبر کے ہاتھوں حقوق انسانیت کا خون برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اقبال کہتے ہیں کہ اگر آپ کا مقصد اقتدار کا حصول ہوتا تو آپ



یوں قلیل تعداد اور بے سروسامانی کی حالت میں نہ نکلتے۔ اقبال اپنی اس دلچسپ دلیل کو یوں پیش کرتے ہیں۔

مدعائش سلطنت بودے اگر  
خود نکر دے باچنیں ساماں سفر  
دشمنان چوں ریگ صحرا لاتعد  
دوستان او بہ یزداں ہم عدد

”اگر آپ کا مقصد سلطنت کا حصول ہوتا تو آپ اس بے سروسامانی کے عالم میں عازم سفر نہ ہوتے۔ ان کے دشمنوں کی تعداد بیاباں کی ریت کے ذروں کی طرح بے شمار تھی تو ان کے دوست یزداں کے ہم عدد تھے۔“

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ پر غور کرتے وقت اس بات کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ خلافت راشدہ کے پورے دور اور اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خاندان کبھی کشت و خون پر آمادہ نہیں ہوا اس لئے کہ بلا کی جنگ کو محض اقتدار کی جنگ سمجھنا انصافی اور غلطی ہوگی۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری کی مثال کافی ہے۔ بلاشبہ کہ بلا حق و باطل کا معرکہ تھا، حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است  
پس بنائے لالہ گردیدہ است

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک نہ ختم ہونے والا معاملہ ہے اور ہر دور میں اہل دل نے اس علم کو بلند رکھا اور قربانیوں کی لازوال داستانیں رقم کرتے رہے۔ یہ سلسلہ امام مالک، امام اعظم، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا برصغیر میں آن پہنچا جہاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سنت حسینی کے امین بنے اور آپ کے بعد یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔

حیف صد حیف! وطن عزیز کی سرزمین پر امام حسین رضی اللہ عنہ کو آج (نعوذ باللہ) باغی قرار دیا جا رہا ہے، یزید کی خلافت اور فضیلت پر کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ یزیدیت اور بغض اہل بیت فروغ پاتے پاتے اس انتہا تک جا پہنچا ہے کہ لوگ اپنا اور اپنے بیٹوں کا نام یزید رکھنے لگے ہیں۔ کچھ لوگ جنہیں برسراعام تو کچھ کہنے کی



ہمت نہیں ہوتی مگر وہ چپکے چپکے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے حوالے سے جو کچھ بھی کہا جاتا ہے وہ سب من گھڑت باتیں ہیں اور ان کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اس طرح کی باتیں کر کے وہ معاذ اللہ آپ کی اس عظیم جدوجہد اور قربانی پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔

کربلا کے کردار بدل چکے ہیں مگر یہ معرکہ اب بھی جاری و ساری ہے۔ ہر وہ شخص جو اہل بیت اطہار کے ساتھ محبت و مودت کو جزو ایمان سمجھتا ہے ایسی صورتحال میں اس کی ذمہ داری ہے کہ ان لوگوں کے نظریات کے رڈ کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔ عظمت اہل بیت اور بالخصوص سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت اور کربلا میں آپ کی عظیم جدوجہد اور قربانی کو لوگوں کے سامنے بیان کرے اور مودت کا حق ادا کرتے ہوئے کربلائے وقت میں اپنا کردار ادا کرے۔

غم و ابتلائے حسین کا ابھی اختتام نہیں ہوا  
میرے غینوا کے مسافرو! یہ سفر تمام نہیں ہوا  
سر رہزور ہے مکالمہ، ابھی اک شری سپاہ ہے  
ابھی سنگ موم نہیں ہوا، ابھی حر غلام نہیں ہوا

بلاشک و شبہ عظمت امام حسین رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا کے موضوع پر نثر میں بہت سی کتب موجود ہیں لیکن یہ بھی امر واقعہ ہے کہ شعرائے کرام بھی منقبت اور سلام کے عنوان سے بارگاہِ حسینی میں اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کرتے رہے ہیں مگر یہ جواہر پارے الگ الگ اور بکھرے ہوئے تھے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے۔ شاعری کی طرف طبعی رجحان، امام عالی مقام سے اپنی غلامی کے اظہار اور چند محترم دوستوں کے مشورے پر راقم نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور ایک سال کی محنت کے بعد ایک مہکتا ہوا گلدستہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا ہے، جس میں عقائد اہلسنت کی رعایت کے ساتھ عظمت امام حسین رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا کے پس منظر میں لکھے گئے کلام شامل کر دیئے گئے ہیں۔ میں اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔

یہاں یہ بات بھی ضرور کرنا چاہوں گا کہ میرے لئے میرے عقائد اور میری سوچیں بہت اہمیت کی



حامل ہیں، کتاب کی ترتیب کے دوران بھی میں انہی کے زیر اثر رہا ہوں اس کے باوجود اگر کسی دوست کو اس حوالے سے کہیں شکایت ہو تو وہ مجھے اس کے ازالے کے لئے ہر وقت تیار سمجھے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین بجسآہ النبى

الامین -

کتاب کی ترتیب و تدوین کے دوران بہت سی شخصیات کا تعاون میرے شامل حال رہا جن میں صاحبزادہ سید احمد فاروق شاہ مجددی امیر مرکزی ادارہ فیضان ابوالبیان پاکستان، معروف شاعر خوان، صاحبزادہ سید زبیب مسعود شاہ (واہ کینٹ) جانشین حضرت صائم چشتی صاحبزادہ ساجد لطیف چشتی (فیصل آباد) پروفیسر فیض رسول فیضان، مدیر ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام حافظ تنویر حسین مجددی، قاری احمد رضا جماعتی، جناب جاوید اقبال قادری قلندری، علامہ پیر محمد اشرف شیرازی، علامہ خالد عثمان القادری (ایم فل) محمد اولیس خان اور محترمی و محبی جناب محمد عمران حیدرنت صاحب قابل ذکر ہیں۔

پیکر شفقت و محبت، استاذی و استاذ العلماء، حضرت علامہ مولانا رب نواز خاں اجمیری حفظہ اللہ نے کمال بندہ نوازی فرماتے ہوئے کتاب کو حرف بحرف پڑھا اور اغلاط کی نشاندہی فرمائی علاوہ ازیں اپنی بیش قیمت تحریر سے بھی نوازا۔

افتخار اہلسنت، شاعر دین و ملت حضرت صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی حفظہ اللہ نے محبت فرماتے ہوئے قطعہ تاریخ اشاعت عنایت فرمایا۔

علامہ صاحبزادہ محمد نجم الامین عروس فاروقی (جو گذشتہ جمعرات یکم نومبر 2012 کو حقیقی عروس بھی بن گئے ہیں) نے شادی کی مصروفیات کے باوجود کتاب کی بار بار پروف ریڈنگ فرمائی اور ہر قدم پر اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے۔

عزیز محترم، حافظ محمد مختار علی (مسقط) دو مہینوں کے لئے چھٹی پر کیا آئے، میرے لئے کتاب کی ترتیب و تدوین کے مراحل آسان کر گئے۔ گوجرانوالہ، لاہور، فیصل آباد، شیخوپورہ اور اسلام آباد تک کی لائبریریوں کی خاک چھاننے میں میرے ساتھ رہے اور سفر کی مشقتوں میں راحت کا باعث بنتے رہے۔ القمر ایڈورٹائزر کے آنر جناب محمد قمر رضا عطاری اور برادر اصغر جناب حافظ مجاہد عمران نے کمال فن سے کتاب کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیئے۔

جامع مسجد سرکار مدینہ (واپڈ اٹاؤن) میں علامہ حافظ محمد رضوان اقبال سیالوی، قاری محمد اشرف رضا



قادری، قاری محمد افضال قادری اور حافظ محمد شعیب خان بھی وقتاً فوقتاً تعاون فرماتے رہے اور اپنی آراء سے نوازتے رہے۔  
ان تمام مخلص اور محترم ساتھیوں کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو مصطفیٰ کریم ﷺ کے لاڈلوں کے صدقے دارین کی عظمتوں سے نوازیں۔

### اعتذار

مناقب کے اس مجموعہ ”جگر گوشہ بتول“ کی پروف ریڈنگ اور طباعت کے مراحل میں ممکنہ انسانی کوشش بروئے کار لائی گئی ہے۔ پھر بھی قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کہیں سقم نظر آئے تو مرتب کو اطلاع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے۔  
کلام کے ساتھ شاعر کا نام بھی لکھ دیا گیا ہے مگر کچھ کلام ایسے ہیں جن کے شعرائے کرام کے نام مجھے نڈل سکے اس سلسلے میں جو احباب اطلاع کریں گے میں دلی طور پر ان کا ممنون ہوں گا۔

نمازِ عشق کی یہ طرفگی کوئی دیکھے  
حسین سجدے سے اٹھے تو سر کٹائے ہوئے  
شکست دے نہ سکی عزم ابن حیدر کو  
اجل کھڑی ہے ندامت سے منہ چھپائے ہوئے

والسلام

محمد عارف جاوید نقشبندی

0300-7440640

06-11-2012





آپ ہیں ، ہم ہیں ، زمانہ ہے ثنا خوانِ حسین  
وہ بہت کم ہیں جنہیں ہوتا ہے عرفانِ حسین

اللہ اللہ! کیا کہوں میں شانِ فیضانِ حسین  
بادشاہوں سے بھی بڑھ کر ہیں غلامانِ حسین

عزم و استقلال ، ایثار و وفا ، صبر و رضا  
رزم گاہِ کربلا میں ، دیکھ سامانِ حسین

قریب قریب کو بہ کو ہیں ، دست در دست یزید  
کون سی بستی میں بستے ہیں غلامانِ حسین

جب بھی باطل سے الجھنے کے لئے نکلیں گے آپ  
ساتھ ہوگا آپ کے اسلامِ ذی شانِ حسین





آج تک ساحلوں پر سر ہے پٹختا پانی  
یادِ شبیر میں بے کل ہے برستا پانی

خواہشِ آب تھی سیراب کروں اصغر کو  
آپ بل کھاتا رہا، ہائے تڑپتا پانی

آندھیاں جور و ستم کی وہ چلائیں ہائے  
منہ میں اصغر کے نہ ڈالا کوئی قطرہ پانی

جب سے دیکھے ہیں ترے جسم کے ٹکڑے اس نے  
ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے برستا پانی

ضبطِ عباس کو دیکھو، نہ بجھائیں پیاسیں  
نہر پر جا کے بھی لب سے نہ لگایا پانی

منقبت لکھ، ہو سیاہی ترے خونِ دل کی  
تب اجاگر! تجھے مانیں کہ ہے لکھا پانی

نثار علی اجاگر



آ! غمِ شبیر آ! سینے لگا کر چوم لوں  
کربلا کی خاک کو آنسو پلا کر چوم لوں

آ! مرے اصغر! صدا دیتی تھی صغریٰ رات دن  
آ! تری راہوں کو میں پلکیں بچھا کر چوم لوں

یوں مخاطب لاشہ اکبر سے تھے ابنِ علی  
اٹھ مرے بیٹے تجھے دل میں بٹھا کر چوم لوں

جب چلے میدان کو قاسم تو سید نے کہا  
رک ذرا دولھے، تجھے سہرا سجا کر چوم لوں

روک کر عون و محمد کو یہ زینب نے کہا  
آؤ آخر بار سینے پر لٹا کر چوم لوں

تم بھی میرے چاند اصغر پانی پی کے آگئے  
آنکھ تو کھولو تمہیں لوری سنا کر چوم لوں

رات بھر جو آنکھ روتی ہے غمِ شبیر میں!  
کیوں نہ میں صائم! اسے نظریں جھکا کر چوم لوں



آ کے دشتِ شاہ پر مخصوص جاوہ کر لیا  
اب علی اصغر نے جینے کا ارادہ کر لیا

باپ کی گودی سے اصغر چھا گئے کونین پر  
کتنا میدانِ شہادت کو کشادہ کر لیا

تھا جو دل کو کچھ زیادہ دینِ پیغمبر سے ربط  
وزنِ غم اپنی طرف شہ نے زیادہ کر لیا

لاکھ گردش ہو مگر وہ قوم مٹ سکتی نہیں  
فکرِ شبیری سے جس نے استفادہ کر لیا

دل تو دل ہے، پوری مجلس کی طہارت ہو گئی  
ذکرِ اہل بیت کا جس دم اعادہ کر لیا

کام آخر اپنے اشکوں کی روانی آ گئی  
زیست کا اک اک ورق دھو دھو کے سادہ کر لیا

اس کے دل کو خواہشِ جنت ستاتی ہی نہیں  
منتخب جس نے نبی کا خانوادہ کر لیا

سید وحید الحسن ہاشمی



آلِ احمد کی عظمت پہ لاکھوں سلام  
ابنِ حیدر کی رفعت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ کے دل و جاں، حسین و حسن  
نوجوانانِ جنت پہ لاکھوں سلام

جس سے خوش ہے خدا اور خدا کا نبی  
اس کی تابندہ قسمت پہ لاکھوں سلام

جو صحابی بھی ہیں اور نواسے بھی ہیں  
ان کی توقیر و نسبت پہ لاکھوں سلام

چھوڑ کر اپنا خطبہ لیا گود میں  
نورِ عین رسالت پہ لاکھوں سلام

جس نے کربل میں زندہ کیا دین کو  
اس کی شانِ شجاعت پہ لاکھوں سلام



آیا نہ ہوگا اس طرح حسن و شباب ریت پر  
گلشنِ فاطمہ کے تھے سارے گلاب ریت پر

جانِ بتول کے سوا کوئی نہیں کھلا سکا  
قطرہٴ آب کے بغیر اتنے گلاب ریت پر

جتنے سوالِ عشق نے آلِ رسول ﷺ سے کیے  
ایک سے بڑھ کے اک دیا، سب نے جواب ریت پر

تر سے حسین آب کو، میں جو کہوں تو بے ادب  
لمس لبِ حسین کو ترسا ہے آب ریت پر

لذتِ سوزشِ بلال، شوقِ شہادتِ حسین  
جس نے لیا یونہی لیا، اپنا خطاب ریت پر

عشق میں کیا بچائیے، عشق میں کیا لٹائیے  
آلِ نبی نے لکھ دیا، سارا نصاب ریت پر

آلِ نبی کا کام تھا، آلِ نبی ہی کر گئے  
کوئی نہ لکھ سکا ادیب! ایسی کتاب ریت پر

ادیب رائے پوری



## جگر گوشہ بتول

ابنِ حیدر دین کی پشت و پناہ  
شہسوارِ جادۂ عشقِ الہ

حیدرِ کرار کا لختِ جگر!  
درسِ گاہِ عشقِ اس کی بارگاہ

وہ رہا پروانہٴ حسنِ ازل  
زندگی کا غازہ اس کی گردِ راہ

عشق کو ہے ناز جس پر وہ حسین  
بے گماں زندہ دلوں کا سربراہ

شاہدِ گلگوںِ قبا ، ابنِ علی  
صبر و استقلال کا وہ بادشاہ

ظلم کے کانٹوں پہ گزرا شوق سے  
اس کی تسلیم و رضا پر تھی نگاہ

ابنِ حیدر، حافظِ ناموسِ دین  
مہبطِ انوارِ اس کی خانقاہ

حافظِ چشتی تونسوی



ابھی نشانہ غمہائے بے سبب ہے حسین  
 فراتِ ذہنِ مسلمان پہ تشنہ لب ہے حسین

بڑے شکوہ سے باطل سے جنگ جاری ہے  
 نہ تب یزید سے مرعوب تھا، نہ اب ہے حسین

اب اس سے بڑھ کے محبت کا قرب کیا ہوگا  
 اس انتشار میں انسان کی طلب ہے حسین

جو زندگی کے شب و روز میں مقید ہیں  
 انہیں خبر نہیں، تقدیرِ روز و شب ہے حسین

ہر اک سخن کے تموج میں خود نمائی ہے  
 جو خونِ دل سے مزین ہے، وہ ادب ہے حسین

حسین آج ہے آواز، ساز ہستی کی  
 سمجھ رہا تھا زمانہ کہ جاں بلب ہے حسین

جہاں کو مل گیا جس سے عصائے مظلومی  
 اس انقلاب کے کردار کا لقب ہے حسین

سید وحید الحسن ہاشمی



جگر گوشہ بقول

اٹھا نگاہ میں اک عزمِ بے پناہ لئے  
ستارہ صبح کا تنویرِ مہر و ماہ لئے

وہ جس نے رسمِ ورہِ عشق کی بنا ڈالی  
بنائے قصرِ شہنشاہیت ہلا ڈالی

بلند مرتبہ، لا الہ جس نے کیا  
یزید و شمر کا لشکر تباہ جس نے کیا

میانِ کرب و بلا خاک و خون میں تڑپا  
وہ جس نے عشق کو اک تازہ ولولہ بخشا

وہ سروِ ناز تھا، بھوکا بھی اور پیاسا بھی  
رسولِ پاک کا محبوب بھی، نواسا بھی

تمام جسم بھی زخمی تھا اور سینہ بھی  
لٹا چکا تھا بھرے گھر کا سب خزانہ بھی

مگر اطاعتِ شمر و یزید کی نہ قبول  
مرا سلامِ محبت، ریاضِ دہر کے پھول!

حافظ محمد مظہر الدین





اس شخص کی کونین میں توقیر بہت ہے  
جس شخص کے دل میں غم شبیر بہت ہے

کیا چیز گدائی ہے در شاہ نجف کی  
مل جائے جسے اس کو یہ جاگیر بہت ہے

ہر دور میں آزادی اسلام کی خاطر  
سجاد کی پہنی ہوئی زنجیر بہت ہے

چادر کا تقدس بھی بڑی چیز ہے لیکن  
زینب کے لئے آئیہ تطہیر بہت ہے

چھوٹی نظر آتی ہے یہ دنیا مجھے صہبا!  
دل پر اثر نعرہ تکبیر بہت ہے



اس قدر تیری حرارت مرے ایمان میں آئے  
موت بستر پہ نہ آئے مجھے میدان میں آئے

ساری دنیا کے یزیدوں کو مٹا سکتا ہے  
تیرا ایثار اگر آج کے انسان میں آئے

کوئی کردار حسین ابن علی سا لے کر  
کوئی بھی قوم کسی عہد کے ایوان میں آئے

جب نویں شب کے چراغوں کو بجھا کر دیکھوں  
تیرے اندر کا اجالا میرے وجدان میں آئے

جب کسی شمر کا خنجر مجھے لکارتا ہے  
ضربِ شبیر کی آواز مرے کان میں آئے

اس کے جمہور کے لہجے میں دعا مانگتا ہوں  
ملک میرا نہ الہی کسی بحران میں آئے

ہر طرف آج مظفر! نہ بے خون اس کا  
اپنے اسلاف کا جذبہ جو مسلمان میں آئے



اسی کا ذکرِ جمیل کرنا اسی کے رخ کی کتاب پڑھنا  
خیالِ سبطِ نبی جو آئے تو غم کا زندہ نصاب پڑھنا

سوالِ بیعت میں کم نگاہی کا سانحہ تھا گزر چکا ہے  
کتابِ صحرا کے سرورق پر لہو سے لکھا جواب پڑھنا

کبھی فراغت میں یاد کرنا گھروں سے نکلے مسافروں کو  
جھلٹے موسم کی جاں کنی میں سلگتی آنکھوں کے خواب پڑھنا

یہ معجزہ ہے کہ زخمِ بوئے، جو کشتِ جاں میں، مہک اٹھے ہیں  
زمینِ کرب و بلا کے پیاسوں کو رحمتوں کے سحاب پڑھنا

دیارِ کوفہ کے بام و در سے، لپٹ کے روحِ علی بھی روئی  
اگر ہیں آنکھیں تو بنتِ زہرا کا، تم بھی حرفِ خطاب پڑھنا

حسنِ عسکری



اک درد دل و جان کو زنجیر کرے ہے  
یہ کیسا مہینہ ہے کہ دل گیر کرے ہے

یہ نام ترا دل میں اجالے کی طرح ہے  
یہ غم کہ ترا، روح کی تعمیر کرے ہے

جو درد کبھی تو نے سہا جانِ حزیں پر  
ہر شخص اسی درد کی تشہیر کرے ہے

رہتا ہے کہیں دل میں تری یاد کا موسم  
غم تیرا، مری خاک کو اکسیر کرے ہے

مہکے ہے ترے ذکر سے ہر ایک زمانہ  
یہ ذکر تو ہر عہد کو تسخیر کرے ہے

ہر عہد میں روشن ہیں ترے خون کی شمعیں  
ہر عہد ترے درد کی تفسیر کرے ہے

سرسبز ہی رہتا ہے، شجر حق کا ہمیشہ  
اک فیصلہ ہے وقت جو تحریر کرے ہے



اگر یہ علم نہیں، غم ہے کیا، خوشی کیا ہے  
چلو حسین سے پوچھیں کہ زندگی کیا ہے

جو دشتِ یاس کا پیاسا ہے، کیا خبر اس کو  
قریبِ نہرِ مسافر کی تشنگی کیا ہے

حبیبِ ابنِ مظاہر تمہارے صدقے میں  
کھلا یہ کرب و بلا میں کہ دوستی کیا ہے

علی کے علم کا کرنے چلا ہے وہ دعویٰ  
جسے خبر ہی نہیں ہے کہ بوذری کیا ہے

بتا رہا ہے ریاست کو حرا کا ٹھکرانا  
کرے ضمیرِ ملامت تو نوکری کیا ہے

بس ایک مقتلِ شبیر کی زمیں ہے جہاں  
بجھے چراغ بتاتے ہیں روشنی کیا ہے

سید وحید الحسن ہاشمی



السلام ابن علی اے سیدہ زہرا کے لال !  
السلام اے پرتو حسن محمد لازوال

ناز ہے جس پر جہاں کو وہ گرانمایہ سپوت  
کربلا کا ذرہ ذرہ جس کی عظمت کا ثبوت

جس کے خوں سے آج بھی تاریخ کا رنگیں ہے باب  
جس کی جرأت سے ملا دنیا کو عزم انقلاب

خاندانِ مصطفیٰ کا وہ امیر ابن امیر  
گردش کون و مکاں بھی جس کی ٹھوکر کی اسیر

جس پہ تیغ اٹھی تو دو عالم کی دھڑکن رک گئی  
جس کی چوکھٹ پر فرشتوں کی جبیں تک جھک گئی

اک طرف جور و ستم کی انتہا ہوتی رہی  
اک طرف سجدے میں تسلیم و رضا ہوتی رہی

حادثہ کربلا دراصل ہے مرگِ یزید  
نقش ہے لوح و قلم پر آج بھی نامِ شہید



السلام ! اے صداقت کے پیغامبر !  
السلام ! اہل ذکر اور اہل خبر !

السلام ! اے سکونِ دلِ فاطمہ !  
السلام ! اے محمد کے نورِ نظر !

ہے سعادت کی منزل ترا نقشِ پا  
ہے ہدایت کا رستہ تری رہگذر

اک غریب و تہی دست کی نذر کیا  
بس یہی اشک ہیں میرے لعل و گہر

اس طرف حق پسندی بہ این سادگی  
اس طرف بادشاہی بصد گرز و فر

اے قتیلِ جفا ، اے شہیدِ وفا  
فتحِ مندی کا سہرا رہا تیرے سر

جان دی اور اس شان سے جان دی  
خاک پر تھی جبیں ، عرش پر تھی نظر



## السلام اے نور اول کے نشاں!

السلام اے راز دارِ کن فکاں!

السلام اے چارہ سازِ بیکساں!

السلام اے تاجدارِ ہر زماں!

السلام اے افتخارِ عارفاں!

السلام اے راکبِ نوکِ سناں!

السلام اے شاہبازِ لامکاں!

السلام اے راز دارِ قدسیاں!

السلام اے کشتہٴ تسلیمِ جاں!

السلام اے جنبشِ کون و مکاں!

السلام اے ناطقِ رازِ نہاں!

السلام اے کج کلاہِ خسرواں!

السلام اے معدنِ علمِ رواں!

السلام اے نورِ اول کے نشاں!

السلام اے داستانِ بے کسی!

السلام اے دستِ حق، باطل شکن!

السلام اے رہبرِ علمِ لڈن!

السلام اے راحتِ دوٹِ نبی!

السلام اے بو ترابی کی دلیل!

السلام اے ساجدِ بے آرزو!

السلام اے ذوالفقارِ حیدری!

السلام اے مستیِ جامِ نجف!

السلام اے رازِ قرآنِ مبیں!

السلام اے ہم نشینِ ریگِ دشت!

السلام اے ذرِّ دینِ مصطفیٰ!

السلام اے گوہرِ عینِ علی!

دینِ پیغمبر کے عنوانِ جلی!





اللہ سے اورجِ بختِ بیابانِ کربلا  
صد غیرتِ بہشت ہے میدانِ کربلا

انسانیت کو بخش دیا اک شعورِ زیت  
تاریخ پر رہے گا یہ احسانِ کربلا

ایثار و مہر و عشق و محبت کے باب میں  
سارے ہی بے مثال تھے خاصانِ کربلا

ڈھونڈے گی حشر تک بھی تو دنیا نہ پائے گی  
ہے بے مثال اسوۂ سلطانِ کربلا

دنیا اسیر تیرگیِ ظلم و جور ہے  
ہے انتظارِ مہرِ درخشانِ کربلا

پھر اہل حق ہیں اور ہے باطل کی داروگیر  
ہے احتیاجِ نصرتِ خاصانِ کربلا

اس دورِ "الاماں" میں نہیں ہیں، مگر حسین  
پھیلا ہے یوں تو آج بھی دامانِ کربلا

عابد رضوی



اللہ ، اہل بیتِ پیبر کے ساتھ ہے  
اسلام کا وقار اسی گھر کے ساتھ ہے

پیا سے نہ ہم رہیں گے قیامت میں دیکھنا  
اپنا بھی ربط ساقی کوثر کے ساتھ ہے

آل نبی کو ذاتِ نبی سے جدا نہ جان  
ہر موج کا وجود سمندر کے ساتھ ہے

وہ اک مکاں کہ جس کا مکین بابِ علم تھا  
اپنا تو رابطہ ہی اسی گھر کے ساتھ ہے

آل نبی کے درد سے میں بھی جدا نہیں  
میرا نصیب ان کے مقدر کے ساتھ ہے



لاکھوں شقی ادھر ہیں ادھر اک حسین ہیں  
کانٹوں کی نوک جھونک گلِ تر کے ساتھ ہے

تنہا اسی کے نام سے دشمن تھا بدحواس  
اب کیا کرے، حسین بہتر<sup>72</sup> کے ساتھ ہے

سچ سچ ہو دل میں غم تو بھر آتی ہے آنکھ بھی  
اشکوں کا سلسلہ دل مضطر کے ساتھ ہے

اس ذاتِ پاک کا ہوں دل و جاں سے میں غلام  
دعویٰ غلط نہیں ہے، مگر ڈر کے ساتھ ہے

دشمن کی گفتگو میں کہاں خیر کی جھلک  
جو بات ہے شری کی، اک شر کے ساتھ ہے

بھیجوں یزیدیت پہ نہ کیوں لعنت اے نصیر!  
یہ دشمنی ہے اور مرے گھر کے ساتھ ہے

سید نصیر الدین نصیر گولڑوی



امام اہل طریقت حسین ابن علی  
چراغ بزم ولایت حسین ابن علی

فدائے حسن طریقت حسین ابن علی  
ضیائے نور شریعت حسین ابن علی

ہیں جان عہد خلافت حسین ابن علی  
وقار بزم شرافت حسین ابن علی

زمین کرب و بلا کے وہ شہسوارِ عظیم  
شہیدِ حق و صداقت حسین ابن علی

ہے ان کے دم سے گلستانِ فاطمہ پہ نکھار  
بہارِ باغ رسالت حسین ابن علی

خلوص و حلم و مروت کے پیکرِ دلکش  
ہیں آفتابِ ہدایت حسین ابن علی

زہے نصیبِ قمر پر کبھی جو فرمائیں  
نگاہِ لطف و عنایت حسین ابن علی



امامِ برحق اہل رضا! سلام علیک  
شہیدِ معرکہ کربلا! سلام علیک

گلِ مرادِ ولایت! حسین ابنِ علی!  
تمہ شرفِ مصطفیٰ! سلام علیک

ثبوت یہ ہے کہ نورِ شہادتِ کبریٰ  
تری جبیں سے نمایاں ہوا، سلام علیک

عبث ہے اور کہیں راہِ صبر و حق کی تلاش  
تری مثال ہے جب رہنما، سلام علیک

ترے طفیل میں حسرت! بھی ہو شہیدِ وفا  
یہی دعا ہے یہی مدعا، سلام علیک

حسرت موہانی



اونچے لقب ہیں جن کے اور اونچے خطاب ہیں  
وہ فاطمہ کے لال ہیں عالی جناب ہیں

بخشی ہے ان کے خون نے دیں کو حیات نو  
ان کے لہو کی مہک سے مہکے گلاب ہیں

کربل کی سر زمین کو کیوں نہ کہوں فلک  
اک آفتاب اس میں کئی ماہتاب ہیں

آل نبی نے جس طرح ظلم و ستم سہے  
وہ صبر کے نصاب کی پوری کتاب ہیں

ان کو شمر ، یزید مٹائیں گے کس طرح  
اللہ کا اور رسول کا جو انتخاب ہیں

جانیں تار کر گئے جو دین پر ایازا  
بے مثل و بے نظیر ہیں ، وہ لاجواب ہیں



اہل بیتِ مصطفیٰ سے جب محبت ہوگئی  
زیست کی ہر سانسِ مصروفِ عبادت ہوگئی

مستقل آئینِ ہستی، مستقل دستورِ عشق  
تیری اے جانِ نبی ایک ایک ساعت ہوگئی

کربلا میں تیرے ہر ہر گام پر جانِ رسول  
زیست کے مبہم فسانے کی وضاحت ہوگئی

دے کے سرِ شبیر نے اسلام کو بخشی حیات  
لیجئے اس کام سے بھی آج فرصت ہوگئی

دیکھنے والوں نے دیکھا ہر نئی آفت کے بعد  
تیز شاہِ دیں کے چہرہ کی بشاشت ہوگئی



اے ابنِ علی ، سبطِ نبی ، عظمتِ پیہم !  
 اے نورِ خدا ، فخرِ رسل ، سیدِ عالم !  
 عالیٰ نسبِ میں بھی ہے تو سب سے معظم  
 تو نے کیا اسلام کی بنیاد کو محکم

تو بن کے چراغ آیا ہے اللہ کا زمیں پر  
 جنت کا بھی سردار ہے تو عرشِ بریں پر





مادر تری مریم سے بھی رتبے میں سوا ہے  
 جعفر ہے چچا اور اسے پرواز روا ہے  
 بھائی ہے حسن ، مالک کل صبر و رضا ہے  
 شیدا ترے عباس پہ دنیا کی وفا ہے  
 تو ساتھ ہے قرآن کے قرآن ترے ساتھ  
 ہادی ہے تو ، رہبر ہے تو ، رحمن ترے ساتھ

مخلوق کو ملتی ہیں ترے در پہ پناہیں  
 رہتی ہیں کرم بار سدا تیری نگاہیں  
 ہیں راہیں رسول اور علی کی تری راہیں  
 جو تو نے کیا اس کو پیہر بھی سراہیں  
 پورا تو محبوبوں کا ہر اک خواب کرے گا  
 ہے ساقی کوثر ، انہیں سیراب کرے گا

دشمن ترے ہر دور میں ناکام رہیں گے  
 دیوانے ترے صاحبِ انعام رہیں گے  
 ہم ذکر میں تیرے سحر و شام رہیں گے  
 جو تو نے خریدے ہیں خوش انجام رہیں گے  
 بے مثل ہے تو۔ دونوں جہاں میں مرے مولا  
 اک چشمِ کرم! ہم ہیں خزاں میں مرے مولا

علی یاسر



اے امامِ عاشقاں ! اے سیدِ عالی تبار  
تیرے خوں سے ہے درخشاں کربلا کا ریگ زار

جس ربابِ عشق کو تو نے نوا ساماں کیا  
آج بھی ہے زمزمہ افروز اس کا تار تار

تو بنائے لالہ تو مستِ صہبائے آلت  
جاں نثاری نے تری بدلا مزاجِ روزگار

تیرے جاں دینے سے ابھرا اور نقشِ حریت  
نعرہٴ حق سے ترے باطل نے لی راہِ فرار

جو ستم ڈھائے گئے تھے تیرے اہل بیت پر  
چشمِ چرخِ نیلگوں اب تک ہے ان پر اشک بار

حق پرستی کی تڑپ پیدا ہو پھر تیری طرح  
پاسِ ناموسِ پیمبر ہو اگر اپنا شعار

خلوتِ دل میں ضیا افشاں ہیں تیرے غم کے داغ  
تیرا غم ہے مایہٴ صبر و سکون، وجہِ قرار

پروفیسر محی الدین خلوت



اے بادشاہِ دینِ وفا ! سیدی ! سلام  
اے حق کے پاسدار، اے سبطِ نبی ! سلام

زہرا کا لعل، بازوئے خیر شکن کہوں  
یا پھر تجھے حسین ! غریب الوطن کہوں  
صبر و رضا کا صدق کا معیار بھی حسین  
دشتِ بلا میں قافلہ سالار بھی حسین

احباب و جاں نثار فدا ہو گئے تمام  
ایک ایک کر کے فرض ادا ہو گئے تمام  
اسلام فتح مند ہوا، شر نہیں رہا  
اس میں مگر حسین ! ترا گھر نہیں رہا

القصد جو بھی کی تھی کمائی حسین نے  
راہِ رضا میں ساری لٹائی حسین نے  
سکتہ ہے آسمان کو، دلگیر دشت ہے  
دریا لہو ہے، مقتلِ شبیر دشت ہے

ہے آبروئے ہوش یہ وارثی، سلام  
اے حق کے پاسدار ! اے سبطِ نبی ! سلام



اے بدخشانِ نبی کے لعلِ احمر! السلام  
اے گلستانِ علی کے لالہ تر! السلام

ایک ساعت ہی میں امت پھر گئی نانا کی سب  
کیا قیامت لائی تیرے سر کے اوپر السلام

بوند بھر پانی نہ دریا پر تجھے پینے دیا  
اے تمنائے دل ساقی کوثر! السلام

اے گلِ خوش رنگِ گلزارِ شہادت! السلام  
تیری مظلومی کی دیں گے سب شہادت، السلام

جو ردیکھے تو نے کیا کیا لعلِ سلگِ جور سے  
اے کہ گذری تیرے اوپر سخت حالت، السلام

کارواں در کارواں بارِ آلمِ تجھ سے کھنچا  
حوصلہ کس کا جو دیکھے یہ ملامت السلام



اے حسین ابنِ علی! اے حریت کے تاجدار!  
تیرے غم میں ہے عروسِ زندگی سینہ فگار

تو نے اپنے خون سے سینچا چمنِ اسلام کا  
کیوں قیامت تک چلے سکے نہ تیرے نام کا

تو نے انساں کو دیا یوں درسِ تسلیم و رضا  
نیڑ مہر و وفا کو پھر سے تاباں کر دیا

عالمِ علمِ لَدُنِّیؐ ، مخزنِ اسرارِ دین  
ظاہر و باطن ترا تفسیرِ قرآنِ مبین

کربلا میں روزِ عاشورہ کٹا کر اپنا سر  
مہرِ حق کو اپنے خوں سے کر دیا تابندہ تر

وہ شریعت جو چلی نامِ رسولِ پاک سے  
اور بھی روشن ہوئی وہ کربلا کی خاک سے

محسنِ انسانیت تو ہے حسین ابنِ علی  
حافظِ وحدانیت تو ہے حسین ابنِ علی



اے حسین ابنِ علی، نورِ نگاہِ مصطفیٰ  
 اے امامِ با صفا اے پیکرِ صبر و رضا  
 اے وقارِ ملتِ اسلام اے مردِ خدا  
 اے جہانِ رنگ و بو کے آفتابِ پر ضیا

آج بھی وردِ زبانِ خَلْقِ تیرا نام ہے  
 زندہ جاوید اب بھی ہر ترا پیغام ہے

کس قدر تھا آپ کو قرآن کی عظمت کا خیال  
 راہِ حق میں سر بکف نکلے مع اہل و عیال  
 کسمپرسی سے نہیں تھا دل میں کچھ رنج و ملال  
 مسکراہٹ تھی لبوں پر زخم سے تھے خستہ حال

سر کٹایا بھوکے پیاسے جوشِ ایمانی کے ساتھ  
 جذبہٴ اسلام تھا دل میں فراوانی کے ساتھ



چومتی تھی تیرے قدموں کو حیاتِ جاوداں  
 پر خطر گھڑیوں میں بھی قائم رہا عزمِ جہاں  
 نامِ حق شمشیروں کے سایہ میں تھا وردِ زباں  
 خون بہا کر، کر دیا سر سبز دین کا گلستاں

مٹ رہی تھی شانِ رکھ لی مذہبِ اسلام کی  
 لاج باقی رہ گئی اسلاف کے پیغام کی

خوف سے چھوڑا نہ فرمانِ رسالت آپ نے  
 کربلا میں کر دی تکمیلِ شہادت آپ نے  
 واقعی پورا کیا حقِ امامت آپ نے  
 ابنِ حیدر! خوب دکھلائی شجاعت آپ نے

رنج و غم آتے رہے تجھ پر فراوانی کے ساتھ  
 ہر قدم لیکن اٹھا آیاتِ قرآنی کے ساتھ

ساری امت پہ ہے احسانِ حسین ابنِ علی  
 دین کے سینے میں ہے ایمانِ حسین ابنِ علی  
 حشر تک جاری ہے فرمانِ حسین ابنِ علی  
 اک زمانہ ہے ثنا خوانِ حسین ابنِ علی

کاش ان کی راہ پر ہم گامزن ہوتے نسیم!  
 حق کی خاطر خوگرِ رنج و محن ہوتے نسیم!

مولانا نسیم بستوی



اے دشتِ کربلا تری کھدر زمین پر  
پیاسا تڑپ کے سو گیا ریشم حسین کا

کچھ غور کیجئے تو کھلے گا یہ فلسفہ  
ذی الحج حسین کا ہے، محرم حسین کا

اوڑھے ہوئے ہیں آج بھی زندہ ضمیر لوگ  
آب و ہوا حسین کی، موسم حسین کا

لوکِ سناں پہ اور اسے کر دیا بلند  
جب سر کسی سے ہو نہ سکا خم حسین کا

روشن صداقتوں کے سبھی کر گیا چراغ  
صادق جمیل! خونِ مکرم حسین کا





اے زمینِ کربلا تیری فضاؤں کو سلام  
 خاکِ کربلا تیرے ذروں کی ضیاؤں کو سلام  
 چھو کے جو چلتی ہیں طیبہ کے شہیدوں کے قدم  
 ان تڑپتی ، اشک برساتی ہواؤں کو سلام  
 کس طرح تجھ پر قدم رکھے نبی کی آل نے  
 کس طرح سجدے کئے تجھ پر علی کے لال نے

کون رویا تھا مدینے کا نگینہ دیکھ کر  
 کون تڑپا تھا علی اکبر کا سینہ دیکھ کر  
 مصطفیٰ کی آل کے خیمے جلے تھے کس طرح  
 کس طرح روئی تھی اصغر کو سینہ دیکھ کر  
 کیسے حلقومِ علی اصغر کو چھیدا تیر نے  
 کس طرح لاشہ اٹھایا تھا سخی شبیر نے

دشتِ کربلا! کیا تجھے ماضی کا منظر یاد ہے؟  
 کس طرح تجھ پر گرا تھا ابنِ حیدر، یاد ہے؟  
 بوسہ گاہِ رحمۃ للعالمین پر پے بہ پے  
 شمر ظالم لعنتی کی ضربِ خنجر یاد ہے؟  
 کس نے ارضِ کربلا تجھ کو معالیٰ کر دیا  
 تیرے ویرانوں کو کس نے نورِ حق سے بھر دیا

پیرمید خضر حسین چشتی



اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول  
تڑپی ہے تجھ پہ لاشِ جگر گوشہ بتول

اسلام کے لہو سے تری پیاس بجھ گئی  
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسول

کرتی رہے گی پیش شہادت حسین کی  
آزادی حیات کا یہ سردی اصول

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر  
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول



ایک قطرے کو جو دوں بسط تو قلم کردوں  
 بحرِ موجِ فصاحت میں تلاطم کردوں  
 ماہ کو مہر کروں ذروں کو انجم کردوں  
 گنگ کو ماہرِ اندازِ تکلم کردوں  
 عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاہی میں  
 پانچویں پشت ہے شبیر کی مداحی میں  
 عرشِ اعظم کو ہلاتی تھیں دعائیں ان کی  
 وجد کرتے تھے ملک سن کے صدائیں ان کی  
 وہ عماسے ، وہ قبائیں ، وہ عبائیں ان کی  
 حوریں لیتی تھیں بصد شوق بلائیں ان کی  
 ذکرِ خالق میں لب ان کے جو ہلے جاتے تھے  
 غنچے فردوس کے شادی سے کھلے جاتے تھے

کیا جوانانِ خوش اطوار تھے ، سبحان اللہ  
 کیا رفیقانِ وفادار تھے ، سبحان اللہ  
 صندر و عازی و جرار تھے ، سبحان اللہ  
 زاہد و عابد و ابرار تھے ، سبحان اللہ  
 زن و فرزند سے فرقت ہوئی ، مسکن چھوڑا  
 مگر احمد کے نواسے کا نہ دامن چھوڑا



اللہ اللہ! عجب فوج عجب غازی تھے  
 عجب اسوار تھے بے مثل عجب تازی تھے  
 لائق مدح و سزاوار سرافرازی تھے  
 گو بہت کم تھے، پہ آمادہ جاں بازی تھے  
 پیاس ایسی تھی کہ آ آ گئی جاں ہونٹوں پر  
 صابر ایسے تھے کہ پھیری نہ زباں ہونٹوں پر  
 تین تنہا شہ دیں لاکھ سواروں سے لڑے  
 بے سپر، برچھیوں والوں کی قطاروں سے لڑے  
 صورت شیر خدا ظلم شعاروں سے لڑے  
 دو سے اک لڑ نہیں سکتا یہ ہزاروں سے لڑے  
 گر ہو غالب تو ہزاروں پہ وہی غالب ہو  
 جو دل و جان علی ابن ابی طالب ہو  
 اسد اللہ کے صدقے شہ والا کے ثار  
 وہی حملے تھے، وہی زور، وہی تھی تلوار  
 فتح، حیدر نے کیا جنگ میں خیر کا حصار  
 مورچے فوج کے حضرت نے بھی توڑے کئی بار  
 کیوں نہ ہو احمد مرسل کے نواسے تھے حسین  
 فرق اتنا تھا کہ دو روز کے پیاسے تھے حسین



ایمان کی ہے جان محبت حسین کی  
دیدارِ مصطفیٰ ہے زیارت حسین کی

اسوہ رسولِ پاک کا سیرت حسین کی  
ہے صورتِ رسول ہی صورت حسین کی

دفتر ہے کائنات کا ان کی نگاہ میں  
اللہ کی عطا ہے فراست حسین کی

ذاتِ حسین سے ہے عیاں شانِ مصطفیٰ  
اللہ جانتا ہے حقیقت حسین کی

اپنے لہو سے عشق کی روداد کی رقم  
واللہ! بے مثال ہے عظمت حسین کی

فیضان ہے سیرہ مہر علی شاہ کا تمام  
مجھ پر ہے یہ معین! عنایت حسین کی

پیرسید غلام معین الحق گیلانی



ایمان و آگہی کا یہ روشن اصول ہے  
سبٹ نبی کا ذکر ہی ذکرِ رسول ہے

کر دی بنائے عظمتِ توحید استوار  
لتھڑا ہوا ہے خون میں چہرے پہ دھول ہے

میرے حضور نے اسے سونگھا تو یہ کہا  
چہرہ مرے حسین کا جنت کا پھول ہے

خلعت اسی نے پائی حیاتِ دوام کی  
جس کو بنامِ زندگی مرنا قبول ہے

ہر چشمِ سوگوار سے جاری ہے جوئے اشک  
ابنِ علی کے غم میں زمانہ تلؤل ہے

حُبتِ حسین ہم کو میسر اگر نہ ہو  
بے کار ہے یہ زندگی جینا فضول ہے

محلِ یزید پر کبھی آ جائے برگ و بار  
سودائے خام ہے رضا! وہم اور بھول ہے

پروفیسر محمد اکرم رضا



باغِ جنت کے ہیں بہر مدحِ خوانِ اہلِ بیت  
تم کو مژدہ ناز کا ، اے دشمنانِ اہلِ بیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں  
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیت

اللہ کے گھر میں سببِ اجازت جبرئیل آتے نہیں  
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلِ بیت

سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند  
اور اونچی کی خدانے ، قدر و شانِ اہلِ بیت

جمعہ کا دن ہے ، کتابیں زیت کی طے کر کے آج  
کھیلتے ہیں جان پر ، شہزادگانِ اہلِ بیت

اہلِ بیتِ پاک سے گستاخیاں ، بے باکیاں!  
لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ دُشْمَانِ اٰہِلِ بَيْتِ

بے ادب گستاخ فرقے کو بتا دے اے حسن!  
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہلِ بیت

مولانا حسن رضا خان بریلوی



بڑا وقار بڑا احترام ہے تیرا  
حسین! کعبہٴ دل میں مقام ہے تیرا

تری ولا نہیں دل میں تو بندگی بے سود  
جو ہے درود میں شامل وہ نام ہے تیرا

لہو سے تو نے رگِ دیں میں زندگی بھردی  
کہ تابشِ رخِ اسلام کام ہے تیرا

بجا کہ محسنِ انسانیت کہیں تجھ کو  
جبینِ دہر پہ تابندہ نام ہے تیرا

سلام تجھ پہ اے بزمِ حجاز کے ساقی  
مئے نجات سے لبریز جام ہے تیرا

ہراساں کر نہ سکے تجھ کو جبر و استبداد  
جو مٹ سکا نہ، وہ نقشِ دوام ہے تیرا

بلاؤِ روضہ پہ ساغر کو اے شہِ ابرار  
یہ بے نوا بھی تو آخر غلام ہے تیرا





بڑھے جو کرتے وہ شہِ انام ، سلام  
صدائیں آتی تھیں ہر سمت سے سلام سلام

بڑا ہجوم تھا طیبہ کی پہلی منزل پر  
کھڑے تھے راہ میں کرنے کو خاص و عام سلام

زمین منزل مقصود نے قدم چومے  
فلک نے دُور سے جھک کر کہا ، امام! سلام

تمام رات انہیں بھیجتی رہیں حوریں  
کسی کے نام درود اور کسی کے نام سلام

یہ شاہ وہ ، جنہیں سب شاہِ شاہاں کہتے ہیں  
امام وہ ، جنہیں کرتے ہیں سب امام سلام

انہیں سلام ، منور! یہ چاہتا ہے جی  
تمام عمر لکھوں اور نہ ہو تمام سلام



بساطِ نور ، بچھاتے ہیں کربلا والے  
زمین کو عرش بناتے ہیں کربلا والے

میں خار زارِ مصائب سے جب گزرتا ہوں  
مجھے سنبھالنے آتے ہیں کربلا والے

صعبتوں کی مسافت میں رہ نوردوں کو  
رہ نجات دکھاتے ہیں کربلا والے

ہمارے دل میں کثافت کا شائبہ بھی نہیں  
ہمیں تو روز رلاتے ہیں کربلا والے

ہم اپنے زخم چھپاتے ہیں شرمساری سے  
جب اپنے زخم دکھاتے ہیں کربلا والے

ہمارے اشک کبھی رائیگاں نہیں جاتے  
یہ پھول آ کے اٹھاتے ہیں کربلا والے

ہمیں تو درس بھی اشعر! انہی سے ملتے ہیں  
حدیثِ عشق سناتے ہیں کربلا والے

سید علی متعال اشعر



بس ایک رِجس کہ معیارِ حق نظر میں نہیں  
وگر نہ کیا ہے جو بنتِ نبی کے گھر میں نہیں

فقط یہ فاطمہ زہراء کو اوجِ حق سے ملا  
کہ تین امام بیک جا، کسی کے گھر میں نہیں

حسین ہیں کہ محبت کی ہر نگاہ میں ہیں  
یزید آج کسی شخص کی نظر میں نہیں

ذرا حسین کے معصوم کی وِعا دیکھو  
کہ وار کر گئے تلوار بھی کمر میں نہیں

سوئے حسین رواں ہے قدم سے دل آگے  
یہ ذوق و شوق کسی اور رہگزر میں نہیں

سید وحید الحسن ہاشمی



بلند شان ، فلک مرتبہ امام حسین  
سکون دیدہ خیر النساء امام حسین

سوارِ شانہ خیرالورثی امام حسین  
کجا یزید شمر ، کجا امام حسین

لیا پناہ میں ، بے آبرو نہ ہونے دیا  
عروسِ دینِ خدا کی ردا ، امام حسین

نظر کے سامنے گولختِ دل شہید ہوئے  
نہ آہ کی ، نہ ہوئے لب کشا امام حسین

وہ جن کے ناز اٹھاتے تھے جبرئیل امین  
یہی تو ہیں وہ شہِ کربلا امام حسین

ادا نہ کی ہے کسی نے نہ کر سکے گا کوئی  
نماز کر گئے ایسی ادا امام حسین

خلیل ، صاحبِ ایثار تو ہوئے انور !  
وہ ابتدا تھے مگر انتہا امام حسین



بنیادِ قصرِ دین ہے محبتِ حسین کی  
ایمان کا ثبوتِ موذتِ حسین کی

سر دے کے لاج رکھ لی محمد کے دین کی  
یہ حوصلہ یہ عزم یہ جرأتِ حسین کی

لب تشنہ، دل پہ داغ، ہزاروں سے تنہا جنگ  
چشمِ فلک نے دیکھی شجاعتِ حسین کی

اعلائے حق پہ سر بھی قلم ہو تو غم نہیں  
یہ درس دے رہی ہے شہادتِ حسین کی

فتنہ یزیدیت کا اٹھانے لگا ہے سر  
دنیا کو پھر ہے آج ضرورتِ حسین کی

حضرت کے مدحِ خوانوں میں آتا ہے میرا نام  
ساغر! ہے مجھ پہ نظرِ عنایتِ حسین کی

ساغر جعفری



بہاروں پر ہیں آج آرائش گلزار جنت کی  
سواری آنے والی ہے شہیدانِ محبت کی

علی کے پیارے، خاتونِ قیامت کے جگر پارے  
زمین سے آسماں تک دھوم ہے ان کی سعادت کی

یہ وہ شمعیں ہیں جن سے جان تازہ پائیں پروانے  
یہ وہ شمعیں ہیں جو ہنس کر گزاریں شبِ مصیبت کی



یہ وہ شمعیں نہیں جن سے فقط اک گھر منور ہو۔  
یہ وہ شمعیں ہیں جن سے روح ہو کافور ظلمت کی

زمین کربلا پر آج ایسا حشر برپا ہے  
کہ کھچ کھچ کر مٹی جاتی ہیں تصویریں قیامت کی

اکیلے پر ہزاروں کے ہزاروں وار چلتے ہیں  
مٹا دی دین کے ہمراہ عزت شرم و غیرت کی

مگر شیر خدا کا شیر جب بھرا ، غضب آیا  
پرے ٹوٹے ، نظر آنے لگی صورت ہزیمت کی

نہ ہوتے گر حسین ابن علی اس پیاس کے بھوکے  
نکل آتی زمین کربلا سے نہر جنت کی

حسن سنی ہے پھر افراط و تفریط اس سے کیونکر ہو  
ادب کے ساتھ رہتی ہے روش ارباب سنت کی



بیان کون کرے منصب و مقام حسین  
رسول پاک نے رکھا ہوا تھا نام حسین

حسین محورِ انسانیت، ضمیرِ وفا  
ہر ایک شخص پہ لازم ہے احترام حسین

خدا نے ذکر خود ان کا بلند فرمایا  
مہک رہا ہے سرِ نیزہ بھی کلام حسین

یہ بادشاہت دنیا تو آئی جانی ہے  
چلے گا جنتِ فردوس میں نظام حسین

جو اس کی پیاس کے احساس میں رہے سیراب  
نلے گا چشمہ کوثر سے اس کو جام حسین

خدا کے ساتھ ہیں یہ اور خدا ہے ان کے ساتھ  
رسول ہوں کہ علی ہوں کہ ہوں امام حسین

عطائے ربِّ دو عالم ہے یہ علی یاسر!  
مری بساط کہاں میں لکھوں سلام حسین





بے نوا تھی زندگی ، ذوقِ نوا دے کر گیا  
اس فنا آمادہ ہستی کو بقا دے کر گیا

خاکِ تیرہ کو کیا اپنے لہو سے تابناک  
ریت کے ذروں کو تاروں کی ضیا دے کر گیا

جان دی اور کشتگانِ خنجرِ تسلیم کو  
ایک تازہ زندگی کا آسرا دے کر گیا

منزلِ اول سے ابھری منزلِ آخر کی شان  
ابتدا کو بھی مقامِ انتہا دے کر گیا

کس قدر تھا ظرفِ عالی ، کیا قوی تھا حوصلہ  
وقتِ آخر ، دشمنوں کو بھی دعا دے کر گیا

حق پرستوں کو دیا ، حق کی کٹھن رہ کا سراغ  
جاں نثارانِ صداقت کو صدا دے کر گیا

راست گفتاری رہیں سخت آزارے بود  
در بلندی نعرۂ حق صورتِ دارے بود

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم



پادشاہِ دین و ایماں، تاجدارِ کربلا  
ہے نبوتِ جس پہ نازاں، شہسوارِ کربلا

خونِ شاہِ کربلا کی اس میں ہے اب تک مہک  
منظرِ خلدِ بریں ہے ریگزارِ کربلا

آپ کا اک اک قدم ہے دینِ حق کا مرحلہ  
منزلِ اہلِ نظر ہے ریگزارِ کربلا

کاروانِ اہلِ حق نے یوں کیا اس میں قیام  
جاں فدائے نبیوا ہے دلِ ثارِ کربلا

سیدِ کونین نے دی جس کے جلووں کی خبر  
ہے ترا نقشِ شہادت، اے نگارِ کربلا

اس کے ذروں میں ہے انوارِ نبوت کی جھلک  
محرمِ حسنِ ازل ہے رازِ دارِ کربلا

جراتِ شبیر اے منشور! ہے اک آئینہ  
خُر کی بیداری ہوئی آئینہ دارِ کربلا



پارہ و لختِ دلِ سیدِ دارین ، حسین  
شکل و صورت میں شہِ خلد کے ہیں عین ، حسین

آپ کے ذکرِ دلِ آرا سے مرے دل سے اٹھے  
حزن کے ، خوف کے ، آلام کے سب رین ، حسین !

چار چاند آپ سے اعزازِ شہادت کو لگے  
اے ضیائے نظرِ ابنِ ذبیحین ، حسین !

میں یہ سمجھوں گا مرے سر کی ہے زینتِ اکیل  
مرے سر پر جو سجیں آپ کے نعلین ، حسین !

خواب میں آپ کا دیدار میسر ہو اگر  
مس کروں آپ کے نھین سے خدین ، حسین !

آپ کی حُب کے تو سل سے مرا نام بھی ہے  
بابِ فردوس پہ مرقوم بقوسین ، حسین !

عین ممکن ہے کہ از یمنِ مودتِ ناظم !  
میرے اور داورِ محشر کے ہوں مابین ، حسین

بشیر حسین ناظم



پچان لی ہے جس نے بھی عظمت حسین کی  
نگلی نہ اس کے دل سے محبت حسین کی

حق اب بھی سرفراز ہے باطل کے سامنے  
یہ فیض ہے حسین کا ، برکت حسین کی

بعد از غم حسین کوئی غم نہیں رہا  
حاصل جسے بھی ہوگی نسبت حسین کی

برباد ہو کے رہ گئے باطل پرست لوگ  
باطل پہ اس طرح پڑی ضربت حسین کی

ابھرے گی جب بھی دہر میں فکرِ یزیدیت  
انسان کو پڑے گی ضرورت حسین کی

رکنا ہے سر بلند سفیرانِ حق تمہیں  
حاصل ہے ہر قدم پہ قیادت حسین کی

تاریخِ کربلا کا تسلسل ہے یہ ندیم !  
ہر دور میں ہے زندہ شجاعت حسین کی



پورِ بتول بھی حسین ، ابنِ امام بھی حسین  
نورِ نگاہِ سیدِ خیرالانام بھی حسین

عزمِ خلیل کا امین ، ذبحِ عظیم کا نشان  
عشقِ ستیزہ کار کا سوزِ دوام بھی حسین

اس کا لہو شفقِ شفق ، کہتا ہے یہ افق افق  
رونقِ صبح بھی حسین ، زینتِ شام بھی حسین

اس کے سوا کوئی نہ تھا ، اس کے سوا کوئی نہیں  
قافلہٴ حجاز کا حسنِ خرام بھی حسین

جس نے شکست و فتح کا اک نیا فلسفہ دیا  
معرکہٴ وجود میں ایسا امام بھی حسین

اس کی نمازِ کربلا ، کہتی ہے اب بھی بر ملا  
محرمِ خاص بھی حسین ، جلوہٴ عام بھی حسین



## پیکار میں مردانِ مجاہد کی خوشی ہے

یہ سرخِ پیغامِ حسین ابنِ علی ہے  
تصویرِ شہادت ، وہ خفی تھی یہ جلی ہے  
پیکار میں مردانِ مجاہد کی خوشی ہے  
آوازِ صداقت ، نہ دبے گی نہ دبی ہے  
قتلِ محمد نہ بچھے گی نہ بچھی ہے  
لیکن درِ باطل پہ جھکے گی نہ جھکی ہے  
شمروں کی کمی ہے نہ یزیدوں کی کمی ہے  
نیزے کی انی پر سرِ فرزندِ علی ہے  
میدان میں جو بے گور و کفن لاش پڑی ہے  
ملعون و سیہ بخت و شقی ازیلی ہے  
آغاز سے ہی رسم و رہِ عشق یہی ہے

کیا رتبہ عالی ہے امامِ الشہدا کا  
کونین کی گردن پے تعظیم جھکی ہے

پوشیدہ شہادت میں حیاتِ ابدی ہے  
وہ ابنِ براہیم تھا یہ ابنِ علی ہے  
قازی کو ہے تلوار کی جھنکار بھی نغمہ  
سو آتشِ نمرود ہو سو خنجرِ فرعون  
ہر دور کے بوجہل اسے لاکھ بجھائیں  
کتنی رہی مردانِ حق آگاہ کی گردن  
ک جذبہٴ شبیر ہی باقی نہیں ہم میں  
سے چشمِ فلک! تو بھی بہا خون کے آنسو  
ہے فاطمہ کا لعل ، محمد کا نواسہ  
س جس نے بھی ڈھائے ہیں ستم آلِ نبی پر  
اں دے کے ہی ملتی ہے یہاں منزلِ محبوب



پوری امت کے لئے ہے جو بشارت کی مثال  
اس پہ صادق ہوئی محبوب رسالت کی مثال

کربلا حشر تک دے گی گواہی اس کی  
وقت کے پاس نہیں ایسی شہادت کی مثال

بوسہ نانا کا رہا خبت گلو آخر تک  
کون لائے گا بھلا ایسی محبت کی مثال

توشہ صبر و رضا لے کے سبھی اہل بیت  
جادہ حق پہ چلے دینے مسافت کی مثال

شاہ مرداں کے بھی اوصاف عیاں تھے سارے  
ہر عمل شاہ امم سے تری نسبت کی مثال

سلسلہ ذکر کا جاری تھا سو جاری ہی رہا  
بن گئی غایت قرآن تلاوت کی مثال

آخری وقت جو تھا لشکرِ اعدا سے خطاب  
اس خطابت کی ملے گی نہ بلاغت کی مثال

علی اکبر عباس



پیارے نبی کی بات کا اقرار چاہئے  
کرنا نبی کی آل سے بس پیار چاہئے

کیسے شریکِ غم کوئی ہوگا حسین کا  
دل بھی تو اہل بیت کا حُب دار چاہئے

کرب و بلا کے راز بتاؤں میں کس طرح  
محرم کوئی تو واقفِ اسرار چاہئے

ظلم و ستم کی رات ہو جتنی طویل بھی  
دل جذبہٴ حسین سے سرشار چاہئے

خود گھر بلا کے کوفیوں نے ساتھ نہ دیا  
ان کے گلے میں لعنتوں کا ”ہار“ چاہئے

خیمے جلائے لاشوں پہ گھوڑے دوڑا دیئے  
جنگ کا کوئی اصول یا معیار چاہئے

یہ فیصلہ حسین کا ہر وقت تھا ایاز !  
قربان دین پر مرا گھر بار چاہئے





پياس كى همت ٹوٹ چكى هے اور پياسا باقى هے  
اب بهى هراك آنكه ميں اس كے نام كا دريا باقى هے

دنيا والو ! گر سمجھو تو جيت اسى كو كهتے هيں  
سب كنبه قربان هوا هے پھر بهى سارا باقى هے

مكه ، كوفه ، شام ، مدينه ؛ ديكهو ، گھومو ، پھرو ، سمجھو  
اربوں عرب پڑے هيں ليكن كس كا شجره باقى هے

شمر سے هر شامى نے پوچھا تم كيا كاٹ كے لائے هو؟  
چهره ، جلوه ، لهجه ، بلكه يه تو سارا باقى هے

ناز بھرے انداز ميں اب شبير ، يزید سے پوچھے هے  
اب كيا ميرے پاس نهیں هے اور كيا تيرا باقى هے؟



پیام دیتی ہے اب بھی یہ کربلا کی زمیں  
حسین و شمر کا اندازِ فکر ایک نہیں

حسین بے سروساماں ، حسین بے لشکر  
یزیدیوں کی سپہ ، شمر کے یار و ہمیں

یہ کون ہے؟ یہ محمد کے دل کا ٹکڑا ہے  
جبیں پہ نورِ نبوت ، جگر میں سوزِ یقین

رہ خدا میں لٹانے کو لے کے آیا ہے  
تمام گوہرِ تاباں ، تمام لعل و نگین

مچی ہے لشکرِ شمر و یزید میں ہلچل  
کھڑا ہے دھوپ میں ابنِ علی بصد تمکین

شہادتِ علی اصغر سے بھی نہیں منموم  
شہادتِ علی اکبر سے بھی نہیں غمگین

بس اک شہادتِ عظمیٰ ہے منتہائے نظر  
زہے کمالِ جگر گوشہ رسول امیں



تاریخ مثال ایسی کوئی ڈھونڈ کے لائے  
سرتن سے جدا بھی ہو مگر موت نہ آئے

دو چار نہیں زندہ جاوید ہیں سارے  
وہ سر، کہ بہتر<sup>72</sup> تھے جو مولانا لٹائے

خیموں میں ہے پھر آتشِ نمرود کا منظر  
یہ آگ تو گلزارِ براہی کھلائے

گل کر کے دیا، دیتا ہے جانے کی اجازت  
کون ایسے سخی دل کو بھلا چھوڑ کے جائے

شامل تھا شہادت کا جنوں اس کے لہو میں  
پرداز کا فن کون پرندے کو سکھائے

سوچوں میں کبھی صبر و رضا کے جو معانی  
اک نامِ حسین ابنِ علی سامنے آئے

اعزاز احمد آزر



تجلی عرش ہی مکمل جہاں میں بن کر امام آئے  
جب آپ آئے تو آسماں سے فرشتے بہرِ سلام آئے

گھٹائیں ظلمت کی چھارہی تھیں ہوائیں باطل کی آرہی تھیں  
سنانے حق کی صدا جہاں میں امامِ ذی احترام آئے

دہل گئے دل یزیدیوں کے مچا تہلکہ صفِ عدو میں  
نکل کے خیمہ سے رن کی جانب جو شاہِ حیدر مقام آئے

عجب قیامت کی وہ گھڑی تھی امامِ عالی تھے سر بسجده  
اتارنے کو سرِ مبارک سیاہ کارانِ شام آئے

ادھر تو یہ ہولناک منظر، گلے پہ شہ کے رواں ہے خنجر  
ادھر وہ عالم کہ جامِ کوثر لئے ملائک تمام آئے

شہِ رسل نے خبر جو دی تھی ہوئی مکمل وہ کربلا میں  
شہیدِ اعظم وہ بالیقین تھے جو حشر میں شاد کام آئے

وہ نورِ سرور، وہ جانِ حیدر، وہ ماہِ تابانِ آلِ اطہر  
یہ مرتبہ تھا انہی کا صابر! جو دین و ملت کے کام آئے

مولانا صابر براری الضیائی



تجھ پر سلام ، تیری وفا پر سلام ہو  
تیرے کمالِ صدق و صفا پر سلام ہو

تو میرے کاروانِ شہیداں ہے اے حسین  
اے فاطمہ کے لعل ، محمد کے نورِ عین

تجھ پر سلام ، دوشِ پیہر کے شہسوار  
زندہ ہے تجھ سے ملتِ اسلام کا وقار

گردن نہ جھک سکی تری باطل کے روبرو  
تیرا عمل ہے اصل میں تفسیرِ جَاهِدُوا

تیرا یہی پیام ہے انسانیت کے نام  
ہر حال میں ہو حق و صداقت کا احترام

جاں دے کے تو نے رکھ لی محبت کی آبرو  
قائم ہے تجھ سے آج بھی ملت کی آبرو

زندہ ہے تجھ سے آج بھی ناموسِ دینِ حق  
شبیر ! بے گماں ہے تو مسندِ نشینِ حق

اہر شادانی



تذکرہ سنیے اب ان کا دل بیدار کے ساتھ  
ہے جنہیں خاص قرابت شہ ابرار کے ساتھ

صرف زینب کا وہ خطبہ سرِ دربار نہ تھا  
رعب حیدر کا بھی تھا جرأتِ گفتار کے ساتھ

بیڑیاں ، صدمہ ، سفر ، پیاس ، نقاہت ، صحرا  
ظلم کیا کیا نہ ہوئے عابدِ بیمار کے ساتھ

ہائے! کس طرح وہ بازار سے گزرے ہوں گے  
نام تک جن کا نہ آیا کبھی بازار کے ساتھ

خود کو وہ فوجِ حسینی کا سپاہی سمجھے  
جس کا کردار بھی پاکیزہ ہو گفتار کے ساتھ

ان پہ طاری تھا ترے سامنے اک رعبہ خوف  
رقص کرتے تھے جو پازیب کی جھنکار کے ساتھ

ان کا لہجہ ہے حقیقت میں علی کا لہجہ  
بات کرتے ہیں مقابل سے جو تلوار کے ساتھ



کر لیا مصلحتوں نے اسے پابندِ ہوس  
وقت کیا خاک چلے گا تری رفتار کے ساتھ

دے گئے درس یہ امت کو حسینی تیور  
سر کو کٹواؤ مگر نشہ پندار کے ساتھ

اک سکیںہ کے لئے کرب کی سولی پہ چڑھا  
دیکھئے ، دار کو عباسِ علمدار کے ساتھ

مر کے خود پائی بقا اور اسے مار دیا  
تو نے کیا چال چلی دشمنِ عیار کے ساتھ

بولے عباس کہ ہم لوگ ہیں میداں کے دہنی  
ہولیاں کھیلی ہیں چلتی ہوئی تلوار کے ساتھ

میرے سجاد ! یہ دکھ کیسے بھلا دوں تیرا  
سختیاں جھیلیں سفر کی تن بیمار کے ساتھ

آلِ زہرا کا سنا ہے کہ ثنا خوان ہے نصیر  
آئیے ملتے ہیں اس شاعرِ دربار کے ساتھ

پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی



تذکرہ کوئی کرے جس پل تمہارا ، کربلا !  
خون کے آنسو بہائے ، دل ہمارا ، کربلا !

جو حسین ہو اسے ڈر کب یزید وقت سے  
ہے شجاعت کا جہاں میں استعارہ ، کربلا

تشنگی دیکھی تھی اس نے بھی کبھی معصوم کی  
آج بھی روتا ہے دریا کا کنارہ ، کربلا

پردہ داروں کے سروں سے جس نے چھینی چادریں  
دو جہانوں کا ملا اس کو خسارہ ، کربلا

کونسا ہے معرکہ ، جس نے بچایا دین کو ؟  
انبیاء نے ایک زباں ہو کر پکارا ، کربلا

پشت پر تھی مال و دولت ، سامنے جنت کا در  
اک قدم نے حر کی قسمت کو سنوارا ، کربلا





ترے عزمِ وفا پر استقامت ناز کرتی ہے  
شہیدِ کربلا! تجھ پر شہادت ناز کرتی ہے

دیا ہے تو نے درسِ صبر و استقلال دنیا کو  
ترے ایمانِ کامل پر شجاعت ناز کرتی ہے

یزیدِ رُوسہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تو نے  
بجا تجھ پر ترے نانا کی امت ناز کرتی ہے

ترے ایوانِ تسلیم و رضا کی شان، کیا کہنا  
کہ اس پر گلشنِ ایماں کی زینت ناز کرتی ہے

کٹایا سر، لٹایا گھر، بسایا درجہاں تو نے  
اب اس تپتے ہوئے صحرا پہ جنت ناز کرتی ہے

سلام اے سیدہ کے لعل، ارمانِ دل حیدر  
کہ تجھ پر شائی ملکِ سیادت ناز کرتی ہے

عزیز! ابنِ علی و قرۃ العینِ محمد پر  
ریاضِ صبر کے پھولوں کی نزہت ناز کرتی ہے

عزیز حاصل پوری



جگر گوشہ بتول

ترپاتی ہے پھر یاد امام الشہدا کی  
بے تاب ہے ہر ذرہ مدینہ کی گلی کا

خاک اڑ گئی کوفہ کی زمانہ کی فضا میں  
خوں کر کے محمد کے گلستاں کی کلی کا

ہیں زندہ ابھی تک حسنی اور حسینی  
لائی کا پتہ ہے نہ نشاں ہے ہیلی کا

سرمایہ ہے خون شہدا روزِ ازل سے  
منشور بل اَحْيَاء کے عنوانِ جلی کا

اللہ کے رستے میں کٹاتے ہیں جو گردن  
ضامن ہے وہ خود ان کی بری اور بھلی کا

ہے معرکہ کرب و بلا ہند میں بھی گرم  
سر دو کہ ملے مرتبہ تم کو بھی ولی کا

رونے میں بھی حکمت ہے مگر وہ نظری ہے  
جاں دو کہ یہ وقت اس کی ہے شانِ عملی کا

مولانا ظفر علی خان



تڑپ اٹھتا ہے دل لفظوں میں دہرائی نہیں جاتی  
زباں پر کربلا کی داستاں لائی نہیں جاتی

حسین ابن علی کے غم میں ہوں دنیا سے بیگانہ  
ہجومِ خَلْق میں بھی میری تنہائی نہیں جاتی

سنا ہے کربلا کی خاک ہے اکسیر سے بڑھ کر  
یہ مٹی آنکھ میں لینے سے بینائی نہیں جاتی

جتن ہر دور میں کیا کیا نہ اہل شر نے کر دیکھے  
مگر زہراء کے پیاروں کی پذیرائی نہیں جاتی

دلیل اس سے ہو بڑھ کر کیا، شہیدوں کی طہارت پر  
کہ میت دفن کی جاتی ہے، نہلائی نہیں جاتی

وہ جن چہروں کو زینتِ غاۓہِ خاکِ نجف بخشے  
دمِ آخر بھی ان چہروں کی زیبائی نہیں جاتی

نصیر! آخر عداوت کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں  
کسی بیمار کو زنجیر پہنائی نہیں جاتی

پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی



جگر گوشہ بتول

تسکینِ جانِ فاتحِ خیرِ حسین ہے  
نورِ نگاہِ بنتِ پیمبرِ حسین ہے

خوشبو سے جس کی اب بھی معطر ہے یہ جہاں  
باغِ رسول کا وہ گلِ تر حسین ہے

مجھ سے نہ پوچھ عظمتِ ابنِ ابی تراب  
صبر و رضا کا مہرِ منورِ حسین ہے

امید و بیم و حسرت و غم کے ہجوم میں  
وجہِ قرارِ خاطرِ مضرِ حسین ہے

منزل نہ کیسے پھر مرے قدموں کو چومتی  
سفرِ حیات میں مرا رہبرِ حسین ہے

جاہ و حشم کو اس نے پس پشت رکھ دیا  
رامنی حکمِ خالقِ اکبرِ حسین ہے

فیضِ الامین کو خوف ہو گیا روزِ محشر کا  
حالی جو پیشِ داورِ محشرِ حسین ہے

صاحبزادہ فیض الامین فاروقی



تشنگانِ حق پہ یوں احساں کیا شبیر نے  
مصطفیٰ کے دین کو بخشی جلا شبیر نے

آج بھی زندہ ہیں خود، اعداء کی نسلیں مٹ گئیں  
ہے دکھائی شوکتِ صبر و رضا شبیر نے

کربلا کی خاک پر سجدے میں پورا کر دیا  
مصطفیٰ سے جو کیا عہدِ وفا شبیر نے

مکتبِ عشق و محبت کا ہے وہ روحِ رواں  
جو نصابِ عشق، خون سے لکھ دیا شبیر نے

دین پر قرباں گھرانے کا گھرانہ کر دیا  
کیا دکھایا، دیکھئے! جو دوسٹا شبیر نے

اپنے دامن کے جواہر خود لٹا کر، یک بیک  
خالی دامنِ عظمتوں سے بھر لیا شبیر نے

تا قیامت اہلِ حق ثاقب! بھلائیں کس طرح  
خاک و خون میں درسِ الفت جو دیا شبیر نے



## جگر گوشہ بتول

تمہارے جدے کو کعبہ سلام کہتا ہے  
جمال گنبدِ خضریٰ سلام کہتا ہے  
چمن کا ہر گل و غنچہ سلام کہتا ہے  
حسین ! تم کو زمانہ سلام کہتا ہے

چراغ و مسجد و منبر سلام کہتے ہیں  
نبی ، رسول ، پیغمبر سلام کہتے ہیں  
علی و فاطمہ ، شہزاد سلام کہتے ہیں  
خدا گواہ کہ نانا سلام کہتا ہے

خدا کی راہ میں سر کو کٹا دیا تو نے  
نبی کے دین پہ گھر کو لٹا دیا تو نے  
نشانِ کفر کو ٹیکسٹر مٹا دیا تو نے  
تمہیں خدا بھی تمہارا سلام کہتا ہے

تمہیں فلک کے ستارے سلام کہتے ہیں  
تمہیں قرآن کے پارے سلام کہتے ہیں  
تمہیں حرم کے منارے سلام کہتے ہیں  
امام ! تم کو مدینہ سلام کہتا ہے

ثناء تمہاری وظیفہ ہے میرا آبائی  
تمہاری مدح تو شیوہ ہے میرا مولائی  
بس اک نظر جو ہو مجھ پر تو میری بن آئی  
تمہارا سید شیدا سلام کہتا ہے



توحید پر محیط ہے ، قربانی حسین  
سجدے میں ہے جڑی ہوئی پیشانی حسین

میدانِ کربلا میں شریعت بکھر گئی  
ترتیب دے رہی ہے پریشانی حسین

لاشوں کے درمیان ہیں تنہا کھڑے ہوئے  
سامانِ حق ہے بے سرو سامانی حسین

سب سرکشوں کو اپنے لہو میں ڈبو دیا  
باطل کو غرق کر گئی طغیانی حسین

نیزے پہ چڑھ کے سر نے بلندی کا حق لیا  
قائم رکھی اجل نے بھی سلطانی حسین

آنے نہ دے گی اپنی صفوں میں نئے یزید  
دروازے پر کھڑی ہے نگہبانی حسین

رونق تمام نانا نواسے کے دم سے ہے  
ثانی مصطفیٰ نہ کوئی ثانی حسین

منظر وارثی



تو سازِ زندگی کی صدا ہے ، تجھے سلام  
تو رازِ زندگی کا پتا ہے ، تجھے سلام

دے دی جو تو نے اپنی رضا حق کے ہاتھ میں  
اب تیرے ہاتھ حق کی رضا ہے ، تجھے سلام

تو نے مٹائیں کفر کے سینوں سے ظلمتیں  
تو شمعِ لالہ کی ضیاء ہے ، تجھے سلام

تو آبروئے دینِ محمد کا پاسباں  
تو منزلِ وفا کا خدا ہے ، تجھے سلام

باطل کے زلزلے نہ جسے ڈگمگا سکے  
تو وہ حصارِ صبر و رضا ہے ، تجھے سلام

کیسے کہوں؟ کہ شام میں زینب تھی بے ردا  
زینب کے سر کی تو جو ردا ہے ، تجھے سلام

نظرِ کرم کی بھیک میں یہ دیر کس لئے؟  
تیرا فقیر سوچ رہا ہے ، تجھے سلام





تو لباسِ خوں پہن کر، یوں صفائی دے گیا  
ہر اسیرِ جبر کو، اذینِ رہائی دے گیا

دامنِ دشتِ بلا میں، تیرے قدموں کا غبار  
چہرہِ خاکِ جہاں کو، خوشنمائی دے گیا

صبحِ دنیا بھی لہو اور شامِ دنیا بھی لہو  
تو زمانے کو عجب داغِ جدائی دے گیا

زندگی میں بھی رہا تو برسرِ پیکارِ شب  
تیرا جانا بھی جہاں کو، روشنائی دے گیا

کربلا میں اہلِ دنیا کو ترا محلِ لہو  
جو کبھی نہ ختم ہو، ایسی کمائی دے گیا



تیری نسبت سے بہت روشن ہے تاریخِ بشر  
 تیرے اسمائے گرامی، صبر، آزادی، وفا  
 تا سوا لرزاں ہے تیری جرأتِ کردار سے  
 اے نوائے لاشریک و اے بنائے لآلہ



لکھ گیا ہے لوحِ ہستی پر ترا خونِ غیور  
 جبر کے سائے میں جینا زیت کی توہین ہے  
 سانس لینے کی تمنا ظالموں کے درمیاں  
 یہ تمنا جرم ہے اور جرم بھی سنگین ہے

تیری روشن رائے سے تاریخِ عالم تابناک  
 تیرے مثبت فیصلے سے عزمِ انساں فیضیاب  
 تیری ہستی سے فروزاں ہے صداقت کا چراغ  
 تجھ سے زندہ ہے جہاں میں جوہرامِ الکتاب

عاجزانہ سے مرے پیرایہ گفتار میں  
 کب سمٹی ہیں ترے ایثار کی جولانیاں  
 تذکرہ کرتا ہوں تیری عظمتوں کا جس گھڑی  
 دیکھتا جاتا ہوں لفظوں کی تہی دامانیاں

دل میں رہ جائیں گی لاکھوں حسرتیں اظہار کی  
 خامشی ہونٹوں پہ آنکھوں میں نمی رہ جائے گی  
 شعر میں کیسے بیاں ہو داستانِ کربلا  
 لاکھ مضمون باندھ لیجے تشنگی رہ جائے گی



ٹل نہیں سکتا کسی حالت میں فرمانِ حسین  
ثبت ہے تاریخ کے چہرے پہ عنوانِ حسین

معصیت سے بھی سوا ہے طاعتِ فسق و فجور  
تھا کتاب اللہ کی تفسیر اعلانِ حسین

بڑھ گئی ان کے لہو سے کربلا کی آبرو  
بن گیا تاریخ کی آواز میدانِ حسین

ان کے ہونٹوں کو رسول اللہ نے بوسہ دیا  
میں لکھوں، کیسے لکھوں، کیونکر لکھوں شانِ حسین

منقبتِ شبیر کی، انسان کے بس میں نہیں  
حشر تک دونوں جہاں ہیں مرتبہ دانِ حسین

ڈھا نہیں سکتیں قیامت تک یزیدی طاقتیں  
عرش کی رفعت سے بالاتر ہے ایوانِ حسین

مجھ میں وہ بوتا کہاں، ان کی ثنا خوانی کروں  
خود رسول اللہ ہیں شورش! ثنا خوانِ حسین



ثنائے ذکرِ محمد کا باب زندہ رہا  
کتابِ دینِ مبیں کا نصاب زندہ رہا

ثباتِ حق کے لئے چن لئے گئے تھے حسین  
مرے خدا کا حسین انتخاب زندہ رہا

ہوا میں گرد کی مانند اڑ گیا باطل  
مگر وہ سچ کا عظیم آفتاب زندہ رہا

ہزار شامِ غریباں کی بے کسی ہوگی  
مگر دلوں میں رخِ ماہتاب زندہ رہا

لہو میں ڈوب گئی ، پور پور زخم ہوئی  
عقیدتوں میں بدن کا گلاب زندہ رہا

سلام لکھتے ہوئے کربلا کے پیاسوں پر  
ہماری پلکوں پہ غمِ آبِ آب زندہ رہا



جا غم، نہیں جو شام کا لشکر ہمارے ساتھ  
کافی ہیں اس گھڑی میں بہتر ہمارے ساتھ

اک دوپہر پہ آخری لمحہ ہے پیاس کا  
اک شام پھر رہی ہے کھلے سر ہمارے ساتھ

اس کو بھی پھونک مار کے تو نے بچھا دیا  
جو ایک ننھی لو تھی ستمگر ہمارے ساتھ

یہ پیاس یہ کنارہ آب اور یہ سپاہ  
جیسے ٹھہر گیا ہو یہ منظر ہمارے ساتھ

خیموں میں ایک بوند بھی پانی نہیں بچا  
اے تشنگی! تو دیکھ لے آ کر ہمارے ساتھ

لے تو گئی ہے راکھ اڑا کر خیام کی  
اب اور کیا کرے گی یہ صرصر ہمارے ساتھ

اب اے زمین سخت تری ہر خطا معاف  
اب منسلک ہے تیرا مقدر ہمارے ساتھ



جانِ بتول ، قوتِ حیدر حسین ہیں  
حسنِ رسولِ پاک کا مظہر حسین ہیں

ان کا مثیل ہو کوئی امت میں کس طرح  
خونِ رسول و جانِ پیہر حسین ہیں

ذبحِ عظیم کی ہوئی تکمیل آپ پر  
ذوقِ منیٰ کا حاصلِ مصدر حسین ہیں

خونِ حسین غازہ روئے حیات ہے  
زندہ تو کیا ہے زندوں سے بڑھ کر حسین ہیں

اکبر کو دے کے دینِ محمد بچا لیا  
دینِ نبی کے محسنِ اکبر حسین ہیں

ہر دور کے یزید کو نابود کر دیا  
ہر دور کے محافظ و رہبر حسین ہیں

صائم! ہوں میں حسین کا، محشر سے کیوں ڈروں  
سردارِ خلد و ساقیِ کوثر حسین ہیں

صائم چشتی



جانِ رسول و قوتِ خیر شکن حسین  
نبیوں کے آفتاب کی روشن کرن حسین

بیٹے جی بھی کہا ہے رسالت مآب نے  
پیکر نبی کا بنتے تھے مل کر حسن حسین

دین نبی کا گلستاں محفوظ کر گئے  
کٹوا کے اپنے سامنے اپنا چمن حسین

ساری زمیں کا باپ ہے بابا حسین کا  
کیسے کہوں تھے کربلا میں بے وطن حسین

پنجتن کے نوری باغ کے وہ گل ہیں پانچویں  
خود انجمنِ منی سے ہیں پنجتن حسین

ہر پھول سرخ سرخ ہے خونِ حسین سے  
گلزارِ مصطفیٰ کی ہیں ساری پھل حسین

صائم کا سیلِ اشک بھی مرہون ہے ترا  
تجھ سے سچی ہے درد کی یہ انجمن حسین

صائم چشتی





## جب آ کے رکا شام کا لشکر، لبِ دریا

آتا تھا نظر عرصہ محشر، لبِ دریا  
 اک بوند بھی آئی نہ مینر لبِ دریا  
 آیا نہ کوئی سامنے کھل کر، لبِ دریا  
 اک خوف تھا چھایا ہوا اس پر لبِ دریا  
 یکجا تھے سب ایثار کے پیکر لبِ دریا  
 لاکھوں پہ جو بھاری تھے بہتر لبِ دریا<sup>72</sup>  
 خوزیز بگولوں کے تھے چکر لبِ دریا  
 تھا خون شہیداں کا یہ منظر لبِ دریا  
 شانوں سے تھا محروم شناور لبِ دریا  
 آئینہ خورشید تھا ششدر لبِ دریا  
 گروں سے برس پڑتے جو پتھر لبِ دریا  
 خنجر سے لچکتے تھے برابر لبِ دریا  
 پھرتی تھی اجل بھیں بدل کر لبِ دریا  
 اصغر لبِ دریا تھے نہ اکبر لبِ دریا  
 قالین سا بنتے تھے جو خنجر لبِ دریا  
 چہکار تھی زخموں کی برابر لبِ دریا  
 بجھتے ہوئے دیکھے مہ و اختر لبِ دریا  
 ہونٹوں کی طرح خشک تھے یکسر لبِ دریا

جب آ کے رکا شام کا لشکر، لبِ دریا  
 پیاسی ہی رہی آلِ پیبر لبِ دریا  
 عمال کے احکام کی تعمیل تھی پھر بھی  
 خیموں کی طرف آنکھ بھی اٹھتی تھی جھجک کر  
 شبیر بھی، عباس علمدار بھی، خر بھی  
 قدرت کو یہ منظور تھا بے گور و کفن ہوں  
 بھری تھی سرِ دشت بھکتی ہوئی آندھی  
 تھی دھول سی پھیلی ہوئی میدان میں لہو سے  
 مشکیزہ بے آب سے مغموم تھے عباس  
 چھائی تھی جو مہتاب سے چہروں پہ اداسی  
 وہ ہونٹ جو ہلتے تو یہ کچھ ڈور نہیں تھا  
 موجوں پہ جما دی تھیں جو سورج نے نگاہیں  
 تیروں کے چلن میں کبھی تیغوں کے برن میں  
 تھیں رو بہ سکوں خلد میں تسنیم کی موجیں  
 میدان سے مہکار سی آتی تھی لہو کی  
 سینوں میں ترازو تھے جو تپتے ہوئے نیزے  
 تیغوں سے کشیں سز و صنوبر کی قطاریں  
 ماتھوں کی طرح ریت کے تودوں پہ تھیں شکنیں

تخریب تھی اغیار کی تقدیر میں دانش!

تعمیر ہوا دینِ پیبر لبِ دریا

احسان دانش



جب بڑھا سوئے گریبانِ بشر، ظلم کا ہات  
زلزلانے لگا جب قصرِ شریعت کا ثبات  
کھول اس بھید کو اے غربتِ عاشور کی رات  
بول اے دینِ پیہر کی ابد رنگِ حیات

تیرے جلتے ہوئے ہونٹوں پہ کوئی نام آیا؟

جز حسین ابنِ علی کون ترے کام آیا؟

جز حسین ابنِ علی، کون؟ کہانی کس کی؟

آج تک ہو نہ سکی بات پرانی کس کی؟

دجلہ وقت نے اپنائی روانی کس کی؟

موجِ کوثر سے ملی تشنہ دہانی کس کی؟

لشکرِ ظلم کو مٹی میں ملایا کس نے؟

سو کے مقتل میں دو عالم کو جگایا کس نے؟

وہ حسین ابنِ علی وقت کی تہذیب کا ناز

جس نے افشا کیا انسان کی توقیر کا راز

جس کا ہر زخم ہے سرِ نایب تقدیرِ حجاز

جس نے تیروں کے مصلے پہ ادا کی ہے نماز

گرم جھونکوں سے جو احوالِ صبا پوچھتا ہے

زیرِ خنجر بھی جو خالق کی رضا پوچھتا ہے



جب بھی شام کو سورج ڈوبنے لگتا ہے  
ایسے میں یہ دل بھی ڈولنے لگتا ہے

آنکھوں میں پھر جاتی ہے وہ سوہنی صورت  
اور پھر دل پر خنجر چلنے لگتا ہے

اس کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہیں  
خیموں میں کوئی بچہ رونے لگتا ہے

چاروں جانب گھیرا جھوٹ کے لشکر کا  
سچ کا سایا اس پر پھیلنے لگتا ہے

سچ کا سایہ خر کی صورت سامنے ہے  
وہ ہر دل پر دستک دینے لگتا ہے

حرص و ہوس کے بندے لیکن کیا جانیں  
مرنے والا کیسے جینے لگتا ہے

لیکن تم مایوس نہ ہونا دل والو !  
دل جو سوچتا ہے وہ ہونے لگتا ہے

عطاء الحق قاسمی



جبینِ وقت پہ نقشِ بقا نشانِ حسین  
رقم ہے لوحِ زمانہ پہ داستانِ حسین

جہاں میں کذب و ریا کا نشان مٹانے کو  
نکل پڑا ہے مدینے سے خاندانِ حسین

وہاں وہاں پہ زمیں آسمان جیسی ہے  
جہاں جہاں سے بھی گزرا ہے کاروانِ حسین

بشکلِ کوہِ گراں ڈٹ گئے صداقت پر  
وفا کا نقش بنے جملہ تشنگانِ حسین

ہر انقلاب کے سوتے اسی سے پھوٹتے ہیں  
ہر ابتلا میں سپر بن گئی اذانِ حسین

یزیدِ وقت کی بیعت کبھی نہیں کرنی  
نصابِ صدق کا پہلا سبق بیانِ حسین

مثالِ حرفِ غلط، مٹ گیا ہے قصرِ یزید  
برنگِ مہرِ درخشاں ہے آستانِ حسین



جرات ، فصیلِ صبر گرانے کو چاہئے  
اب بھی حسین سارے زمانے کو چاہئے

کاٹی گئی تھی خون سے گردن یزید کی  
تلوار پھر وہ دھار لگانے کو چاہئے

نیزوں پہ سر، جلے ہوئے خیمے، اداس شام  
اب اور کیا نبی کے گھرانے کو چاہئے

تھوڑے سے خوں سے نام مٹانا ہے ظلم کا  
تھوڑا سا خوں چراغ جلانے کو چاہئے

جس میں مصوروں کا لہو ہو بھرا ہوا  
تصویر ایسی آئینہ خانے کو چاہئے

دھن کی تو ٹوٹی ہی رہیں گی تجوریاں  
اک چور غیرتوں کے خزانے کو چاہئے



جس کے بھی دل میں ہوگی محبت حسین کی  
رکھے گی اس کو شاد یہ نسبت حسین کی

کتنے یزید آج بھی ملتے ہیں جا بجا  
دنیا کو آج بھی ہے ضرورت حسین کی

بد بخت و بدنصیب تھا لشکر یزید کا  
سمجھا نہ کوئی قدر نہ قیمت حسین کی

پیر و جوان میں شوق شہادت کا جوش ہے  
پھیلی ہے کائنات میں نکبت حسین کی

جن کے لہو سے سرخ ہے کشمیر کا محاذ  
ہے نقش ان کے دل پہ شہادت حسین کی

کہتا ہوں اقتدار کے طالب نہ تھے امام  
دراصل تھی کچھ اور ہی نیت حسین کی

بس حُر کا دو گھڑی میں مقدر بدل گیا  
جنت کی راہ تھی وہ ہدایت حسین کی

شاعر علی شاعر



جس کا دشتِ بلا میں ڈیرا ہے  
اس کے سجدوں سے ہی سویرا ہے

ڈوبا کربل میں نکلا جنت سے  
بولے حیدر یہ چاند میرا ہے

ظالموں کی بکھر گئیں لاشیں  
تیغ کو جس طرف بھی ”پھیرا“ ہے

قلب و ذہن و خیال میں میرے  
آلِ اطہار کا بیڑا ہے

پھر پکارو حسین کو لوگو!  
کتنا چاروں طرف اندھیرا ہے

آنے والا ہے وقت ، ہر کوئی  
خود کہے گا ، حسین میرا ہے

کیوں نہ اس کو پکاروں میں ناصر!  
صرف رہبر وہ کوئی تیرا ہے



جس کی جرأت پر جہان رنگ و بوسجدے میں ہے  
آج وہ رمز آشنائے سِرِّ تھو سجدے میں ہے

ہر نفس میں انشراح صدر کی خوشبو لیے  
منزل حق کی مجسم جستجو سجدے میں ہے

با نیازِ بندگی اللہ کا اک عبدِ خاص  
حسبِ حکمِ قاغِبْدُوہِ وَاَسْجُدْ سجدے میں ہے

کیسا عابد ہے یہ مقتل کے مصلا پر کھڑا  
کیا نمازی ہے کہ بے خوفِ عدو سجدے میں ہے

اے حسین ابنِ علی! تجھ کو مبارک یہ عروج  
آج تو اپنے خدا کے رو برو سجدے میں ہے





ابن زہرا! اس جری شانِ عبادت پر سلام  
سر پہ قاتل آچکا ہے اور تو سجدے میں ہے

اللہ اللہ تیرا سجدہ اے شبیرِ مصطفیٰ!  
جیسے خود ذاتِ پیہر ہو بہو سجدے میں ہے

یہ شرف کس کو ملا تیرے علاوہ بعدِ قتل  
سر پہ نیزے کی بلندی پر، لہو سجدے میں ہے

محو حیرت ہیں ملائک ، دم بخود ہے کائنات  
آج مقتل میں علی کا تاہر و سجدے میں ہے

تھا عمل پیرا جو کلاً لا تُطِغہ پر ، وہ آج  
بن کے وانجذوا فتریب کی آرزو سجدے میں ہے

سر کو سجدے میں کٹا کر کہہ گیا زہرا کا لال  
کچھ اگر ہے تو بشر کی آبرو سجدے میں ہے

کون جانے ، کون سمجھے ، کون سمجھائے نصیر!  
عابد و معبود کی جو گفتگو سجدے میں ہے

پیرسید نصیر الدین نصیر گولڑوی



جس کے خوں سے چہرہ ایام لالہ قام ہے  
کربلا، اسلام کی ایسی دھنک کا نام ہے

خامشی کو شہر کی آواز کر دینے کا نام  
پیاس میں دریا نظر انداز کر دینے کا نام

ایک زخمی پیش قدمی کا سفر ہے کربلا  
جذبِ جاں، تسکینِ دل، تمکینِ سر ہے کربلا

اپنی ویرانی نئی صورت گرمی کے روپ میں  
نصب کر دینا جری شبنم کا خیمہ دھوپ میں

راستی سے غیر متزلزل الوہی واسطہ  
جنگلوں میں بھیڑیوں سے چھین لینا راستہ

روشنی کو جیت لینا وقت کی میزان سے  
زندگی کو ہار دینا فاتحانہ شان سے

حزیت کا عہد نامہ آدمی کے واسطے  
سچ کا فرمانِ بغاوت ہر صدی کے واسطے



جس نے نانا کا وعدہ وفا کر دیا  
 گھر کے گھر کو سپردِ خدا کر دیا  
 کر لیا نوش جس نے شہادت کا جام  
 اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

سامنے جس کے اکبر فدا ہو گیا  
 گود میں جس کی اصغر تڑپتا رہا  
 جس کو امت نے تیروں کا تحفہ دیا  
 اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

زیرِ خنجر بھی حق بات جس نے کہی  
 چوٹ پر چوٹ سینے پہ جس نے سہی  
 جس کی صغریٰ مدینے میں روتی رہی  
 اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کو دھوکے سے کوفہ بلایا گیا  
 جس کو بیٹھے بٹھائے ستایا گیا  
 جس کے بچوں کو پیاسا رلایا گیا  
 اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام



سبھی عکس تیری شبیہ کے مرے دل میں ہیں مرے پاس ہیں  
ترا صدق تیرا وجود تھا ترے زخم تیرا لباس ہیں

جسے صرف حق ہی قبول ہو، یہی جس کا اصل اصول ہو  
جو نہ پک سکے، جو نہ بھک سکے، اسے کربلائیں ہی راس ہیں

وہ جو نورِ چشم بتول تھا، جو گلِ ریاضِ رسول تھا  
اسی ایک شخص کے قتل سے مری کتنی صدیاں اداس ہیں

وہ ہیں لفظ کتنے گراں بہا، جو نبھا سکیں ترا تذکرہ  
مرے آنسوؤں کو قبول کر، یہ مرے حروفِ سپاس ہیں

یہ خیال ہے نہ قیاس ہے، ترا غم ہی میری اساس ہے  
جنہیں لوگی ہو حسین کی، وہی میرے درد شناس ہیں



جلتے تھے ہونٹ پیاس سے ، دریا تھا سامنے  
لیکن وقارِ تشنگی ، ٹھہرا تھا سامنے

تہا ہو جیسے کوئی دیا آندھیوں کے بیچ  
ایسے وہ اس ہجوم کے آیا تھا سامنے

خیموں میں آگ ، ریت پہ لاشے پڑے ہوئے  
ڈھلتی تھی دھوپ ، شام تھی ، صحرا تھا سامنے



لاکھوں کی تھیں حسین پہ نظریں لگی ہوئیں  
لیکن وہاں تو ایک ہی رستہ تھا سامنے

یہ بھی نہیں کہ اس کو سزا کی خبر نہ تھی  
ہونا تھا جو بھی فیصلہ ، لکھا تھا سامنے

اک پل میں روشنی کے معانی بدل گئے  
اس نے عجب چراغ سا رکھا تھا سامنے

لکھتا تھا ریت پر وہ لہو سے پیامِ حق  
دل کی ہر ایک بات وہ کہتا تھا سامنے

دستِ یزید میں نہ دیا ہاتھ ایک بار  
ورنہ ہر ایک غم کا مداوا تھا سامنے

تھا صبر بے مثال تو جرات تھی بے نظیر  
اس آخری نگہ نے بھی ، دیکھا تھا سامنے

حاضر تھے واں سلام کو تارے بھی ، اشک بھی  
مقتل حسین ابنِ علی کا تھا سامنے



جلو میں رہ عشق کے چند راہی ، زرہ کی جگہ جن کا ملبوس سادہ  
ترے عزمِ محکم کے قربان جاؤں یہ سامان اور کربلا کا ارادہ

ابھی تک وہی قبلہ جان و دل ہے ، ابھی تک وہیں عشق ہے سر نہادہ  
ترے ذوق نے جو بنائی ہے منزل ، ترے شوق نے جو تراشا ہے جادہ

محبت کے رمز آشنا کرنے آئیں ، ترے صدق و اخلاص سے استفادہ  
تری یاد ہے آج منزل بہ منزل ، ترا ذکر ہے آج جادہ بہ جادہ

شہادت کے نشے میں سرشار ہو کر ، کیا تو نے جب کربلا کا ارادہ  
ترے سامنے تھی اجل سرگندہ ، ترے سامنے تھی قضا سر نہادہ

وہ دشتِ بلا ، وہ قیامت کا منظر ، وہ لاشوں کے انبار ، اللہ اکبر  
ادھر سائے میں شمر کا لاؤ لشکر ، ادھر دھوپ میں ہاشمی خانوادہ

یہ تیرا کرم تھا کہ سردے کے تونے ، کیا زندہ روح صداقت کو ورنہ  
سیاست تھی خود بینی و خود نمائی ، صداقت پہ تھا مصلحت کا لبادہ

محبت کی تفسیر ہے خونِ تیرا ، ہے فطرت کو مطلوب مضمون تیرا  
جو تیری زباں پر تھا حرفِ صداقت ، جہاں کر رہا ہے اسی کا اعادہ

حافظ محمد مظہر الدین



جلوہ جنت ہے عقل و ذہن چکانے کا نام  
روح کی نزہت ہے کوثر تک پہنچ جانے کا نام

کربلا، بطحا، نجف، یہ سب ہیں اپنے میکدے  
تم بھی کچھ اچھا سا رکھ لو اپنے میخانے کا نام

حشر تک پاتے رہیں گے لوگ فیضانِ حسین  
خر ہے ظلمت سے نکل کر نور میں آنے کا نام

پھر رہی ہو جب گلے پر خنجرِ قاتل کی دھار  
زندگی تب ہے انا کے جام چھلکانے کا نام

پابجولاں، پشتِ زخمی، کربلا، کوفہ، دمشق  
سیدِ سجاد ہے اس سادے افسانے کا نام

دل میں کوثرِ اہلک سی اہلی ہے رہ رہ کر مرے  
جب بھی آتا ہے زبلاں پر، کربلا جاتے کا نام





جنت کی ہے نوید رفاقت حسین کی  
حاصل ہو روزِ حشر شفاعت حسین کی

آتا نہیں ہے آج زبانوں پہ حرفِ حق  
دنیا کو آج پھر ہے ضرورت حسین کی

ہے جس کی ذات باعثِ تسکینِ مصطفیٰ  
کس درجہ دلنواز ہے عظمت حسین کی

تسلیم اور رضا کا ہے پیکرِ علی کا لعل  
اسلام کا نشاں ہے شہادت حسین کی

لاتا نہیں یزید کا کوئی زباں پہ نام  
ہر دل پہ آج بھی ہے حکومت حسین کی

ابنِ علی کے عشق کا یہ فیضِ خاص ہے  
بخشش کا ہے پیامِ عقیدت حسین کی

ہر سو یزیدیوں کا زمانے میں زور ہے  
منشور! آج پھر ہے ضرورت حسین کی

علامہ محمد عبدالصبور بیک منشور



جہاں بھی حق پر چلے گا خنجر ، ترا لہو بولتا رہے گا  
ہر ایک مظلوم کی صدا میں ، حسین تو بولتا رہے گا

جسے ہیں تیرے اصول پیارے ، رسول ، اہل رسول پیارے  
وہ تیرے لہجے میں سب یزیدوں کے رو برو بولتا رہے گا

زمانہ کتنا ہی بیت جائے ، زبان تاریخ چپ نہ ہوگی  
ترے حوالے سے چاک اسلام کا رنو بولتا رہے گا

تری شہادت نے ساری صبحوں کو ڈوبنے سے بچا لیا ہے  
تو ہر کرن میں بغیرِ آواز ، بے گلو بولتا رہے گا

ترے لبِ خشک سے جو پھوٹی ، وہ تازگی حشر تک رہے گی  
فتا کی شاخوں پہ بھی ترا جذبہ نمنو بولتا رہے گا

ترے تصور کا زندگی بھر طواف کرتی رہیں گی آنکھیں  
اذان کے بول بن کے تو میرے چار سو بولتا رہے گا

بلند رکھا علم کو جس نے ، دیے اجالے حرم کو جس نے  
سکوت کتنا بھی ہو مظفر ! وہ ”اللہ ہو“ بولتا رہے گا



جہاں عشق و محبت ہے آستانِ حسین  
نشانِ حق و صداقت ہے آستانِ حسین

حدیثِ صدق و صفا، داستانِ صبر و رضا  
بنائے شوقِ شہادت ہے آستانِ حسین

جہاں میں مسکن و ماویٰ ہے اہلِ ایماں کا  
دیارِ حسنِ عقیدت ہے آستانِ حسین

زمانہ کہتا ہے جس کو جمالِ لم یزلی  
اسی جمال کی حجت ہے آستانِ حسین

نظر گئی مگر اب تک نہ لوٹ کر آئی  
وہ برجِ لوریج امامت ہے آستانِ حسین

جو دیکھنا ہو تو میری نگاہ سے دیکھو  
گناہ گاروں کی جنت ہے آستانِ حسین

پہلیں سے چلے ہیں اعظمِ انبیاء کے چراغ  
نیائے مجمعِ نبوت ہے آستانِ حسین

اعظمِ چشتی



جھکایا ہے زمانے کو شجاعت ہو تو ایسی ہو  
کٹایا سر کو سجدے میں عبادت ہو تو ایسی ہو

پکارا ہے مجھے تم نے کہ بابا میں تو حاضر ہوں  
چلے ہیں سر کے بل کر بل عقیدت ہو تو ایسی ہو

علی اکبر! مرے بیٹے! تو پیاسا ہے مگر پھر بھی  
تمہیں دیں کو پہچانا ہے، نصیحت ہو تو ایسی ہو

کہا دے کر یہ قرآن کو، کہ بیٹے! تم امیں بننا  
بسایا ہے جو سینے میں، حفاظت ہو تو ایسی ہو

کئے بازو پہ سر رکھ کر، کہا رو کر سیکھنے نے  
ہمیں بھی ساتھ لے جانا، محبت ہو تو ایسی ہو

کھکایا ہے زمانے کو کہ قرآن پکھے پڑھنا ہے  
کٹے سر سے جو جاری ہو، تلاوت ہو تو ایسی ہو



جو تشنہ لب رہا لبِ دریا ، وہ کون تھا ؟  
 تڑپا جو خاک پر سرِ صحرا ، وہ کون تھا ؟

کرب و بلا میں جس کا نہ تھا کوئی غمگسار  
 اے ساکنانِ طیبہ و بطحا ، وہ کون تھا ؟

جو چاہتا ہو ، جائے مجھے چھوڑ کر بہ شوق  
 جس نے دیا بجھا کے کہا تھا ، وہ کون تھا ؟

فوجِ کثیر کے جو مقابل کھڑا رہا  
 حسرت بہ دل ، فرسودہ و تنہا ، وہ کون تھا ؟

تھا کون جس نے تیر چلایا ، نہ پوچھے  
 جس نے گلے سے تیر نکالا ، وہ کون تھا ؟

مَنّت کشِ کفن نہ ہوئی جس کی لاش بھی  
 اے چرخ ، تو نے دیکھا تو ہوگا ، وہ کون تھا ؟

کیسے بتاؤں کم نظرانِ زمانہ کو  
 رِقمت ! جو اہلِ دل کا ہے مولا ، وہ کون تھا ؟



## جگر گوشہ بتول

جو خالق گلشن تھے وہی وقفِ خزاں تھے  
دریاؤں کے مالک تھے مگر تشنہ دہاں تھے

پا بزہنہ تپتی ہوئی راہوں پہ رواں تھے  
وہ لوگ کہ جو راحتِ دل ، راحتِ جاں تھے

جو حسن تھے ، رحمت تھے ، محبت تھے ، اماں تھے  
آنچ آئی جو سچ پر تو وہی شعلہ بجاں تھے

تھا وہ بھی عجب وقت کہ اک دشت کی جانب  
جاتے ہوئے آتے ہوئے لمحے نگراں تھے

جو خون کا قطرہ تھا وہ تاریخ کی لَو تھا  
نیزوں پہ جو سر تھے ابدیت کے نشاں تھے

حق بات پہ اڑنے کی حقیقت کے مقابل  
باقی جو حقائق تھے وہ سب وہم و گماں تھے

روداد نہ تھی حادثہ کرب و بلا کی  
چھینے تھے لہو کے جو کراں تا بہ کراں تھے

احمد ندیم قاسمی



جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین  
 جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسین  
 جو جواں بیٹے کی میت پر نہ رویا وہ حسین  
 جس نے سب کچھ کھو کے پھر بھی کچھ نہ کھویا وہ حسین

مرتبہ اسلام کا جس نے دوبالا کر دیا  
 خون نے جس کے دو عالم میں اجالا کر دیا

نطق جس کا نغمہ سازِ پیمبر وہ حسین  
 تھا جو شرحِ مصطفیٰ، تفسیرِ حیدر وہ حسین  
 تشنگی جس کی جواب موجِ کوثر وہ حسین  
 لاکھ پر بھاری رہے جس کے بہتر<sup>72</sup> وہ حسین

جو محافظ تھا خدا کے آخری پیغام کا  
 جس کی نبضوں میں مچلتا تھا لہو اسلام کا



ہنس کے جس نے پی لیا جامِ شہادت وہ حسین  
 کٹ گیا لیکن نہ کی فاسق کی بیعت وہ حسین  
 ہے رسالت کی سپر جس کی امامت وہ حسین  
 جس نے رکھ لی نوعِ انسانی کی عزت وہ حسین  
 وہ کہ سوزِ غم کو سانچے میں خوشی کے ڈھال کر  
 مسکرایا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر  
 شیر کی مانند جو مقتل میں آیا وہ حسین  
 جو بہتر زخم کھا کر مسکرایا وہ حسین  
 راہِ حق میں جس نے اپنا سر کٹایا وہ حسین  
 کربلا میں جس نے اپنا گھر لٹایا وہ حسین  
 زیرِ خنجر جس کا سجدہ عظمتِ اسلام ہے  
 جس کا ہر تیور رسولِ پاک کا پیغام ہے  
 دین کی خاطر تھی جس کی زندگانی وہ حسین  
 لٹ گئی اسلام میں جس کی جوانی وہ حسین  
 خلد میں کی حق نے جس کی میہمانی وہ حسین  
 مل گئی جس کو حیاتِ جاودانی وہ حسین  
 نامِ نامی جس کا لوحِ دہر پر مرقوم ہے  
 عرش سے تا فرش جس کی عظمتوں کی دھوم ہے





جور و ستم کی ابتری کا نام ہے حسین  
صبر و رضا کی برتری کا نام ہے حسین

تشنہ دہن بھی مالکِ کوثر بھی آپ ہیں  
اس اختیاری تشنگی کا نام ہے حسین

جو آفتابِ نورِ رسالت کا چاند ہے  
اُس کی چمکتی چاندنی کا نام ہے حسین

نورِ نگاہِ مصطفیٰ، لختِ دلِ بتول  
صدق اور حق و راستی کا نام ہے حسین

قصرِ سیاسیات میں جس سے ہے زلزلہ  
اُس عقلِ کل کی سادگی کا نام ہے حسین

ہر اک بدی یزید سے موسوم ہوگئی  
ہر ایک خیر و بہتری کا نام ہے حسین

صائم! میں کیا مثال دوں اُس کی حیات کی  
ہر زندگی کی زندگی کا نام ہے حسین

صائم چشتی



جو کٹ کے سر بلند ہے ، وہی سرِ نیاز ہے ، حسین سرفراز ہے  
حسین کا جہاد ہے ، حسین کی نماز ہے ، حسین سرفراز ہے

تجھے عزیز جان و تن ، مجھے عزیز جان و تن ، وہ راہِ حق پہ گامزن  
ترا جدا جواز ہے ، مرا جدا جواز ہے ، حسین سرفراز ہے

حقیقتِ جہاں ہے کیا؟ حیاتِ جاوداں ہے کیا؟ مقامِ عاشقاں ہے کیا؟  
یہ بھید اس پہ کھل چکا ، وہ آشنائے راز ہے ، حسین سرفراز ہے

جو سوئے کربلا گیا ، جو اپنا گھر لٹا گیا ، جو دین کو بچا گیا  
علی کو جس پہ فخر ہے ، نبی کو جس پہ ناز ہے ، حسین سرفراز ہے

یزید نامراد تھا ، یزید نامراد ہے ، یزید نامراد ہو  
حسین سرفراز ہے ، حسین سرفراز ہے ، حسین سرفراز ہے



جو گل ہوا تھا کبھی حق کے قافلے کا چراغ  
وہی ہے فکرِ حسینی سے رابطے کا چراغ

حسین نے تو بھایا تھا روشنی کے لئے  
جو دم ہے ایسا ہی لاؤ مقابلے کا چراغ

وہ کربلا کے چراغوں کو کیا بھائے گا  
بھا سکا نہ زمانہ جب آگرے کا چراغ

میں کیسے پنچتینِ پاک کو کہوں بے نور  
ابھی بھا تو نہیں ہے مباہلے کا چراغ

کسی بھی شخص کو شبِ خون کا نہیں اب خوف  
جلا گئے ہیں حسین ایسا ضابطے کا چراغ

کہاں تھے شامِ غریباں میں حضرت عباس!  
نہ دیکھا آپ نے زینب کے حوصلے کا چراغ

سید وحید الحسن ہاشمی



چاند گردوں پہ محرم کا نمودار ہوا  
دل میں بیدار غم احمد مختار ہوا

یوں اڑے خاکِ شفالے کے بگولوں کے جلوس  
قریب قریب غم شبیر میں غمخوار ہوا

ڈھونڈتا پھرتا ہوں اب درد کے صحراؤں میں  
ایک شش ماہے کو جو عشق کا سالار ہوا

دے کے سب کچھ بھی، جو کہتا رہا سب تیرا ہے  
کون شبیر سا خالق کا پرستار ہوا

خاک و خون سے ہے بنا غازہ رخسارِ حیات  
کیا عجب رنگِ حنا حسن کا معیار ہوا

جل چکے خیمے جو اک شام کے سناٹے میں  
ہالہ نور تخیل میں نمودار ہوا

امتماں ہو بھی چکے دشتِ وفا میں حیدر!  
قافلہ کس لئے رسوا سرِ بازار ہوا



چراغِ خانہ دل میں جلا دیئے تو نے  
فرازِ طور کے جلوے دکھا دیئے تو نے

رموزِ عشقِ الہی سے باخبر کر کے  
دلوں میں حق کے گلستاں کھلا دیئے تو نے

اڑا کے دامنِ باطل کی دھجیاں بے شک  
حیاتِ عشق کے لمحے بڑھا دیئے تو نے

ترے نثار! کہ خمِ خانہ نبی سے حسین  
شرابِ عشق کے ساغر لٹھا دیئے تو نے

تمام اہلِ جگر اس سے فیضیاب ہوئے  
حسین درد کے دریا بہا دیئے تو نے

ترے نثار کہ باطل کے گھپ اندھیرے میں  
چراغِ حق و صداقت جلا دیئے تو نے

غمِ حسین سے لے کر خلوص اے کوثر!  
تفکرات کے جذبے جگا دیئے تو نے



چمچا ہے جہاں میں تری تسلیم و رضا کا  
زیبا ہے لقب تجھ کو امام الشہدا کا

نازِ بشریت ہے ترا سجدہٴ آخر  
رخ پھیر دیا جس نے زمانے کی ہوا کا

نذرانہٴ جاں پیش کیا دین کی خاطر  
تو باب نیا کھول گیا صدق و وفا کا

ہر عہد میں خوشبو ہے تری موجِ نفس کی  
ہر عصر میں جلوہ ہے ترے رنگِ قبا کا

حق گوئی و ثابت قدمی تیری مثالی  
خون تیری رگوں میں تھا رواں شیرِ خدا کا

دنیا میں جدا ہے ترا اندازِ شہادت  
جاں دینا تھا گو شیوہ سدا اہل وفا کا

جس شام کئی چاند تھے کرنل کی زمیں پر  
اترا ہوا کیوں چہرہ تھا کونے کی نضا کا



چشمِ خرد سے دیکھئے گر شوقِ دید ہے  
باطل کے حق میں آج کا دن اک وعید ہے

اس دن حسین دین کو پائندہ کر گئے  
یہ دن ہمارے واسطے روزِ سعید ہے

ہر ایک کے نصیب میں کب وہ مقامِ ناز  
جس منصبِ بلند پہ فائز شہید ہے

راہِ خدا میں ان کی شہادت کو دیکھئے  
سنئے کہ آسماں سے یہ کیسی نوید ہے

حق کے لئے یہ دن ہے، پیامِ حیاتِ نو  
باطل کے واسطے یہ شکستِ جدید ہے

وہ جس کے دل میں حق کے سوا اور کچھ نہ ہو  
اس سے قبولِ خاطرِ باطل بعید ہے

عزمِ حسین حق کی صداقت کا ہے ثبوت  
”قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے“

خالد بزمی



چشمِ رسول پاک کا تارا حسین ہے  
دنیاے مرتضیٰ کا دلارا حسین ہے

حسنِ نظامِ شمس کو جس سے ملی جلا  
صبر و رضا کے چرخ کا تارا حسین ہے

چمکا جو کربلا میں امامت کا آفتاب  
اہلِ نظر نے مل کے پکارا ”حسین ہے“

اے کاش! جان لیتے یہ شمر و یزید بھی  
دونوں جہاں کا راج دلارا حسین ہے

اصغر کی تنگی سے یہ افشا ہوا ہے راز  
بجرِ رضا علی، تو کنارِ حسین ہے

سب قدسیانِ عرش میں یہ شور تھا پیا  
زنجے میں دشمنوں کے ہمارا حسین ہے

دانش! غمِ حسین کو جزوِ حیات کر  
مومن کی زندگی کا سہارا حسین ہے





حاصل رہے گی ان کو قرابت امام کی  
رہتی ہے جن کے دل میں مودت امام کی

قربان سبب احمد مرسل پہ ہو گئے  
ہے زندگی ہماری امانت امام کی

مثلِ حبابِ آب تھا دورِ یزیدیت  
ہوگی کبھی نہ ختم حکومت امام کی

باطل کے سامنے کبھی جھکتے نہیں وہ لوگ  
کرتے ہیں سچے دل سے جو بیعت امام کی

حکمِ خدا پہ دینِ خدا کے لئے ہوئی  
ہجرت رسول کی ہو کہ ہجرت امام کی

یا سر! اسے بھی حسنِ عبادت سمجھتا ہوں  
یہ سنتِ نبی ہے محبت امام کی

علی یاسر



حسنِ ازل کا جلوہ ہے چہرہ حسین کا  
نورِ خدا کا سایہ سراپا حسین کا

محبوبِ کردگار کے محبوب ہیں حسین  
سچ پوچھئے تو حسن ہے یکتا حسین کا

کھلتے رہیں گے تا بہ ابد معرفت کے پھول  
ابرِ کرم جو ریت پہ برسا حسین کا

کرب و بلا میں نکھری ہے توحید اور بھی  
سونے پہ پھر گیا ہے شہاکہ حسین کا

سر پہ خدا ہے، دل میں نبی، ساتھ مرتضیٰ  
پھر کیا بگاڑ سکتے ہیں اعدا حسین کا

کر لیں جو کرنا چاہیں یزیدانِ عصرِ نو  
میری زباں پہ ورد ہے اب ”یا حسین“ کا

آسی کا یارو اوجِ مقدر تو دیکھنا  
طالب ”علی حسین“ کا، منگنا حسین کا

پروفیسر محمد حسین آسی



حسنِ تخلیق کا شہکار حسین ابنِ علی  
عشق کا مطلع انوار حسین ابنِ علی

گل گزارِ حرم زینتِ آلِ ہاشم  
نورِ چشمِ شہِ ابرار حسین ابنِ علی

منظرِ صدق و وفا پیکرِ تسلیم و رضا  
پرتوِ احمدِ مختار حسین ابنِ علی

بزمِ ایمان و صداقت کے لئے شمعِ وفا  
صدق و اخلاص کا معیار حسین ابنِ علی

حق جہاں جلوہ نما ہوگا وہاں تو ہوگا  
چار سو ہے ترا دیدار حسین ابنِ علی !

تیری سرکار سے خالی نہیں جاتا کوئی  
سب کو ہے تجھ سے سروکار، حسین ابنِ علی !

آستان پر ترے آیا ہے تہی دستِ نصیر  
تیرا دربار ہے دربارِ حسین ابنِ علی !

پیرسید نصیر الدین نصیر گوڑوی



حسین ابن علی تجھ پر شہادت ناز کرتی ہے  
ولایت ناز کرتی ہے رسالت ناز کرتی ہے

کئے بازو تو مشکیزہ اٹھایا جس نے دانتوں سے  
سخی عباس کی جرأت پہ ہمت ناز کرتی ہے

ہزاروں اشقیاء کے جو نہ ہو نرغے میں گھبرایا  
علی اکبر کی جرأت پر شجاعت ناز کرتی ہے

سنانِ نوک پر جس نے تلاوت کی ہے قرآن کی  
تو اسی کربل کے قاری پر تلاوت ناز کرتی ہے

جنہوں نے دین کی خاطر گلے کربل میں کٹوائے  
تو ایسے سب شہیدوں پر شہادت ناز کرتی ہے

کیا تیغوں کی چھاؤں میں جو سجدہ تو نے کربل میں  
ترے اس ایک سجدے پر عبادت ناز کرتی ہے

جو دین قربانیاں امت کی خاطر ابن حیدر نے  
تو اس احسان پر حافظ! یہ امت ناز کرتی ہے

حافظ محمد حسین



حسین ابن علی نے کیا حسین منظر دکھایا ہے  
تڑپتے دین کو اپنا لہو دے کر بچایا ہے

عزیمت استقامت دیکھ کر حیدر کے جائے کی  
زمین بھی لڑکھڑائی ہے فلک بھی ڈگمگایا ہے

کبھی اکبر کی بکھری لاش کے ٹکڑے اٹھائے ہیں  
کبھی معصوم اصغر کے گلے پر تیر کھایا ہے

مثال ایسی تلاوت کی جو ہے کوئی تو بتلاؤ  
کہ جیسے نیزہ پر شبیر نے قرآن سنایا ہے

حسینیت کو سب اہل نظر آداب کہتے ہیں  
یزیدیت کو اس حکمت سے مٹی میں ملایا ہے

قیامت تک بھی ان کو زیر کر سکتا نہیں باطل  
مساجد اور مدارس پر شہ کر بل کا سایہ ہے

طفیل پنجتن رحمت کرے فیضانِ احقِ تجھ پر  
کہ ذکر آلِ اطہر تو نے جاہت سے سنایا ہے

پروفیسر فیض رسول فیضان



## حسین اسم گرامی ہے، حسنِ فطرت کا

حسین اسم گرامی ہے لطف و رحمت کا  
 حسین درسِ عمل کی زبان ہیں واللہ  
 حسین شانِ حقیقت نشان ہیں واللہ  
 حسین پیکرِ اسلام کی جوانی ہیں  
 حسین عظمتِ "فاروق" کی جلالت ہیں  
 حسین خالقِ کونین کی ودیعت ہیں  
 حسین مسئلہٴ زیت کی حسین تفسیر  
 انہیں کے خون سے روشن ہوئے چراغِ بہار  
 یہی ہیں شاہِ ولایت کی مستقل صورت  
 عمل کی روحِ لطافت انہیں کے صدقے میں  
 مہیب دشت ہے جنت انہیں کے صدقے میں  
 حسین ناز ہیں تکمیلِ جستجو کے لئے  
 جگر کا خون دیا اور فقط وضو کے لئے

حسین اسم گرامی ہے، حسنِ فطرت کا  
 حسین جانِ دو عالم کی جان ہیں واللہ  
 حسین شاہدِ معنی کی آن ہیں واللہ  
 حسین منزلِ مقصود کی نشانی ہیں  
 حسین دعویٰ "صدیق" کی صداقت ہیں  
 حسین طاعتِ "عثمان" کی حمیت ہیں  
 حسین حسن کی تنویر، عشق کی تقدیر  
 ان کو کہتے ہیں دنیا میں خلد کا سردار  
 انہیں ہیں قلبِ رسالت پناہ کی حرکت  
 عالم ہیں، مسرت انہیں کے صدقے میں  
 زبھی ہے حقیقت انہیں کے صدقے میں  
 حسین فخر ہیں دنیائے رنگ و بو کے لئے  
 عزیز جان! تصدق کی آبرو کے لئے

حسین واقعی سردنترِ عبادت ہیں  
 حسین اپنے آب و جد کے دل کی حرکت ہیں



حسین بحرِ سخا ہے عطا کے رستے میں  
لٹا گیا ہے جو سب کچھ خدا کے رستے میں

نبی کے بیٹوں کا صدقہ خدا سے جب مانگا  
رہا نہ کوئی بھی پردہ دعا کے رستے میں

حسینی جذبہ ہو جن کا ، یقینِ خر جیسا  
وہ لوگ چلتے ہیں سر کو اٹھا کے رستے میں

وہ جن میں نورِ نبی و علی فروزاں ہو  
چراغ بجھتے نہیں وہ ہوا کے رستے میں

حسینی فکر ہے زندہ ، رہی ہے پائندہ  
ٹھہر سکے گی نہ ظلمت ، ضیا کے رستے میں

ولائے آلِ ملی مجھ کو ، تجھ کو خبِ یزید  
فنا کے رستے میں تو ، میں بقا کے رستے میں

کرم ہے مجھ پہ تبسم ! یہ آلِ اطہر کا  
جو گامزن ہوں ہمیشہ ثنا کے رستے میں

توصیفِ تبسم



حسین تو کہ مہ آسمانِ ہستی ہے  
تو افتخارِ زمانہ ہے جانِ ہستی ہے

مری جبیں ترے نقش قدم کی شیدائی  
رچی ہے دل میں تقدس کی تیرے رعنائی

مرا خیال تری عظمتوں کا قائل ہے  
مری نگاہ تری روشنی کی سائل ہے

خرد ہے آج بھی حیراں تری شہادت پر  
جہانِ عشق ہے نازاں تری قیادت پر

تو کائنات کا کتنا عظیم رہبر ہے  
صدف کو ناز ہو جس پر تو ایسا گوہر ہے

فلک کی شمعِ فروزاں ہے تیری قربانی  
تمام دہر پہ احساں ہے تیری قربانی





چمکتی ریت نے تیرا وقار جانا ہے  
تجہبی کو بادہ کشِ لالہ مانا ہے

ترا وجود ہے حقانیت کا آئینہ  
تھی شخصیت تری عرفانیت کا آئینہ

تھی تیری ذات زمانے میں واحد و یکتا  
تو کربلا میں نبرد آزما ہوا تنہا

حسین! تیری عقیدت ہے صبحِ نو کی نمود  
ترے وجود سے قائم ہے روشنی کا وجود

ملا ہے تیری شہادت سے درسِ آزادی  
تجہبی نے دہر کو دینِ متیں کی ضو بخشی

حسین! تو کہ زمانے کا بے بہا ڈر ہے  
تو پہلا قافلہ سالارِ منزلِ خر ہے



حسین درسِ بقا رہے گا ، حسین درسِ بقا رہا ہے  
وہ کربلا میں حصارِ تیر و سناں میں تنہا ڈٹا رہا ہے

سبھی اذانیں ہیں اس کا صدقہ جو صبحِ عاشور گونجتی ہے  
تمام سجدوں کو عصر کا وہ عظیم سجدہ بچا رہا ہے

سنی جو دربار میں ازاں کی صدا تو بولی علی کی بیٹی  
یزید ! سن یہ ہماری فتحِ میں کا مژدہ سنا رہا ہے

ہوائے جبر و ستم نے اس کو چھپانا چاہا تھا لاکھ لیکن  
انائے انسانیت کا سورج سناں پہ بھی جگمگا رہا ہے

تمام بیعت طلب یزیدوں کا آج بھی ہے سوال ویا  
جواب ابنِ علی کا ان کی ، ابھی بھی نیندیں اڑا رہا ہے

یہ تا ابد حقِ آدمیت کا سب سے مضبوط وار ہوگا  
وہ موت لمحوں میں جو بقا کا عظیم خطبہ سنا رہا ہے

یہ درد کچھ روز کا نہیں ہے یہ چودہ صدیوں کی کربلا ہے  
وہ استغاثہ ابھی بھی ہر خر کو حق کی جانب بلا رہا ہے



حسین راکبِ دوشِ رسول ، فخرِ بتول  
 حسین گلشنِ اسلام کا مہکتا پھول  
 حسین ایک حقیقت ، حسین ایک اصول  
 حسین کر نہیں سکتا یزیدیت کو قبول

جو ہر محاذ پہ ثابت قدم رہا وہ حسین  
 بہ نوکِ نیزہ بھی قرآن سنا گیا وہ حسین

حسین عینِ محبت ہے ، خلق کا پیغام  
 حسین حق و صداقت ، رسول کا انعام  
 حسین قلبِ محمد کا اک سرورِ دوام  
 حسین شرحِ نبوت کا دوسرا ہے نام

حسین ہی سے عبادت کا رہ گیا ہے بھرم  
 حسین ہی نے لہو سے کیا ہے حق کو رقم

حسین معرکہِ حق میں برسرِ پیکار  
 حسین راہِ شہادت کا قافلہ سالار  
 حسین عالمِ امکان میں صبر کا معیار  
 حسین قوتِ باطل کے سامنے دیوار

حسین صاحبِ عظمت ہے استقامت ہے  
 حسین وہ ہے جو ہر دور کی ضرورت ہے

ناصرزیدی



حسین ، زبدۂ نسلِ رسول ، ابنِ رسول  
 علی کے لاڈلے ، زہرا کے پھول ، ابنِ رسول

حسن حسین ہی آبناءِ تا کے ہیں مصداق  
 کہے گا ان کو ہر اک با اصول ، ابنِ رسول

رواں ہر آنکھ سے اطفالِ اشک پڑ سے کو  
 ترے لیے دلِ عالم ملول ، ابنِ رسول

ترا وجود ہے خود آیتِ من الآیات  
 ہے کربلا تری شانِ نزول ، ابنِ رسول

اگر تو دوشِ رسالت پہ کھیلنا چاہے  
 تو دینِ رسول بھی سجدے کو طول ، ابنِ رسول



ترے خلوصِ عمل سے سبق نہ سیکھ سکے  
یہ دیں فروش، یہ اجرت وصول، ابنِ رسول

رسول بند نہ کرتے اگر یہ دروازہ  
خدا گواہ، تو ہوتا رسول، ابنِ رسول

تجھے عدو بھی ملا تو عجیب سفلہ مزاج  
نہ کوئی شرم، نہ کوئی اصول، ابنِ رسول

یہ قیصری ترے پائے غیور کا دھوون  
یہ سیم وزر ترے قدموں کی دھول، ابنِ رسول

ہے تیرا بیتِ امامت مرے جنوں کا مظاف  
جبینِ عجز کا سجدہ قبول، ابنِ رسول

نصیر کو نہ اٹھانا اب اپنی چوکھٹ سے  
بچ فاطمہ زہرا بتول، ابنِ رسول

مہک اٹھا ہے نصیر! ان کے دم سے بارغِ جہاں  
حسن حسین ہیں زہرا کے پھول، ابنِ رسول

سید نصیر الدین نصیر گولڑوی



حسین قوتِ حیدر ، حسین جانِ بتول  
حسین معنی ذبحِ عظیم ، جسیم رسول

حسین خون کی سرخی میں لالہ کا نور  
حسین دامنِ ایماں میں سرخ رنگ کا پھول

حسین پیکرِ انساں میں عکسِ شعلہ طور  
حسین آیتِ قرآن میں سوزِ قلبِ رسول

گرے تو کٹ کے گرے، خوفِ جاں سے جھک نہ سکے  
انہیں کی ذات سے قائم ہے فقر کا یہ اصول

رہ وفا میں مجھے خوفِ جاں نہیں زنگس!  
کہ میری آنکھ کا سرمہ ہے ان کے پاؤں کی دھول



حسین کرب و بلا کے مسافروں کا امیر  
حسین جرات و ایثار و عزم کی تصویر

حسین رونق گلزارِ رنگ و بوئے رسول  
حسین نور و سرورِ نگاہ و قلبِ بتول

حسین پور و جگر بندِ حیدرِ کرار !  
حسین حاملِ اوصافِ سیدِ ابرار

حسین نام ہے تہذیبِ آدمیت کا  
حسین درس ہے انسان کو شرافت کا

حسین مطربِ فطرت کی لے کا زیر و بم  
حسین زیت کے نغے کا دل نشیں سرگم

حسین معرکہ کربلا کا میرِ سپاہ  
حسین کلمہ حق لآلہِ اِلَّا اللہ

حسین تجھ پہ ہو روشن صداقتوں کا سلام  
حسین تجھ پہ ہو زندہ شہادتوں کا سلام



حسین! کیوں نہ کہیں تجھ کو آفتابِ رسول  
کہ تیرے دم سے حقیقت بنا ہے خوابِ رسول

حسین! تیرا ہے احسان جذبہ حق پر  
حسین! تجھ سے ہے پائندہ انقلابِ رسول

حسین! زیت تری وہ کتاب ہے جس کے  
ورق ورق سے مرتب ہوا نصابِ رسول

حسین! تیرا عمل، تیری فکر کیا کہنا!  
حسین! تو ہے تمنائے باریابِ رسول

حسین! تیرے کمالِ شعور کے قرباں  
حسین! تو ہے شناسائے اضطرابِ رسول

حسین! جامع و مانع ہو کیوں نہ بات تری  
جہاں کے سارے سوالوں کا تو جوابِ رسول

جہاں کی برکتیں مشکور! اس کا صدقہ ہیں  
کھلا ہوا ہے بنامِ حسین بابِ رسول





حسین مصحفِ ناطق ، خطیبِ نوکِ سناں !  
کہاں سے لفظ تراشوں ، میں کیا کلام کروں ؟

نظر پڑے ترے نقشِ قدم کی خاک جہاں  
وہیں پہ نصب میں ادراک کے خیاں کروں !

جو رزقِ نطق عطا ہو ترے کرم سے مجھے  
تو میں بھی آرزوئے جراتِ سلام کروں

نہ پوچھ اپنی سخاوت کے ایک پل کا اثر  
جو بن پڑے تو زمانے اسیرِ دام کروں

ملے جو اذن تو دے کر تجھے خراجِ حیات  
میں اپنی بخششِ پیہم کا اہتمام کروں ؟

جہاں پناہ ! تری نذر کر کے لفظ اپنے  
خمارِ اجر سے لہریز دل کا جام کروں

تسیم کوڑ و زم زم ، غرورِ تینہ لہی !  
فرازاتِ فکر کی ہر موج تیرے نام کروں !

حسن نقوی



حسین نے وہ سجایا جہان مٹی کا  
یقین سے بھی ہے اونچا گمان مٹی کا

بڑا عجیب ہے یہ دشتِ کربلا جس میں  
زمین نور کی ہے آسمان مٹی کا

وہ جن کی خاک بھی آنکھوں کو نور دیتی ہے  
تمہیں لگے ہے وہی خاندان مٹی کا

سوائے نامِ حسین اور کچھ سنوں بھی تو کیوں؟  
بنا ہوا ہے نا میرا یہ کان مٹی کا

بروز حشر میں کہہ دوں گا اپنے مالک سے  
مجھے بہشت میں دے دے مکان مٹی کا



خاندانِ نبی نثار ہوا  
حق ، معزز ؛ دروغ ، خوار ہوا

حُر کی توبہ نہ ہوتی کیسے قبول  
جبکہ اندر سے شرمسار ہوا

علی اکبر پہ جان ہے قرباں  
علی اصغر پہ دل نثار ہوا

ہوئے زخموں سے چور چور حسین  
کب کوئی اس طرح فگار ہوا

لعنتی بن گئے یزید و شمر  
شاہِ جنت کا تاجدار ہوا

خاندانِ نبی نے جو پایا  
کے حاصل یہ افتخار ہوا

مدحِ آلِ نبی کے صدقے عروس  
اہلِ فردوس میں نثار ہوا

صاحبزادہ محمد نجم الامین عروسِ فاروقی



خدا شناسوں کو دیں روشنی قاتل حسین  
ثبوتِ حق کی ہیں سب سے بڑی دلیل، حسین

کیا جو آب سے سیراب، خر کے لشکر کو  
جہادِ عشق میں کہلائے سلسبیل، حسین

نکالی سینہٴ اکبر سے اس طرح برچھی  
کہ بن گئے ہیں ہر اک دور کے خلیل حسین

میں اہلِ ذر سے بہت دور ہوں سبب یہ ہے  
کرم کے ساتھ ہوئے ہیں مرے کفیل حسین

سکینہ پاؤں پکڑ کر کھڑی تھی رستے میں  
عبور کر گئے کیسے یہ سنگِ میل حسین

ہوں کور چشم تو دیتے ہیں روشنی فرخ !  
جہان نور کے تابندہ و جمیل حسین



خدا شناسی و خود آگہی حسین سے ہے  
کہ آدمی بخدا آدمی حسین سے ہے

جلا گیا ہے بہتر چراغ علم و عمل  
جہاں میں چار طرف روشنی حسین سے ہے

خدا کا دین ، خدا کا نبی ، خدا کی کتاب  
یہ سب ملیں گے اگر دوستی حسین سے ہے

کوئی زمانہ ہو ماضی و حال و مستقبل  
یزیدیت کی مکمل نفی حسین سے ہے

جہاں سے فرق حلال و حرام اٹھ جاتا  
کہ واقفیت امر و نہی حسین سے ہے

زہے نصیب ابراہیم! سلام حسین سے تو  
تمام شہرت و عزت تری حسین سے ہے



جگر گوشہ بتول

خدا کے دین پر جب لمحہ خوفِ گزند آیا  
بروئے کار شاہِ حق نما و حق پسند آیا

حبیب ابنِ مظاہر کربلا پہنچے تو شہِ بولے  
کہ میرا دوست، میرا ہمنوا و درد مند آیا

پسر ہیں ”کَلِّ اِیْمَان“ کے انہیں دنیا کی کیا پروا  
رہِ معبود میں گردن کٹا دینا پسند آیا

حسین ابنِ علی نے لاکھ سمجھانے کی کوشش کی  
سمجھ میں زر پرستوں کی نہ کوئی وعظ و پند آیا

علی اصغر کی گردن سے جو دو قطرے لہو نکلا  
ربخِ اسلام پر آب و نمک اس سے دو چند آیا

اگر مولا نہ اٹھتے تو زمانہ آج یہ کہتا  
حسین ابنِ علی کے سامنے دیں کو گزند آیا

سلام اے ہوش! خر کی حق پسندی، پیشِ بنی پر  
وفا کی آگ میں جلنے کو وہ مثلِ پسند آیا

ہوشِ عابدی



خدا کی راہ میں شبیر سر کٹا کے چلے  
لٹایا گھر کو مگر دین کو بچا کے چلے

دلِ حسین پہ کیا گزری، جس گھڑی اصغر  
بجائے آب کے وہ زخم تیر کھا کے چلے

نہ بھول کر ہوئی پائے ثبات میں لغزش  
رہ وفا میں وہ ایسا قدم بڑھا کے چلے

نہ کیوں ہو ناز شہا ! امتِ محمد کو  
تم اس کی ڈوبتی کشتی کو پھر ترا کے چلے

ہیں زندہ اب بھی شہیدانِ کربلا اے شمس !  
یزیدی لاکھ جہاں سے انہیں مٹا کے چلے

شمس بریلوی



خدائے ذوالجلال کی رضا سے ہے بندھا ہوا  
حسین ہے یزیدیوں کے سامنے ڈٹا ہوا

مخدرات ، ریگ زارِ کربلا میں خیمہ زن  
خدا کا خوف کوفیوں کی راہ سے ہٹا ہوا

حسین ! تیرے بعد بھی یزیدیوں کا دور ہے  
دلِ خراب حال ، ابتدا سے ہے دکھا ہوا

زیاد و شمر اب بھی ہیں حسین کی تلاش میں  
غضب کہ نقشہ ستم ہے آج تک کھنچا ہوا

وہ ذاکرِ حسین ہے ؟ خدا کی اس پہ لعنتیں  
کہ جس کا سر ہے آستانِ غیر پر جھکا ہوا

تمام اہل بیت پر درود ہو سلام ہو  
کہ ان کا نام عرش کی جبین پہ ہے لکھا ہوا





## خلق کارہنما حسین

خلق کا رہنما حسین ، دین کا پیشوا حسین  
 وارثِ علمِ انبیاء ، زینتِ بزمِ اولیاء  
 مظہرِ اسوۂ رسول ، گلشنِ مرتضیٰ کا پھول  
 دوشِ نبی کا شہسوار ، ملکِ وفا کا تاجدار  
 جتنے ستم ہوئے شدید، حق کی طلب ہوئی مزید  
 عکسِ رسول ہو بہو ، شیرِ خدا کی آرزو  
 دینِ خدا پہ جب بنی ، پھر نہ کسی کی کچھ سنی  
 سیلِ بلا میں کود کر ، اپنے لہو میں ڈوب کر  
 سامنے اقربا کی پیاس ، گھیرے ہوئے ہجومِ یاس  
 سر پہ اجل سوار تھی ، فکرِ رضائے یار تھی  
 ہادی و حق نما حسین ، عاشقِ کبریا حسین  
 راحتِ جانِ اتقیاء ، مرشدِ اولیاء حسین  
 جانِ حسن ، دلِ بتول ، شاہدِ کبریا حسین  
 دستِ خدا کا شاہکار ، فاتحِ کربلا حسین  
 ظلم کی انتہا یزید ، صبر کی انتہا حسین  
 مہر و وفا کی آبرو ، نازشِ کبریا حسین  
 عزم و ثبات کا دھنی ، سامنے آگیا حسین  
 کشتیِ دین کو نگر ، پار لگا گیا حسین  
 پھر بھی نہ تھا نگر ہراس ، واہ رے حوصلہ حسین  
 نادرِ روزگار تھی ، تیری ہر اک ادا حسین  
 کشتیِ روزگار کا ، مضطر و بے قرار کا  
 راحتِ بے دیار کا ، ہے فقط آسرا حسین

سید راحت حسین راحت



خلوص کی روشنائی لے کر بہ دیدہ تر ، حسین لکھنا  
تم ایسا کرنا کتابِ دل کے ورق ورق پر حسین لکھنا

اذان دیں گی تمہاری آنکھیں ، نماز ! مصرعے ادا کریں گے  
تم ایسا کرنا کہ اس دفعہ بھی حسین پڑھ کر حسین لکھنا

حروف ، خوشبو کے چشمے بن کر زمیں کے سینے پہ کھل اٹھیں گے  
تم ایسا کرنا کہ اپنی آنکھوں اور اپنے لب پر حسین لکھنا

تمہارے تاریک منظروں میں ، اجالے پھوٹیں گے نور بن کر  
تم ایسا کرنا کہ اپنے گھر میں درود پڑھ کر حسین لکھنا

حسین لکھ کر پھر اس کو لکھنا ، پھر اس کو لکھ کر تم ایسا کرنا  
کہ آج تک تم نے جو بھی لکھا ہو ، اس کا محور حسین لکھنا

وہ برچھیاں وہ چمکتے خنجر ، وہ تپتے صحرا پکارتے ہیں  
تم ایسا کرنا کہ کربلا کے بدن پہ جا کر حسین لکھنا

اگر کتابت کا شوق ہو تو ، کتاب صبر و رضا میں راحت !  
جہاں شہیدوں کا نام لکھنا ، تو سب سے اوپر حسین لکھنا

سید راحت حسین راحت



خونِ سرور سے رنگیں قبا ، کربلا  
عشق کے حسن کی انتہا ، کربلا

تا ابد جاگتی سرخرو سر زمیں  
حشر تک زندگی کی دُعا ، کربلا

آزمائش میں وہ استقامت کی چھب  
دھوپ میں روپ کا راستہ ، کربلا

ایک تسکین جاں آفریں درد میں  
اشک میں ایک سیلِ شفا ، کربلا

روسیاہی کی تو نے گواہی نہ دی  
مرجا مرجا مرجا ! کربلا

شورِ بن میں نغمِ زندگی کی امیں  
صرصرِ غم میں بادِ صبا ، کربلا

لفظ جس سے جنے وہ جواں بانگین  
سانس جس سے رواں وہ صدا ، کربلا

سید ضمیر جعفری



دامِ دنیا نہ کوئی بیچِ گماں لایا ہے  
سوئے مقتل تو اسے حکیم ازاں لایا ہے

خونِ شبیر سے روشن ہیں زمانوں کے چراغ  
شمر نسلوں کی ملامت کا دھواں لایا ہے

فیصلہ حر نے کیا اور جرّاً نے دیکھا  
جست بھرتے ہی اسے بخت کہاں لایا ہے

آج بھی سر بگریباں ہے اسی حزن میں وقت  
شامِ غربت سے جو احساسِ زیاں لایا ہے

وہ شیرِ عزم و علم ہے سو یہ اس کا شاعر  
نذر کو چشمِ رواں قلبِ تپاں لایا ہے



درد و الم کی داستاں ، صبر و رضا کی داستاں  
ذکرِ حسین ہے فقط ، عشق و وفا کی داستاں

ابنِ خلیل سے کبھی جس کی ہوئی تھی ابتدا  
ابنِ علی وہ کر گئے پوری قضا کی داستاں

تشنہ لبی کی شدتیں ، تیر و سناں کی بارشیں  
مجھ سے بیاں نہ ہو سکے کرب و بلا کی داستاں

لکھی تھی جو یزید نے ، آلِ نبی نے کاٹ دی  
ظلم و ستم کی داستاں ، جبر و جفا کی داستاں

ذراتِ کربلا سے خود ، چشمِ فلک نے بھی پڑھی  
خونِ حسین سے جو تھی لکھی بلا کی داستاں

آنسو رکیں نہ فکر کے ، لہجوں کی ہچکیاں بندھیں  
میرے لبوں پر آگئی جب کربلا کی داستاں

ہا قب! مٹی یزیدیت ، زندہ رہی حسینیت  
باقی رہے گی تا ابد مردِ صفا کی داستاں

ہا قب علوی



درک تھا کس کو خداوند تری تقریر کا  
مصطفیٰ کی آل نے رکھا بھرم تفسیر کا

کر بلا والوں سے جو ہر کھل گئے قرآن کے  
دیکھنے والے یہ رخ دیکھیں ذرا تصویر کا

پائے عابد میں نشانِ راہ منزل بن گئی  
آکے ان قدموں میں رتبہ ہو گیا زنجیر کا

تیر آتے ہی لبوں پر مسکراہٹ آگئی  
نہنے بچے کی نظر میں وزن تھا یہ تیر کا

سر کٹا ، اقلیم دل کی حکمرانی مل گئی  
معجزہ دیکھے زمانہ قوتِ تسخیر کا

تیر کھا کر مسکرانے پر ہے دنیا دنگ کیوں؟  
ایسے ویسے کا نہیں ، بیٹا ہے یہ شبیر کا

فرض کر لو ہوش! دنیا میں کوئی مسلم نہ ہو  
تذکرہ پھر بھی رہے گا عظمتِ شبیر کا



دُروُد تجھ پہ ہو، گل کر کے اپنے گھر کے چراغ  
حسین ! دی ہے زمانے کو روشنی تو نے

غمِ حسین تری تازگی کا کیا کہنا !  
نفسِ نفس کو عطا کی ہے زندگی تو نے

اسی نماز کی ہیں جستجو میں دیدہ و دل  
بنا دیا جسے معراجِ بندگی تو نے

سلام ، کوثر و تسنیم کی طرف سے تجھے  
لبِ حسین کو چوما ہے تشنگی ! تو نے

ترا کرم ! حق و باطل کے درمیان لکیر  
خود اپنے خون کی سرخی سے کھینچ دی تو نے



دس محرم ہے اور ہم ہیں ، حسین !  
 دیدہ نم ہے اور ہم ہیں ، حسین !

بس تری یاد اور سب آنکھیں  
 بس ترا غم ہے اور ہم ہیں ، حسین !

زندگی ہے اجاڑ تیرے بغیر  
 روشنی کم ہے اور ہم ہیں ، حسین !

جب سے پھانگی ہے بڑھ کے خاک شفا  
 ہاتھ میں جم ہے اور ہم ہیں ، حسین !

آخری تھا جہاں قیام ترا  
 دل وہاں خم ہے اور ہم ہیں ، حسین !

ایک دریا ہے ، ایک صحرا ہے  
 بس یہ عالم ہے اور ہم ہیں ، حسین !





دشت سے اٹھی جو خوشبو، چار سو پھرتی رہی  
لے کے دامن میں شہیدوں کا لہو پھرتی رہی

ظالموں کی تھی یہی کوشش، چھپے خونِ حسین  
خون کی مہکار لیکن گوبکو پھرتی رہی

خر رہے عاشور کی شب کو نہایت بے قرار  
ذہن میں سببِ نبی کی گفتگو پھرتی رہی

نقشہ نجر آزمائی کا رہا زینب کو یاد  
سامنے بھائی کی تصویر گلو پھرتی رہی

حضرتِ عابد نہ بھولے، منظر بازارِ شام  
کارواں کی بے حجابی، روبرو پھرتی رہی

اپنی پلکوں سے میں چوموں، کاشِ خاکِ کربلا  
دل میں زائدِ اِیہ ہمیشہ، آرزو پھرتی رہی



دشتِ غربت میں لہو روتا ستارا دیکھے  
آنکھ میں ضبط کہاں ایسا نظارا دیکھے

جانے کس وقت رکے گی یہ ہوائے وحشت  
موسمِ غم ترے ابرو کا اشارہ دیکھے

موج در موج اٹتی ہے جہاں خواہشِ زیست  
اپنے سینے میں وہیں پیاس کنارا دیکھے

سر پہ جب دھوپ مسلسل ہی ٹھہر جاتی ہے  
تب میرا دشتِ بدن ، صبر تمہارا دیکھے

اہلِ دل کی تو روایت ہی الگ ہوتی ہے  
نہ کوئی سود کا سوچے ، نہ خسارا دیکھے

خُر بنا دیتا ہے تقدیر بدل جاتی ہے  
اک نظر جس کو وہ اللہ کا پیارا دیکھے



دشت کو لہو دے کر کیا سے کیا بنا ڈالا  
کیسے کیسے ذروں کو آئینہ بنا ڈالا

کربلا کے مقتل میں مقصدِ امامت نے  
ننھے ننھے بچوں کو سورما بنا ڈالا

حر کے قلب کی جانب شاہ نے توجہ کی  
تیرگی کے پیکر سے اک دیا بنا ڈالا

روشنی کو اصغر کا ، نام دے دیا رب نے  
انتہائے ظلمت کو حرملہ بنا ڈالا

اک ردائے زینب کو چھید کر یزیدوں نے  
جانے کتنی صدیوں کو بے ردا بنا ڈالا

اقتدار کی دھن میں شامیوں نے اے منظر  
نینوا کی وادی کو کربلا بنا ڈالا

منظر بھوپالوی



### کربلا کی رات

دشت میں سوختہ سامانوں پہ رات آئی ہے  
غم کے سنسان بیابانوں پہ رات آئی ہے

نور عرفان کے دیوانوں پہ رات آئی ہے  
شمع ایمان کے پروانوں پہ رات آئی ہے

بیت شبیر پہ ظلمت کی گھٹا چھائی ہے  
درد سا درد ہے ! تنہائی سی تنہائی ہے !

ایسی تنہائی کہ پیارے نہیں دیکھے جاتے  
آنکھ سے آنکھ کے تارے نہیں دیکھے جاتے

درد سے درد کے مارے نہیں دیکھے جاتے  
ضعف سے چاند ستارے نہیں دیکھے جاتے

ایسا سناٹا کہ شمشانوں کی یاد آتی ہے  
دل دھڑکنے کی بہت دور صدا جاتی ہے



دشمنِ دین کے مقابل نعرہ تکبیر ہے  
لائی صد آفریں یہ جذبہ شبیر ہے

راہِ حق میں دین کی خاطر بصد عجز و نیاز  
سر کٹانے کی روایت ، باعثِ توقیر ہے

مرحبا صد مرحبا ، اس لشکرِ اسلام کو  
جس کے خوں کی لونسے دنیا منبعِ تنویر ہے

خواب میں آ کر مجھے اذنِ حضوری دیجئے  
کربلا کی حاضری میں گر کوئی تاخیر ہے

سر زمینِ کربلا کا ذرہ ذرہ آفتاب  
یہ شہیدِ کربلا کے خون کی تاثیر ہے

قصرِ ایماں کو کوئی منہاں کر سکتا نہیں  
ہر ستون اس کا حسینی سنگ سے تعمیر ہے

عثمان قیسر



دلِ شکستہ و خوش کام سے وہ کام لیا  
قدم زمیں پہ رہے آسمان تھام لیا

نقوشِ کفر مٹانے کو بالیقین ہے خدا  
اک آدمی سے مگر اس نے یہ بھی کام لیا

غمِ زمانہ کو رکھ کر غمِ حسین کے ساتھ  
غمِ زمانہ سے بھر پور انتقام لیا

تھا دشتِ کرب و بلا میں وہ کوثرِ ایثار  
کہ ہر شہید نے خود بڑھ کے اپنا جام لیا

ہر ایک لاش پہ ہنگامِ عصر تک اس نے  
کبھی سلام کیا اور کبھی سلام لیا

زبانِ تیغ نے وہ کام کب کیا ساجد !  
جو بے زبان نے تیغِ زباں سے کام لیا



حضورِ سرورِ کونین جب محضر ہوا پیش  
زمینِ کربلا سب سے جدا رکھی گئی تھی

مٹی کا خواب پورا ہو رہا تھا کربلا میں  
یہ قربانی اسی دن پر اٹھا رکھی گئی تھی

زمین سے آسماں تک نور تھا بس نور ہی نور  
چراغوں کے مقابل جب ہوا رکھی گئی تھی

بہت مشکل مراحل آ پڑے تھے راستے میں  
سو زادِ راہ میں خاکِ شفا رکھی گئی تھی

حسینِ اوفیٰ بچدیک کہہ رہے تھے وقتِ آخر  
کہیں بیٹاق میں شرطِ وفا رکھی گئی تھی



## جگر گوشہ بتول

دنیا کے سامنے لب و لہجہ ہی اور ہے  
وابستگیِ دل کا حوالہ ہی اور ہے

نسبت ہے جس کسی کو بھی تیرے چراغ سے  
اس کے نگاہ و دل میں اجالا ہی اور ہے

لفظوں میں کوئی کھینچ نہ پائے گا ہو بہو  
اس دلخراش ہجر کا نقشہ ہی اور ہے

دشتِ عرب کے خانہ بدوشوں کو کیا خبر  
ہم جس میں خیمہ زن ہیں وہ صحرا ہی اور ہے

دل میں ہزار خانے ہیں رنج و ملال کے  
لیکن غمِ حسین کا گوشہ ہی اور ہے

اے جادۂ وجود و عدم کے مسافر و !  
ہم جس پہ چل رہے ہیں وہ رستہ ہی اور ہے

شاہد ماکلی





دورِ حیات آئے گا قاتلِ قضا کے بعد  
ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد

جینا وہ کیا کہ دل میں نہ ہو کوئی آرزو  
باقی ہے موت ہی دلِ بے مدعا کے بعد

تجھ سے مقابلے کی کسے تاب ہے، ولے  
میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد

لذتِ ہنوز مائدہٴ عشق میں نہیں  
آتا ہے لطفِ جرمِ تمنا، سزا کے بعد

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے  
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مولانا محمد علی جوہر



دہر میں جتنی ضیا ہے اے شہیدِ کربلا !  
سب ترے خوں کی عطا ہے اے شہیدِ کربلا !

فخر ہے جس پر خدا کو ، مصطفیٰ کو ناز ہے  
کام تو نے وہ کیا ہے اے شہیدِ کربلا !

جس میں جا کر مجتمع ہوتی ہے ساری معرفت  
تیرے حیدر کی ولا ہے اے شہیدِ کربلا !

سراٹھا سکتا نہیں سورج بھی جس کے سامنے  
تیری زہرا کی حیا ہے اے شہیدِ کربلا !

راکبِ دوشِ نبی کی زوجیت کا مرتبہ  
تیری بانو کو ملا ہے اے شہیدِ کربلا !

گو نجی ہے جو ازاں بن کر شہادت گاہ میں  
تیرے اکبر کی صدا ہے اے شہیدِ کربلا !



جو رلاتی ہے لہو چشمِ ام کو آج تک  
تیرے اصغر کی ندا ہے اے شہیدِ کربلا !

دیکھتا ہے رشک سے جس کو ہنوز آبِ حیات  
وہ سکینہ کا صلہ ہے اے شہیدِ کربلا !

جو مودت کا خمیدہ سر کشیدہ کر گئی  
تیرے غازی کی وفا ہے اے شہیدِ کربلا !

جس کے سائے میں پڑی ہیں بیکراں مخدومیاں  
تیری زینب کی روا ہے اے شہیدِ کربلا !

حور و غلاماں جس پہ سوسو جان سے قربان ہیں  
تیرے قاسم کی ادا ہے اے شہیدِ کربلا !

بخشتا ہے جو شبِ تشکیک میں نورِ یقین  
تیرے خر کا حوصلہ ہے اے شہیدِ کربلا !

ہے تری تعریف میں سارا جہاں رطب اللساں  
بے نوا فیضان کیا ہے اے شہیدِ کربلا !

پروفیسر فیض رسول فیضان



دین احمد کے فلک کے چاند تارے ہیں حسین  
اہل درد و غم کے دل کے اک سہارے ہیں حسین

ہر بشر شبیر کے ہے دکھ میں اب تک اشکبار  
ملتِ اسلامیہ کو اتنے پیارے ہیں حسین

راہ منزل جو دکھاتے ہی رہیں گے تا ابد  
انقلاب و حریت کے وہ مینارے ہیں حسین

جو غرور کفر کو رکھ دے جلا کر آن میں  
حق بیانی کے سلگتے وہ شرارے ہیں حسین

اہل کوفہ کے ستم سب سہہ گئے ہیں جان پر  
کب مدد کے واسطے پل بھر پکارے ہیں حسین

کینہ پرور جو رہے بزمِ عدو میں پیش پیش  
وہ بھی کہتے ہیں ہمارے ہیں ہمارے ہیں حسین

جس کو دیکھو آپ کی ہے کامرانی پر ثار  
کس نے مانا کربلا کی جنگ ہارے ہیں حسین



دینِ حق سجدے میں ہے اور جستجو سجدے میں ہے  
قربِ حق سجدے میں ہے دیں کی نموسجدے میں ہے

کربلا میں ظور کی سی ہو گئی پیدا فضا  
اہلِ حق کے واسطے، جو آرزو سجدے میں ہے

آتشِ نمرود میں، جس طرح اللہ کے خلیل  
تھا یزیدی ظلم ایسا اور تو سجدے میں ہے

کربلا میں کر دیا حق کے لئے سب کچھ فدا  
وہ سراپا ناز اب تک ہو بہو سجدے میں ہے

واہ! نمازِ عشق تیری اے حسین ابنِ علی  
سب پہ واضح کر گئی کہ رازِ ”ھُو“ سجدے میں ہے

شوکتِ اسلام کی خاطر ہے کی رنگیں قبا  
تیرے اس احسان پر ہر باوضو سجدے میں ہے

تیرا خونِ پاک تھا دینِ محمد کی ضیا  
سر سے لے کر پاؤں تک گرتا لہو سجدے میں ہے

اعجاز احمد اعجاز



دینِ متیں کو کر کے امر، خاکِ کربلا  
اب تک اٹھا رہی ہے ثمر، خاکِ کربلا

صبر و رضا کے دامنِ عزت مآب میں  
آلِ نبی ہے خیمہ بسر، خاکِ کربلا

راہِ خدا پہ ہو گئے قربانِ اہلِ بیت  
سر پٹیتا رہے گا ثمر، خاکِ کربلا

آلِ رسول پیاس کی شدت میں چل بسی  
بہتا رہا فرات نگر، خاکِ کربلا

چشمِ فلک نے آج تلک ایسا معرکہ  
دیکھا نہیں ہے بارِ دگر، خاکِ کربلا

زندہ ہے آج تک بھی جہاں میں حسینیت  
کر دے یزیدیت کو خبر، خاکِ کربلا

بزمِ امامِ عالی نسب میں ہے صابری!  
کھولے ہوئے عطاؤں کے در، خاکِ کربلا



ذکر جو روز و شب حسین کا ہے  
معجزہ یہ عجب حسین کا ہے

دل میں جو بغضِ پنجتن رکھے  
وہ کہے بھی تو کب حسین کا ہے

سر نیزہ بلند ہے جو سر  
بادب! بادب! حسین کا ہے

حشر تک سر اٹھائے گا نہ یزید  
اس پہ قہر و غضب حسین کا ہے

قلب و جاں پر فقط نہیں موقوف  
میرا جو کچھ ہے سب حسین کا ہے

در کھلا مجھ پہ قصرِ جنت کا  
کہا رضواں نے جب، حسین کا ہے

شاعرِ باکمال ہے ناصر  
کیوں نہ ہو، منتخب حسین کا ہے

ناصر زیدی



راہِ خدا میں شوق سے سر کو کٹا گئے حسین  
حق کی رضا کے واسطے گھر کو لٹا گئے حسین

نیزے پہ چڑھ کر سر بلند کر گئے دینِ مصطفیٰ  
اس طرح درسِ حریت ہم کو سکھا گئے حسین

دے دیا سر، مگر نہ ہاتھ، دستِ یزید میں دیا  
دین کے دشمنوں کا سر نیچے جھکا گئے حسین

آنسو لہو کے آج بھی روتی ہے کربلا کی خاک  
زخم کچھ ایسا قلب پر اس کے لگا گئے حسین

ابنِ علی کی شان کیا، تجھ سے بیاں ہواے ریاض!  
جس کی نہیں مثال وہ مرتبہ پا گئے حسین

سید ریاض الدین سہروردی





راہِ وفا میں سر جو کٹایا حسین نے  
دراصل ظلمتوں کو مٹایا حسین نے

اک درس دے گئے وہ پسِ پردہٴ جہاد  
رشتہ یہ خوب حق سے نبھایا حسین نے

سرخم کیا نہ ظلم و ضلالت کے روبرو  
امت کو اس طرح سے بچایا حسین نے

دے کر زمینِ دین کو نذرانہٴ لہو  
نانا کی عظمتوں کو بڑھایا حسین نے

پانی بھی بند کر دیا فوجِ یزید نے  
اس پر بھی صبر کر کے دکھایا حسین نے

خاکی! تم اس زمین کے ذروں کو چوم لو  
جس سر زمین پہ خون بہایا حسین نے

عزیز الدین خاکی



ریخ حیات لہو سے اجالنے والا  
عزیمتوں کی نئی طرح ڈالنے والا

حسین اب بھی شبِ کذب میں سرِ آفاق  
صدائقوں کا ہے سورج اچھالنے والا

زمینِ کربلا اب بھی ہے چشمِ دید گواہ  
نہیں تھا حکمِ خدائی وہ ٹالنے والا

بنائے لآ اِلہ سر دے کے کر گیا محکم  
وہ گرتی قدروں کو دیں کی سنبھالنے والا

حسین اپنے بہتر چراغوں کی لو سے  
شبِ حیات کو دائم اجالنے والا

وہی ہے ملتِ اسلامیہ کا کیوں ہار  
بھنور سے ڈوبتی کشتی نکالنے والا

رضائے مولا پہ سب کچھ لٹا گیا نیر!  
وہ خود کو حرفِ مشیت میں ڈھالنے والا



رکھا اس شان سے کس نے سر تسلیم سجدے میں  
مجسم ہو گیا وہ خوابِ ابراہیم سجدے میں

جزائے کارِ جاں ، کیا ڈھونڈتے ہو ڈھونڈنے والو  
وہاں تو دین و دنیا ہو چکی تقسیم سجدے میں

عبارت ہی بدل کر رہ گئی تقدیرِ حُر ! تیری  
سرِ لوحِ مقدس وہ ہوئی ترمیم سجدے میں

عبادت خود مزہ لیتی تھی نفسِ مُطمئنہ کا  
دلِ شبیر کو کب تھی امید و بیم سجدے میں

جلے بستر سے قیدِ شام تک ، کتنی مسافت ہے ؟  
امامت کو امامت کر گئی تعلیم سجدے میں

سلام اس پر ، نمازِ آخری جس نے ادا یوں کی  
بدنِ نیزوں پہ قائم تھا ، جبیں تھی نیم سجدے میں

شاہدہ حسن



رگ رگ میں ہے بسی ہوئی الفت حسین کی  
یوں ہے دماغ و دل پہ حکومت حسین کی

سر دے دیا ، بچائی مگر دیں کی آبرو  
دنیا میں بے مثال ہے سیرت حسین کی

نیزے پہ سر ہے ، ہونٹوں پہ قرآن کی آیتیں  
کتی بلند تر ہے تلاوت حسین کی

سجدے میں زیر تیغ ہے خیر انسا کا لعل  
ہے کس قدر بلند عبادت حسین کی

صدیوں سے کر رہا ہے منادی کلام پاک  
ذبحِ عظیم ہے یہ شہادت حسین کی

ہر طرح کے یزید نے ظلم و ستم کیے  
لیکن شقی نہ پاسکا بیعت حسین کی

مانوس کو ملی ہیں برابر کی نعمتیں  
قرآن پاک اور محبت حسین کی



رنجِ دنیا سے کبھی چشمِ اپنی نم رکھتے نہیں  
جز غمِ آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہیں

در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے  
سر جہاں رکھتے ہیں سب، ہم واں قدم رکھتے نہیں

جو مقرر ہے وہ ملتا ہے تری سرکار سے  
ہم ہیں صابر کچھ خیالِ بیش و کم رکھتے نہیں

کہتے تھے اعدا کہ بچے بھی علی کے شیر ہیں  
جب بڑھاتے ہیں تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہیں

جو سخی ہیں مالِ دنیا سے ہیں خالی ان کے ہاتھ  
اہلِ دولت جو ہیں وہ دستِ کرم رکھتے نہیں

زور سے اس کے لیا ہے، ہم نے میدانِ سخن  
اور نیزہ ہاتھ میں غیر از قلم رکھتے نہیں

یہ مکاں محبوبِ حق کا ہے، نہ آنا اس طرف  
بے اجازت یاں ملائک بھی قدم رکھتے نہیں

میرائیں



رواں سلام سے جب تک قلم نہیں ہوتا  
کوئی خیال بھی مجھ سے رقم نہیں ہوتا

گدائے شاہِ نجف ہوں ، زمانہ جانتا ہے  
خدا کا شکر ہے یہ زعم کم نہیں ہوتا

حیات بخش ہے دراصل اہل بیت کا غم  
جنہیں یہ غم ہو ، انہیں کوئی غم نہیں ہوتا

کٹا کے بازو بھی عباس نے یہ فرمایا  
عدو جھکالے جسے وہ علم نہیں ہوتا

یہ سارا عشق و عقیدت کا فیض ہے ورنہ  
یہ سیلِ اشک ، پسِ چشمِ نم نہیں ہوتا

سعید! الفتِ حسنین جس کے دل میں نہ ہو  
مری نگاہ میں وہ محترم نہیں ہوتا

سعید عاصم



روشن انہی کے نور سے اکثر چراغ ہیں  
جو خاکِ کربلا ترے اندر چراغ ہیں

وہ ظلمتِ قدیم ہو یا ظلمتِ جدید  
دونوں ہی کی گرفت سے باہر چراغ ہیں

تجھ سے تو اک چراغ بھی بجھنا محال ہے  
اے سر پھری ہوا! یہ بہتر<sup>72</sup> چراغ ہیں

کیا رنگ دے گئی ہے شہادتِ حسین کی  
جب سے بجھے ہیں اور منور چراغ ہیں

روشن کیا تھا جن کو دعائے رسول نے  
روشن انہی چراغوں سے گھر گھر چراغ ہیں

لکھتے ہیں روشنی کی عبارت جو عمر بھر  
میری نگاہ میں وہ سخنِ ور چراغ ہیں

اعجاز! جن کے لب پہ ثنائے حسین ہے  
روشن وہ آج بھی سرِ منبر چراغ ہیں



### جگر گوشہ بقول

روہ حق و صداقت پر رواں ہیں کربلا والے  
جہاں فانی ہے لیکن جاوداں ہیں کربلا والے

لٹا دیتے ہیں گھر بھی نصرتِ اسلام کی خاطر  
زمانہ دیکھے ایسے پاسباں ہیں کربلا والے

شکستِ فاش دے دی ان کے اک بچے نے لشکر کو  
سمجھتا تھا ستم گر، ناتواں ہیں کربلا والے

ہے کس میں دم کہ کوئی ان سے چھینے اقتدار ان کا  
دلوں کی سلطنت میں حکمراں ہیں کربلا والے

صدائے ”الْعَطَشُ“ جلتے ہوئے خیموں سے آتی ہے  
زمینِ بے کسی کا آسماں ہیں کربلا والے

بقائے دین کی خاطر مسکرا کر ظلم سہتے ہیں  
جوانی جن پہ صدقے وہ جواں ہیں کربلا والے

خسارے میں نہیں ہوں، ہے یقین اس بات کا طاہرا  
مرے والی، بوقتِ امتحان ہیں کربلا والے

طاہرناصر علی





زخم سے کھلتا ہے جو، وہ گلبدن ہے کربلا  
خون سے دھلتا ہے جو، وہ پیرہن ہے کربلا

کربلا، تاریکیوں کے ساتھ سمجھوتہ نہیں  
نقدِ جاں سے کم کوئی سودا یہاں ہوتا نہیں

اک سنہرا پن عطا کرنا، کھرے افکار کو  
اپنے ہاتھوں خود لٹا دینا، بھرے بازار کو

مطلق احکم آمروں کے جبر اور نخوت کی قبر  
کربلا اکبر کی جرأت، کربلا زینب کا صبر

زندگانی کا امر دستور لکھنا کربلا  
گھپ اندھیرے میں کتابِ نور لکھنا کربلا

اشکِ خونِ نوعِ بشر کے مسکرانے کے لئے  
غم کی شب کھیتی نئے سورج اگانے کے لئے

آسرا ہے، ولولہ ہے، حوصلہ ہے کربلا  
جنگلوں میں سب سے پہلا راستہ ہے کربلا

سید ضمیر جعفری



## زندہ جاوید ہے لختِ دلِ زہرا کا نام

گردشِ دوراں مٹا سکتی نہیں اس کا پیام  
حاضر و غائب میں ان کی ذات اقدس ہے امام  
کٹ گئی آلِ پیمبر، لٹ گئے ان کے خیام  
عرشِ والے تذکرہ کرتے ہیں ان کا صبح و شام  
ان سے پایا ہے بجائے خود شہادت نے مقام  
بادہ ہائے عشق و حکمت سے لبالب ان کے جام  
حوصلے ان کے مقدس، ولولے ان کے مدام  
دل گرفتہ حالِ اہل بیت سے بیت الحرام  
دو دمانِ سید الکونین کے ماہِ تمام  
دھول ان کے پاؤں کی، دنیا کا تزک و احتشام  
فاطمہ کے آنسوؤں سے کھیلنے والوں کا نام  
مرتبہ ان کا بہت بالا، نہیں جس میں کلام  
ان کو روز و شب پہنچتا ہے فرشتوں کا سلام

زندہ جاوید ہے لختِ دلِ زہرا کا نام  
کامل و اکمل نمونہ حیدرِ کرم کا  
اس تصور سے قلم کا دل ہوا جاتا ہے شق  
فرشِ والے دیدہ و دل کی بچھاتے ہیں بساط  
وسعتیں ان سے امامت کے تصور کو ملیں  
ان کے اوصاف و محاسن ماورائے عقل و فہم  
مرحلے ان کے درخشاں، سلسلے ان کے عظیم  
شام کی خنجر زنی سے خاکِ طیبہ مضحک  
پابجولاں جا رہے ہیں شہرِ استبداد کو  
جھک چکے ہیں ان کی چوکھٹ پر شہنشاہوں کے سر  
حشر تک ظلم و شقاوت کی علامت ہو گیا  
ذات ان کی چہرہ ایثار کا حسن و جمال  
ہم تو عاجز ہیں ہماری ہستی ناچیز کیا

شورش! ان کی ذات میں ہے پرتوِ میرِ امم

وہ ہیں سلطانون کے سلطان، ہم غلاموں کے غلام

شورش کا شمیری



## نورِ نورِ خدا امام حسین

مہرِ اوجِ بقا ، امام حسین	زیبِ عرشِ فنا ، امام حسین
تاجدارِ وفا ، امام حسین	شاہِ تفویضِ پیکرِ تسلیم
شمعِ بزمِ رضا ، امام حسین	قاطعِ ظلمتِ چگون و چند
حق ادا ، حق نما ، امام حسین	حق نگر ، حق پرست ، حق آموز
نورِ نورِ خدا ، امام حسین	شانِ شانِ خدا ، تعالیٰ اللہ
شیرِ شیرِ خدا ، امام حسین	خیبرِ حرص و آز کا فاتح
خیرِ خیرِ النساء ، امام حسین	وارثِ عفت و ریاضِ بتول
ہر عمل میں بجا ، امام حسین	ناروائی تری یزید پلید
شاہِ گلگوںِ قبا ، امام حسین	سرورقِ نسخہٴ شہادت کا
شرحِ قائلوا بلی ، امام حسین	سرِ تمکین و عظمتِ آدم
صبحِ ہمتِ فزا ، امام حسین	شامِ تسکینِ بخشِ صدق و صفا
رہبر و رہنما ، امام حسین	رہِ نوردانِ عشق و مستی کا
شوق کا آسرا ، امام حسین	مصلحت کیشیوں سے راہِ نجات
سو بسو ، جا بجا ، امام حسین	فرش پر دھوم ، عرش پر چرچا
عقل سے ماورا ، امام حسین	شاہبازِ فضائے الّا ھو

نقشِ لائمانی کی توجہ سے  
وردِ آسی ہے ”یا امام حسین“

پروفیسر محمد حسین آسی



سب اہل درد، سبھی خاص و عام پیش کریں  
حسین ابن علی کو سلام پیش کریں

ولائے سبطِ نبی ہے ہمارا آبِ حیات  
ہم اپنے اشکِ حضورِ امام پیش کریں

سلام ان پہ جو ثابت قدم رہے حق پر  
سپاس نامہ انہیں گامِ گام پیش کریں

بروزِ حشر ملائک سے آرزو کریں گے  
وہاں بھی ہم کو بطورِ غلام پیش کریں

وہ ایک شام کہ جو کربلا میں اتری تھی  
ہم اپنا پُرسہ اسے صبح و شام پیش کریں

مرا حسین ہے مجھ سے، حسین سے میں ہوں  
نبی کے لفظِ عروجِ دوام، پیش کریں

ثنائے ساقی کوثر کریں علی یاسر!  
انہیں خراجِ عقیدت کے جامِ پیش کریں



سبطِ رسولِ لختِ دلِ مرتضیٰ سلام  
اے نونہالِ گلشنِ خیرالنساء سلام

خود مٹ گیا، یزید کے آگے نہ جھک سکا  
اے محرمِ حقیقتِ رازِ بقا سلام

تو امتحانِ کرب و بلا میں ہے کامیاب  
تجھ پر ہزار عازمِ کرب و بلا سلام

تسلیم تھی حسینِ خدا کی رضا تجھے  
اب بھیجتی ہے تجھ پہ خدا کی رضا سلام

ہر لحظہ آ رہا ہے فرشتوں کی معرفت  
اللہ کے شہید پہ اللہ کا سلام

سردے کے راہِ حق میں سرافراز تو ہوا  
اے لائقِ سلام، تجھے مل گیا سلام

تم نے کیا ہے پیشِ شہِ کربلا ادب !  
واللہ ! یہ خلوص و محبت بھرا سلام

ادب سیمابی



سختی حالات ہے ہم ہیں ، فرازِ دار ہے  
زندگی کو پھر شعورِ کربلا درکار ہے

چل رہا ہے مستقل اک تشنگی کا سلسلہ  
کتنی صدیوں سے یہ دنیا برسرِ پیکار ہے

کربلا اک شام کا قصہ نہیں ہے دوستو  
سلسلہ در سلسلہ ایثار ہی ایثار ہے

کھو گئیں صدیاں گزرتے وقت کی چادر تلے  
کربلا کی ایک شامِ غم ابھی بیدار ہے

انتیازِ حق و باطل کا اگر ہو تذکرہ  
سب مثالیں ہیں ، حسین ابنِ علی معیار ہے

یہ علی اکبر کے سینے پر نہیں برچھی کا زخم  
سیمہٴ انسانیت پر یزدونی کا وار ہے

عابدِ بیمار کے پیروں میں زنجیروں کا بوجھ  
راتے کہنے لگے انسانیت بیمار ہے



سخی شبیر سبطِ مصطفیٰ تھا ابنِ حیدر تھا  
وہ ہر نسبت میں اونچا تھا، وہ ہر جذبے میں برتر تھا

شجاعت اس کی باندی تھی، صداقت اس کی لوٹڈی تھی  
سخی ابنِ سخی تھا عزم و ہمت کا وہ پیکر تھا  
!

وہ جھک سکتا تھا کیسے ظالموں کے ظلم کے آگے  
پیا تھا شیر اس نے فاطمہ کا، خونِ حیدر تھا

گذرتی ہوگی کیا یارو! دلِ شبیر پر اس دم  
ہزاروں دشمنوں کے درمیاں جب ایک اکبر تھا

یہ منظر دیکھ کر معصومیت بھی چینی ہوگی  
کہ جب تیروں کے حلقے میں، حسین حلقومِ اصغر تھا

فلک کی آنکھ بھی ہوگی بہاتی خون کے آنسو  
کہ جب نوکِ سناں پر سیدِ مظلوم کا سر تھا

جسے ہم یومِ عاشورہ کہیں، وہ دن محرم تو  
نواسوں کے لئے حافظ! یقیناً یومِ محشر تھا



## سراپا شمعِ حقیقت حسین ابنِ علی

سراپا شمعِ حقیقت حسین ابنِ علی  
 شہید راہِ محبت حسین ابنِ علی  
 تمہی کو راکبِ دوشِ رسول کہتے ہیں  
 ازل سے تا بہ ابد بے مثال و بے ہمتا  
 نہ ڈگمگا سکی تیرے قدمِ دمِ پیکار  
 وطن کو کر دیا قربان دین کی خاطر  
 ثار ہو گئیں جنت کی راحتیں جس پر  
 ہزار مشکلیں پیش آئیں تو نہ گھبرایا  
 رہ خدا میں بھرا گھر لٹا دیا تو نے  
 گلے پہ خنجرِ براں مگر تو سر بسجود  
 ترا ظہورِ پھراک بار ہو کہ ہے پھر اب

ضیائے حسنِ طریقت حسین ابنِ علی  
 فدائے حکمِ شریعت حسین ابنِ علی  
 ملی ہے وہ تمہیں عظمت حسین ابنِ علی  
 جہاں میں تیری شہادت حسین ابنِ علی  
 یزیدی فوج کی کثرت حسین ابنِ علی  
 اسیرِ عرصہٴ غربت حسین ابنِ علی  
 وہ پائی تو نے مصیبت حسین ابنِ علی  
 صد آفریں تری ہمت حسین ابنِ علی  
 نہ کی یزید کی بیعت حسین ابنِ علی  
 ہے ختم تجھ پہ عبادت حسین ابنِ علی  
 جہاں کو تیری ضرورت حسین ابنِ علی

بصدِ خلوص بصدِ عجز پیش کرتا ہے

ادبِ سلامِ عقیدت حسین ابنِ علی!





سربلندی کی روایت سر کٹانے سے چلی  
نبضِ ایماں ، تیری نبضیں ڈوب جانے سے چلی

نذرِ دیں ، جاں ہی نہیں ، سب لختِ جاں بھی کر دیئے  
ریت یہ تجھ سے چلی ، تیرے گھرانے سے چلی

تو نے معنی ہی بدل ڈالے شکست و فتح کے  
رسمِ ہستی ، اپنی ہستی کو مٹانے سے چلی

گھر سے تجھ کو کربلا کی سمت جاتا دیکھ کر  
آبر اٹھا صحرا سے ، بجلی آشیانے سے چلی

آنے والا لمحہ لمحہ تیری بیعت کر چکا  
بات تیری از سرِ نو ہر زمانے سے چلی

میں محمد کا غلام ، آلِ محمد کا غلام  
اپنی ہر تصویر اسی آئینہ خانے سے چلی



سردے کے تونے رکھ لیا دیں کا بھرم حسین  
ہم عاصیوں پہ ہے ترا کتنا کرم حسین

ہوتا نہ کوئی درد کی لذت سے آشنا  
دیتے نہ گر جہان کو اصغر کا غم حسین

بوسہ گہ رسول ہے تیری جبین پاک  
سجدہ گہ جہاں ترا نقش قدم حسین

تارا ترے نصیب کا ہوتا نہ کیوں بلند  
نانا ترا ہے وارث لوح و قلم حسین

راہ حیات ہو گئی ہے راہ مستقیم  
سب ختم تونے کر دیئے ہیں پیچ و خم حسین

سایہ گلن ہے آج تک ہر اک شہید پر  
مثلِ روائے مصطفیٰ تیرا علم حسین

نانا ہے تیرا مصطفیٰ، بابا علی جِزا  
صائم کرے گا شان تیری کیا رقم حسین



## صدق و صفا کا دیپ جلایا حسین نے

پیش یزید پر نہ جھکایا حسین نے  
 صدق و صفا کا دیپ جلایا حسین نے  
 مردانہ وار ان کو دبایا حسین نے  
 خوں دے کے اس پہ نقش جمایا حسین نے  
 پروان اس شجر کو چڑھایا حسین نے  
 پر شمع دین حق کو بچایا حسین نے  
 نقشہ بنا کے خوں سے دکھایا حسین نے  
 ہاتھوں میں اس ادا سے اٹھایا حسین نے  
 ساحل پہ اس کو آ کے لگایا حسین نے  
 اس بے وفا کو منہ نہ لگایا حسین نے  
 صبر جمیل کر کے دکھایا حسین نے  
 کیا عز و جاہ و مرتبہ پایا حسین نے  
 کیا سلسلہ نسب، تھا پایا حسین نے  
 الیاس کا سفینہ بچا لے مرے خدا  
 جیسے کہ تیرے دین کو بچایا حسین نے

سر کربلا میں اپنا کٹایا حسین نے  
 باطل کی پھیلتی ہوئی ظلمت کو دیکھ کر  
 فتنے جو سراٹھا کے بڑھے سوئے دین حق  
 جو قصر دین بنایا رسول کریم نے  
 جس کو رسول حق نے لگایا تھا ہاتھ سے  
 ہاں! آندھیوں کی زد پہ رکھے گھر کے سب چراغ  
 باطل کا کیسے ہوتا ہے ڈٹ کر مقابلہ  
 کرنے دیا زمیں پہ نہ اسلام کا علم  
 سیل بلا میں کشتی دین میں تھی جب  
 نہر فرات اس لئے روئے گی عمر بھر  
 آداب صبر و شکر سکھانے کے واسطے  
 مرکب بنے رسول دو عالم حسین کے  
 خاتون خلد والدہ، خیبر شکن تھے باپ

جسٹس (ر) محمد الیاس



سر کو شبیر نے کٹوایا عبادت کرتے  
زیرِ خنجر رہے قرآن کی تلاوت کرتے

کر کے قربان متاعِ دل و جاں ابنِ علی  
چل دیئے جور کو اور ظلم کو غارت کرتے

تھا عجب شاہ کا اندازِ شجاعت رن میں  
دشمنِ جاں بھی رہے دیکھ کے حیرت کرتے

تشنہ لب رہ کے دیا تشنہ لبوں کو پانی  
کربلا میں بھی رہے آپ سخاوت کرتے

میں محمد کا نواسا ہوں مجھے پہچانو  
ہر قدم پر رہے شبیر ہدایت کرتے

عمر کٹ جائے مری ان کی ثنا خوانی میں  
موت آ جائے مجھے شاہ کی مدحت کرتے

وہشتِ کربلا میں حسین ابنِ علی نے شیرِ  
سر دیا زینِ محمد کی حفاظت کرتے



سرمایہٴ حیات ہے الفت حسین کی  
تسکینِ جان و دل ہے محبت حسین کی

محروم ہے وہ دولتِ ایماں سے بالیقین  
رکھتا ہو دل میں جو بھی عداوت حسین کی

اہلِ نظر کے واسطے ہے دعوتِ عمل  
کرب و بلا میں صبر و قناعت حسین کی

چلتی رہی ہیں ظلم و تعدی کی آندھیاں  
لیکن ابھی نہ شمعِ صداقت حسین کی

تیغوں کے سائے میں بھی دیا ہے پیامِ دوست  
اللہ سے استقامت و جرأت حسین کی

اے مدنی! زباں سے محبت کا دم نہ بھرا  
جب ہو سکی نہ تجھ سے اطاعت حسین کی

مجھ کو ظہور! اپنے مقدر پہ ناز ہے  
دل میں ہے میرے موجزن الفت حسین کی

حافظ ظہور الحق ظہور



سرِ نیزہ جو روشن ہو گیا ہے  
رسولِ پاک کے گھر کا دیا ہے

اندھیری رات کی پوروں میں جگنو  
بہ اندازِ شرر جل بجھ رہا ہے

بچھی تھی سیج تیروں کی اسی پر  
شہِ معصوم پیاسا سو گیا ہے

ترے گھر میں جگہ کیا پائے دنیا  
ترا خیمہ نہیں شہرِ وفا ہے

وفادارو! یہاں چلتے ہیں آنسو  
خریدارو! یہ بازارِ رضا ہے

نجیب! اک شخص کی تشنہ لبی سے  
ابھی تک نم، ورق تاریخ کا ہے



سلام اس پر کہ جو نیزوں کی جھنکاروں سے کھیلا تھا  
سلام اس پر کہ جو تیروں کی بوچھاڑوں سے کھیلا تھا

ہزاروں اشقیا کی زد میں بے خوف و خطر آیا  
سلام اس پر کہ جو دشمن کی یلغاروں سے کھیلا تھا

یہ جرأت کس کی ہے نگرائے جو تلوارِ حیدر سے  
سلام اس پر کہ جو شمشیر کی دھاروں سے کھیلا تھا

کچل ڈالیں یزیدی فوج کی ناپاک تدبیریں  
سلام اس پر کہ جو زر کے طرفداروں سے کھیلا تھا

کیا فاجر کا پردہ چاک جس نے نوکِ خنجر سے  
سلام اس پر کہ جو کونے کے سرداروں سے کھیلا تھا

کلیجہ منہ کو آ جاتا ہے جن کا تذکرہ سن کر  
سلام اس پر کہ جو ظالم جفا کاروں سے کھیلا تھا

شمیم ہمت نگری



سلام اس پر لقب جس نے شہیدِ کربلا پایا  
سلام اس پر کہ جس نے راہِ حق میں سر کو کٹوایا

سلام اس پر کہ آلام و مصائب سے نہ منہ موڑا  
سلام اس پر کہ جس نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا

سلام اس پر کہ جس نے دشمنوں سے بھی محبت کی  
سلام اس پر کہ جس نے انتہا کر دی شرافت کی

سلام اس پر کہ جس نے ہر قدم باطل کو ٹھکرایا  
سلام اس پر کہ حق گوئی کا مطلب جس نے سمجھایا

سلام اس پر کہ جو فخرِ دو عالم کا نواسہ تھا  
سلام اس پر کہ جو کوثر کا مالک ہو کے پیاسا تھا

سلام اس پر کہ جو شاہِ شہیداں شاہِ مرداں ہے  
سلام اس پر کہ جو عینِ چراغِ راہِ عرفاں ہے

سلام اس پر کہ جو افسر! مرے دل کی تمنا ہے  
سلام اس پر کہ جو افسر! مرا آقا و مولا ہے





سلام ان پر ، شہیدِ کربلا کہتے ہیں سب جن کو  
ضیائے قلب و عینِ مصطفیٰ کہتے ہیں سب جن کو

جنہوں نے جان دے کر ، کر دیا اسلام کو زندہ  
ہے جن کی یاد سے اب تک ، خدا کا نام تابندہ

انہی کی ذاتِ والا باعثِ تکمیلِ ایماں ہے  
لقب جن کا حسین ابنِ علی ، شاہِ شہیداں ہے

نہ کیوں ہر حامیِ دینِ میں ، بھیجے سلام ان پر  
فدا ہیں جان و دل سے ، جان و دل والے ، تمام ان پر

یہی وہ تھے جنہوں نے لاج رکھ لی اہلِ ایماں کی  
بڑھا دی دہر میں توقیر ، ہر مردِ مسلمان کی

انہوں نے کر دیا ظاہر ، حقیقت کس کو کہتے ہیں  
شہادت کا ہے کیا مطلب ، شہادت کس کو کہتے ہیں

کبھی روکے سے طوقانِ صداقت رک نہیں سکتا  
کسی کا سر ، کسی انساں کے آگے جھک نہیں سکتا

فکیل بدایونی



سلام ان کے نام پر، نبی کے نورِ عین ہیں  
سلام ان کی ذات پر، نبی کے جو حسین ہیں

تڑپتی آس کو ملا، سکوں نبی کے لعل سے  
نبی کے دیں کی زندگی، نبی کے دل کا چین ہیں

زمینِ شہرِ مصطفیٰ سے خاکِ کربلا تک  
رخِ جبیں زمین پر امامِ قبلتین ہیں

علی کے پیارے لاڈلے! سلام کربلا کرے  
مرے حضور آپ تو، نصیبِ مشرقین ہیں

یہ لالی اس زمین کو، ملی ہے جن کے خون سے  
سلام جانِ مصطفیٰ، جو جانِ ودل کے بین ہیں

مجید! اس دیار سے، دیارِ کربلا بھلا  
ترے حضور کے وہاں پہ دل جگر کے چین ہیں



سلام اے ساقیِ مستاں ! سلام اے پیرِ میخانہ !

سلام اے مرشدِ پاکاں ! امامِ بزمِ رندانہ !

سلام اے شیخِ لاٹھانی ! سلام اے مرشدِ دوراں !

سلام اے کتیزِ عرفانی ! سلام اے مصدرِ عرفاں !

سلام اے خسروِ خوباں ! سلام اے مجمعِ خوبی !

سلام اے تاجِ محبوباں ! سلام اے جانِ محبوبی !

سلام اے مرتضیٰ صورت ! سلام اے مصطفیٰ سیرت !

سلام اے ہادیٰ دین ! التسلام اے مہدی ملت !

سلام اے سروِ بستانے ! بہارِ ہر گلستانے !

سلام اے نورِ یزدانے ! سلام اے پنجتنِ شانے !

سلام اے چارۂ بیہم ! علاجِ سوزِ پنهانی !

سلام اے مونسِ بیہم ! طبیبِ دردِ روحانی !

بیہم وارثی



سلام اے فاطمہ کے چاند ! جانِ فاتحِ خیبر !  
سلام اے شاہِ کربل ! جرأتِ ایمان کے پیکر !

سلام اے جلوۂ نورِ ازل ! شانِ رسول اللہ !  
سلام اے نقشہٴ حسنِ علی ! جانِ رسول اللہ !

سلام اے سید و سردارِ جنت کے جوانوں کے !  
سلام اے پاسباںِ دینِ متین کے پاسبانوں کے !

سلام اے حجرۂ زہرا کی رونق ! نورِ ربانی !  
شہیدانِ وفا پر ہے تری تا حشر سلطانی

سلام اے مالکِ کوثر ! سلام اے کربلا والے !  
دعا دیتے رہیں گے حشر تک تجھ کو خدا والے

سلام اے قوتِ باطلِ شکن ! زورِ یدِ الٰہی !  
شہادت سے تمہاری ، زندگی نے زندگی چاہی

سلام اے ابنِ حیدر ! ہو نظرِ صائم کی حالت پر  
بھروسہ اس کو ہے ، تیری سخاوت ، تیری عادت پر



سلطانِ دو جہاں کا تھا نورِ نظر حسین  
مولائے کائنات کا لختِ جگر حسین

ٹوٹے پہاڑ رنج و الم کے ہزار ہا  
ہر گام پر تھا صابر و شاکر مگر حسین

قصرِ یزیدیت میں قیامت سی آگئی  
سجاد کے خطاب کا تھا وہ اثر، حسین

کھٹکا رہا نہ کوئی بھی ظلماتِ دہر کا  
قوم و وطن کو دے گئے کیسی سحر، حسین

مٹا کہیں نہ منبر و محراب کا نشان  
باطل کو پاش پاش نہ کرتے اگر، حسین

ہو کر شہید، دین کی عزت بچائے گا  
آقائے پیشتر ہی یہ دے دی خبر، حسین

نانا ترا ہے بالیقین مطلوبِ ذاتِ حق  
محبوبِ مصطفیٰ ہے جو تیرا پدر حسین

مطلوبِ حسنِ مطلوب



سلطانِ سلاطین ، حسین ابنِ علی ہے  
وہ شیرِ جلی ، شیرِ جلی ، شیرِ جلی ہے

اسلام کے گلشن کی طرف دیکھنے والی  
جو آئی بلا صدقہ شبیرِ ثلی ہے

آقا کے نواسوں کا لہو پی کے جہاں میں  
ایسی بھی کہیں اور کبھی شام ڈھلی ہے؟

مرشد ہے حسین ابنِ علی جیسا ہمارا  
نعرہ جو ہمارا ہے تو نعرہٴ علی ہے

اس طرف مدینہ ہے تو اُس سمت ہے کربل  
جنت ہے مدینہ تو یہ جنت کی گلی ہے

اس گھر کی عطاؤں پہ کریں ناز نہ کیسے  
خوابہ ہے کوئی اور کوئی غوثِ جلی ہے

ناصر ! یہ غمِ آلِ محمد کا کرم ہے  
آنکھوں سے ستاروں کی جو بارات چلی ہے

سیدنا حسین ناصر چلی



سلطانِ کربلا کو ہمارا سلام ہو  
جانانِ مصطفیٰ کو ہمارا سلام ہو

عباسِ نامدار ہیں زخموں سے چور چور  
اس پیکرِ رضا کو ہمارا سلام ہو

اکبر سے نوجوان بھی رن میں ہوئے شہید  
ہم شکلِ مصطفیٰ کو ہمارا سلام ہو

بھائی، بھتیجے، بھانجے، سبھی ہو گئے نثار  
ہر لعلِ بے بہا کو ہمارا سلام ہو

اصغر کی منہی جان پہ لاکھوں درود ہوں  
مظلوم و بے خطا کو ہمارا سلام ہو

ہو کر شہید قوم کی کشتی ترا گئے  
امت کے ناخدا کو ہمارا سلام ہو

ناصرِ ولایتِ شاہ میں کہتا ہے بار بار  
مہمانِ کربلا کو ہمارا سلام ہو

سید ناصر حسین ناصر چشتی



سوارِ دوشِ محمد کا رتبہ عالی  
 حدیثِ عجز ہے میرا بیانِ اجمالی  
 کھلی ہے آج تخیل کی بے پر و بالی  
 دکھائی دیتی ہیں لفظوں کی جھولیاں خالی

یہاں ضعیف ، ہر اظہار کا وسیلہ ہے  
 بس ایک دیدہ خوں باز کا وسیلہ ہے





مثیل شاہ شہید شہیر ناممکن  
کوئی غریب ہو ایسا امیر ناممکن  
حسین سا کوئی روشن ضمیر ناممکن  
جہان عشق میں اس کی نظیر ناممکن

وہ جاں نثار عجب اک مثال چھوڑ گیا  
کہ اس کا صبر، ستم کا غرور توڑ گیا

چھپی ہے اس کے تدبیر میں معرفت کیسی  
کہ مصلحت کی جنوں سے مناسبت کیسی  
ہوں کے ساتھ وفا کی مفاہمت کیسی  
شہنگروں کے ستم سے مصلحت کیسی

اسی کی دین ہے یہ سوچ کا قرینہ بھی  
کہ ایک جرم ہے ظالم کے ساتھ جینا بھی

مثالی مہر جہاں تاب صوفشاں ہے حسین  
ہمہ خلوص ہے ایثار بے کراں ہے حسین  
حیات راز ہے اور اس کا رازداں ہے حسین  
ریاضِ دہر میں خوشبوئے جاوداں ہے حسین

وہ ظالموں کو ہمیشہ کا انتباہ بھی ہے  
وہ اپنی ذات میں تفسیر لآلہ بھی ہے



سوچ کے پہلو میں دشتِ کربلا جب آگیا  
جاں لرز اٹھی مری اور دل مرا تھرا گیا

تا ابد روشن رہے گا وقت کے اوراق پر  
حق کی خاطر خون سے جو فیصلہ لکھا گیا

آج تک تابندہ و رخشندہ ہے نامِ حسین  
روشنی کا راستہ بھی کیا کبھی روکا گیا؟

مل گیا ہے جس کو عرفانِ حسین ابنِ علی  
وہ بشر صبر و قناعت کی حقیقت پا گیا

تفنگی اور حرمتِ شامِ غریباں ہے عجب  
آنسوؤں کا ابر ارضِ شام تک پیسا گیا

کچھ بتا اب تو ہی ہم کو، آسمانِ کج ادا  
گلستانِ فاطمہ کو کس لیے روندنا گیا

آج تک فطرت کا چہرہ، جگمگاتا ہے شفیق!  
آنڈھیوں کے سامنے، ایسا دیا رکھا گیا

شفیق آصف



سوزِ الفت بھی ہے اشکوں کی فراوانی بھی  
یہ وہ مجلس ہے جہاں آگ بھی ہے، پانی بھی

شہ کو منظور نہیں ، خلد کا احساں ورنہ  
جو طبق لایا تھا ، لا سکتا ہے وہ پانی بھی

یہ تو عباس کا مرکب تھا جو پیاسا پلٹا  
ورنہ بدلی ہے کہیں فطرتِ حیوانی بھی

سینہ سنج شہیداں سے وہ آپیں نکلیں  
درد میں ڈوب گیا ، رنگِ غزلِ خوانی بھی

قتل تو ہو گئے لیکن یہ سمجھتے تھے حسین  
آنکھ کھولے گی کبھی فطرتِ انسانی بھی

کربلا سے یہ ملا ، سارے زمانے کو سبق  
عزم بڑھتا ہے تو بڑھتی ہے پریشانی بھی

لوگ کم فہم ہیں اصغر! تجھے کیا سمجھیں گے  
تیری ہمت پہ تو حیران ہے قربانی بھی

سید وحید الحسن ہاشمی



سید نے کربلا میں وعدے نبھا دیئے ہیں  
دین محمدی کے گلشن کھلا دیئے ہیں

دین نبی پہ واری اکبر نے بھی جوانی  
عباس نے بھی اپنے بازو کٹا دیئے ہیں

تنویر حیدری نے دے دے لہو کے قطرے  
کرب و بلا کے ذرے تارے بنا دیئے ہیں

زیب کے باغ کے بھی دو پھول تھے مہکتے  
زیب نے وہ بھی دونوں راہِ خدا دیئے ہیں

بولے حسین ، مولا ! تیری رضا کی خاطر  
اک ایک کر کے میں نے ہیرے لٹا دیئے ہیں

زہراء کے تاز پالے ، پھولوں پہ سونے والے  
کربل کی خاک میں وہ ہیرے ٹلا دیئے ہیں

بخشش ہے اس کی لازم ، سید کے غم میں حافظ !  
دو چار آنسو رو کر جس نے بہا دیئے ہیں



سینکڑوں سال ہوئے جب نہ ملا تھا پانی  
آج تک ہے لبِ شبیر کا پیاسا پانی

کربلا سامنے آتی جو وہ لاشے لے کر  
آنکھ تو آنکھ ہے، پتھر سے بھی رستا پانی

کیسی بستی میں محمد کا مسافر ٹھہرا  
دھوپ خیمہ تھی، دری ریت، نظارا پانی

تفنگی اس کی سمندر کو بلا سکتی تھی  
کاٹ سکتا تھا وہ تلوار سے چٹا پانی

کس کے سر فتح کا تاریخ نے سہرا باندھا  
سرخرو کون ہے دونوں میں، لہو یا پانی؟

جب بھی ذکرِ شہدا، دل نے مظفر چھیڑا  
آنکھ اک زخمِ بنی، آنکھ سے پکا پانی

مظفر وارثی



سینے میں عشق رکھو خدا را حسین کا  
کافی ہے زندگی میں سہارا حسین کا

جو لمحہ بھی گزارا ، گزارا حسین کا  
چھوڑوں گا میں کبھی نہ دوارا حسین کا

اللہ کو پسند ہے نسبت حسین کی  
اللہ کو عزیز ہے پیارا حسین کا

نقشِ قدم پہ اس کے کٹاتے گئے ہیں سر  
اہلِ وفا نے صدقہ اتارا حسین کا

اہلِ جہاں نے دیکھ لیا حق کا معجزہ  
بننا گیا ہے نفع ، خسار حسین کا

اولاد و آل وار دوں میں اس کے نام پر  
اے سعد ! کربلا ہے اشارا حسین کا



شاہ نے مسکن بنایا کربلا کی خاک پر  
حق نے باطل کو مٹایا کربلا کی خاک پر

سرخرو عابد کا ہونا سامنے معبود کے  
ہے ترے حصے میں آیا کربلا کی خاک پر

ایسا سجدہ جس کو سجدہ حشر تک سجدہ کرے  
کیسا سجدہ کر دکھایا کربلا کی خاک پر

تھی شہادت کی عروسہ منتظر اس وقت جب  
سہرا قاسم نے سجایا کربلا کی خاک پر

دین احمد کو بچانے کے لئے شبیر نے  
کیسے اپنا سر کٹایا کربلا کی خاک پر

بیبیوں کی پردہ داری کا نہ رکھا کچھ خیال  
سارے خیموں کو جلایا کربلا کی خاک پر

حیدر گزار کے تازہ تبسم خون نے  
خُلد کا منظر بنایا کربلا کی خاک پر

عبدالخالق تبسم قادری



شبِ اسرا ادھر رحمت کے بادل چھائے جاتے ہیں  
ریخ پر نور سے گیسو ادھر سرکائے جاتے ہیں

جمالِ قاسم و اکبر کے جلوے ہیں جو ضو افشاں  
فضائے نور میں شمس و قمر شرمائے جاتے ہیں

علمبردار ہیں عباس، کیا شانِ جلالت ہے  
کلیجے خوف سے اشرار کے تھرائے جاتے ہیں

ہے وقتِ جنگ بھی تبلیغ ہر ہر گام پر جاری  
رموزِ معرفت حضرت عیاں فرمائے جاتے ہیں

روحِ عشقِ الہی میں یہ جذبہ ہے شہادت کا  
جو انانِ حرم میداں میں سرکٹوائے جاتے ہیں

نشاطِ روح کا سماں ہے شبِ پنچتن ہاشم !  
ترانے عشقِ سبطینِ نبی کے گائے جاتے ہیں





شبیر پہ جو آنکھ کبھی تر نہیں ہوتی  
وہ قابل دیدارِ پیہر نہیں ہوتی

منظور جسے خاطرِ حیدر نہیں ہوتی  
اس پر نگہ ساقی کوثر نہیں ہوتی

نیزے پہ ہے سر آج حسین ابنِ علی کا  
سر دے کے بھی اولادِ علی سر نہیں ہوتی

محرومِ خور و نوش نبی کا ہے گھرانہ  
اللہ کی زمیں تنگ کسی پر نہیں ہوتی

خیمے بھی جلائے گئے اولادِ نبی کے  
یوں آل کسی شخص کی بے گھر نہیں ہوتی

محرومِ نظر آنکھ وہی آنکھ ہے اقدس ا  
جو شمعِ موّت سے منور نہیں ہوتی



شہید نامدار پہ لاکھوں سلام ہوں  
شایان ذوالفقار پہ لاکھوں سلام ہوں

جس دوش پر نجاتِ دو عالم کا بار ہے  
اس دوش کے سوار پہ لاکھوں سلام ہوں

گلہائے دیں کو رنگ ملا جس کے خون سے  
اس نازش بہار پہ لاکھوں سلام ہوں

شامل رہا جو سبطِ پیمبر کی فوج میں  
ہر اس وفا شعار پہ لاکھوں سلام ہوں

پیار پہ سلام ، علمدار پہ سلام  
ہر ایک جاں نثار پہ لاکھوں سلام ہوں

پوست جس کے حلق میں تیرِ عدو ہوا  
اس طفلِ شیر خوار پہ لاکھوں سلام ہوں

تائب! غمِ شہید رہے جس میں ہر گھڑی  
اس قلبِ سوگوار پہ لاکھوں سلام ہوں



شرف کے شہر میں ہر بام و در حسین کا ہے  
زمانے بھر کے گھرانوں میں گھر حسین کا ہے

فراتِ وقتِ رواں! دیکھ، سوئے مقتل دیکھ  
جو سر بلند ہے اب بھی، وہ سر حسین کا ہے

زمین کھا گئی کیا کیا بلند و بالا درخت  
ہرا بھرا ہے جو اب بھی، شجر حسین کا ہے

سوالِ بیعتِ شمشیر پر جواز بہت  
مگر جواب وہی معتبر حسین کا ہے

کہاں کی جنگ کہاں جا کے سر ہوئی ہے کہ اب  
تمام عالمِ خیر و خیر، حسین کا ہے

محبیبوں کے حوالوں میں ذکر آنے لگا  
یہ فضل بھی تو مرے حال پر حسین کا ہے

حضورِ شافعِ محشر، علی کہیں کہ یہ شخص  
گناہ گار بہت ہے، مگر حسین کا ہے

افتخار عارف



شرف ہو عشق کو جس سے وہ ہے مقامِ حسین  
فلک کو ناز ہو جس پر وہ اورجِ بامِ حسین

بدنِ فگار ، دہنِ خشک ، سرِ شہر  
نمازِ شوق نے دیکھا یہ اہتمامِ حسین

دبے نہ قوتِ باطل سے بندہٴ مومن  
نہاں ہے خونِ شہادت میں یہ پیامِ حسین

نظیر آپ ہے اپنی زمینِ مقتل پر  
ستیزہ کاریِ شمشیرِ بے نیامِ حسین

قبول ہوتی ہے لب کی خفیف جنبش بھی  
مقامِ عشق پہ ہوتا ہے جب قیامِ حسین

جہاں میں فکر و غم بیش و کم نہیں مجھ کو  
حسین ہیں مرے آقا، میں ہوں غلامِ حسین

ولائے احمدِ مختار و حبِّ آلِ عبا  
طلبِ خدا سے کر ترمذی بنامِ حسین

سید بشیر محمد ترمذی



## شیخ حریمِ حرم! کون؟ ہمارا حسین

عظمتِ لوح و قلم! کون؟ ہمارا حسین  
 دینِ میں کا بھرم! کون؟ ہمارا حسین  
 منبعِ علم و کرم! کون؟ ہمارا حسین  
 مظہرِ فیضِ اتم! کون؟ ہمارا حسین  
 مالکِ عرب و عجم! کون؟ ہمارا حسین  
 صبر کی تیجِ دودم! کون؟ ہمارا حسین  
 مالکِ باغِ ارم! کون؟ ہمارا حسین  
 قاطعِ ظلم و ستم! کون؟ ہمارا حسین  
 خواجہ دارا و جم! کون؟ ہمارا حسین  
 صبر کا لے کر علم! کون؟ ہمارا حسین  
 ایسا خدا کی قسم! کون؟ ہمارا حسین  
 کہتا ہے دیدہ نم! کون؟ ہمارا حسین

شیخ حریمِ حرم! کون؟ ہمارا حسین  
 شارحِ سیرِ یقین، حافظِ شرعِ متین  
 نورِ نگاہِ نبی، پورِ بتول و علی  
 راحتِ جانِ نبی، محرمِ شانِ نبی  
 نائبِ ختمِ رسل، وارثِ مولائے کل  
 اہلِ حرم کا امام، غیرتِ دین کا پیام  
 چشمہٴ صدق و یقین، مطلعِ نورِ میں  
 ہادیٰ مہر و وفا، پیکرِ صبر و رضا  
 واہرے وہ راجِ باج، ملکِ شہادت کا تاج  
 چھا گیا میدان پر، دشت و بیابان پر  
 بندہٴ حق آشنا، خواجہٴ اہلِ رضا  
 یاس کی ظلمات میں، غم کی سیہ رات میں

شیخ کی سرکار سے، آسی نہ خالی پھرے  
 رکھے ہمارا بھرم! کون؟ ہمارا حسین

پروفیسر محمد حسین آسی



## عرض چہار دربار گاہِ امامِ عالی مقام

شہا! ہمیشہ ترے بندگانِ عالی کے  
جناب میں یہی سودا رکھے ہے عرضِ چہار

چہار عرض سے اب عرضِ اولیں ہے یہ  
کہ ہند بیچ پریشاں نہ ہو یہ مشیتِ غبار

صفِ نعال میں اپنے بلا کے دے جاگہ  
کہ نورِ مغفرت اس کے لئے ہو شمعِ مزار

سوائے خاکِ در اپنے سے، اس کو یا مولا!  
دویم ہے یہ، تو کسی در سے اب نہ دے سروکار

سویم اگرچہ سراپا ہے جوہرِ ذاتی  
ولے ہمیشہ تہی دست ہے یہ رنگِ چنار

چہارم این کہ ہمہ دوستاں بہ ہر دو جہاں  
قبول ہوویں بہ حقِ آئمۃ اطہار

رہے فلک پہ مہ و مہر جب تلک قائم  
ہمیشہ دیکھے اسی طرح چشمِ لیل و نہار

موالیوں کے قدم سے لگا رہے اقبال  
جدا نہ ہو سرِ اعداء سے چنگلِ ادبار



شہیدِ کرب و بلا ! کیا مقام تیرا ہے  
ہجومِ غم میں بھی دل شاد کام تیرا ہے

ترے نقوشِ قدم مشعلِ ہدایت ہیں  
حیاتِ جس پہ ہے نازاں وہ کام تیرا ہے

خوشا کہ میرے لبوں پر ہے گفتگو تیری  
زہے نصیب کہ دل میں مقام تیرا ہے

انہیں خاطرِ ناشاد یاد ہے تیری  
تسلیٰ دلِ رنجور، نام تیرا ہے

صدائقوں کے امیں جاں نثار ہیں تیرے  
زعیمِ وقت ہر اک تشنہ کام تیرا ہے

خدا گواہ کہ ہستی ہے لازوال تری  
تری قسم کہ مسلمِ دوام تیرا ہے

خرد کو بادۂ الہام کی ضرورت ہے  
جہاں کو پھر ترے پیغام کی ضرورت ہے

حافظ محمد مظہر الدین



شہید مر نہیں سکتا ، حسین زندہ ہے  
نبی کی آل کا دولہا حسین زندہ ہے

یزید دُن ہے تابوتِ ظلم میں اب بھی  
وفا کے باب میں میرا حسین زندہ ہے

شہید زندہ ہے لیکن ہمیں شعور نہیں  
یہ مرتے مرتے بھی کہنا حسین زندہ ہے

حسین تیرے لہو سے کھلا ہے گلشنِ دیں  
ہمارا دین ہے زندہ ، حسین زندہ ہے

انہیں تو رزق دیا جاتا ہے سنو لوگو!  
سدا گمان یہ رکھنا ، حسین زندہ ہے

کہو وہ مردہ ہے ، ان کو جو مردہ کہتا ہے  
حسین زندہ ہے ، زندہ ، حسین زندہ ہے

اتر رہے ہیں زیارت کے واسطے قدسی  
لحد میں آج بھی میرا حسین زندہ ہے

وہ کربلا میں اجاگر ! شہادتِ شبیر  
لہو کے چھینٹے ہیں تازہ ، حسین زندہ ہے





صبا کا سینہ بنے سفینہ ، ذرا طبیعت رواں دواں ہو  
ہوا میں خوشبو کے دائرے ہوں ، خلا میں کرنوں کا سا سبناں ہو

زمیں زمرد اگل رہی ہو ، گلاب و گلزار آسماں ہو  
ہر ایک کوئیل کنول اچھالے ، کلی کلی گنج کن فکاں ہو

چمن کے سینے پہ فصل گل کا نشاں بانداز کہکشاں ہو  
جبین کونین ، پنچتن کے کرم سے فردوس انس و جاں ہو

سبھی سمندر ہوں میرے بس میں ، شجر شجر میرا راز داں ہو  
درود کی انجمن سجاؤں ، دہن میں جبریل کی زباں ہو

خیال ہو سلسبیل جیسا ، جلو میں لفظوں کا کارواں ہو  
چمن سجاؤں میں هل آتی کا ، محبتوں سے بھرا جہاں ہو

کہیں قبیلہ ہو اولیا کا ، کہیں پہ بہلول کی دکان ہو  
بچھا کے مسند بشارتوں کی ، دلوں پہ ادراک مہرباں ہو

میں اپنی سوچوں کو، آب کوثر میں ، غسل دے دوں تو امتحاں ہو  
پڑھوں میں تسبیح فاطمہ جب ، تو کعبہ فکر میں اذان ہو

اگر یہ سب کچھ ملے تو مدح شہنشاہ مشرقین لکھوں  
حیا کی تختی پہ اپنی پلکوں سے ، پھر میں لفظ حسین لکھوں



صبحِ ازل سے کربلا نازشِ دو جہاں کہو  
قامتِ جاوداں کہو حاصلِ کن فکاں کہو

گزرے ہوں جس پہ ہمنوا، راہروانِ باوقا  
ایسے غبارِ راہ کو سرمہ کہکشاں کہو

یہ نہ کہو ٹھہر گیا دورِ شہیدِ نامور  
راہِ حیات میں سدا، اس کو رواں دواں کہو

آنکھیں بشر کی ایک دن کھل کے رہیں گی دیکھنا  
موجِ فرات کو ابھی، دونوں کے درمیاں کہو

رونقِ محفلِ رضا اصغرِ شیرِ خوار اور  
قاسمِ جانفشاں کہو اکبرِ نوجواں کہو

ہدمِ سرفروش بھی بسکہ جگر گداز ہے  
ایسے جگر گداز کو شاملِ داستاں کہو



## خونِ شبیری نے بخشی زندگی کو طرحِ نو

شامِ دشتِ کربلا شمعِ شبستانِ حسین  
جاری و ساری رگ و پے میں ہے فیضانِ حسین  
عرش سے نازل ہوا یہ ساز و سامانِ حسین  
رونما گنجِ شہیداں زیرِ دامانِ حسین  
شرحِ آیاتِ حقیقتِ نورِ عرفانِ حسین  
صابر و شاکر ادھر تھے سینہ چاکانِ حسین  
نظمِ ہستی کے لئے زینت ہے عنوانِ حسین  
اس طرف کوثرِ بداماں تشنہ کامانِ حسین  
یہ تھے بستانِ نبی میں گلِ عذارانِ حسین  
اور خیاباں آفریں خاکِ گلستانِ حسین  
وہ محبانِ نبی ہیں ، وہ محبانِ حسین  
ساکنانِ عرش بھی ہیں مرثیہ خوانِ حسین  
پھر دلِ کونین میں ہے شوقِ دامانِ حسین

سایہ شمشیر میں ہو سجدہ الفت ادا

اس طرح ہو سکتی ہے بیانِ ایمانِ حسین

صبحِ طیبہ سر بسر تنویرِ ایوانِ حسین  
خونِ شبیری نے بخشی زندگی کو طرحِ نو  
کچھ فرشتوں کا تبسم ، کچھ شہیدوں کا لہو  
شہسوارِ دوشِ عظمت جانِ آغوشِ بتول  
عارفِ حق جس نے سمجھے معنیِ حرفِ جہاد  
اس طرف جو دستم تیغ و سناں تیر و تفنگ  
چھد گیا سینہ ، کئے بازو بہ پاسِ دینِ حق  
اس طرف پانی پہ ہے قبضہ بہ پندارِ شہنی  
چند کلیاں ، چند غنچے ، کچھ شگوفے اور پھول  
حشر در آغوشِ اب تک کربلا کا ریگ زار  
حُبِ اہلِ بیت سے معمور ہیں جن کے قلوب  
لٹ گیا ہے دودمانِ ہاشمی کا قافلہ  
پھر جہاں کا گوشہ گوشہ کربلا انداز ہے

حکیم عبدالکریم شمر



صبر و استقلال کی روشن سحر ہے کربلا  
زندگی قربان تیرے نام پر ہے کربلا

رہتی دنیا تک رہیں گے جاں نثارانِ حسین  
اس حقیقت سے بھلا کس کو مفر ہے کربلا

اس لئے دنیا میں ہے دینِ محمد سرخرو  
خون سے رنگیں تری شام و سحر ہے کربلا

آج بھی حق کا علم اونچا ہے آب و تاب سے  
آج بھی ایثار کی پیغامبر ہے کربلا

آج پھر اس سرزمین پر وحشتوں کا راج ہے  
آج پھر مسلم کے خون میں تر تر ہے کربلا



صبر و رضا سراپا دم امتحاں حسین  
خالق کا شکر کرتے رہے بے اماں حسین

پابند تھے تقاضہ عزم و یقین کے  
ہر گام اہل حق کے رہے درمیاں حسین

اک حرف بھی نہ آیا زباں پہ اماں طلب  
مصروف شرح دیں تھے فصاحت بیاں حسین

خون حسین سے ہوئی تزئین کربلا  
قربان گاہ عشق کی ہیں داستاں حسین

بے خوف کس طرح وہ رہے تا دم اخیر  
زرغے میں دشمنوں کے نہ تھے سرگراں حسین

اللہ پر یقین مصمم تھا جاں گزریں  
تصویر حسن طاعت و ایثار جاں حسین

ان کا جمال ظاہر و باطن عیاں ہوا  
جب دشمنان جاں پہ ہوئے مہرباں حسین



صد بار اس کی سیرت و گفتار پر سلام  
بنتِ نبی کے لختِ جگر دار پر سلام

جن کو وفورِ لطف سے چوما رسول نے  
ایسے لبوں کے جوہرِ گلکار پر سلام

حق پر وہ جس نے اپنا گھرانہ لٹا دیا  
امت کے ایسے قافلہ سالار پر سلام

اہلِ یقین کو دے گیا مہر و وفا کا درس  
آلِ نبی کے سید و سردار پر سلام

تعداد میں تو چند تھے پر سر بلند تھے  
کربل کے ایک ایک فداکار پر سلام

دربارِ ظلم زاد میں ثابت قدم رہے  
زیب پہ اور عابدِ بیمار پر سلام

ملت کے غم میں راہِ شہادت پسند کی  
صغریٰ صدق! حسین سے غم خوار پر سلام

ڈاکٹر صغریٰ صدق



ظلمتوں پر لپک پڑا تھا  
وہ بہتر<sup>72</sup> کا قافلہ تھا

میرے نانا کی آل قتل ہوئی  
ایک بیمار تھا پڑا تھا

جسم تھے سب فگار روندے ہوئے  
سر تلاوت کناں رہا تھا

روح سجاد! المدد کہ میں آج  
شتر اعدا میں ہوں گھرا تھا

چاہتے ہیں یہ مجھ سے پھر بیعت  
ہے یزیدوں کا سامنا تھا

جن و انساں کا تا بہ شام ابد  
تو ہی ہے ورد آشنا تھا

سب زمانوں کے غم بھی کیا غم ہیں  
غم تو تیرا ہے کربلا تھا

سید منظور الکونین



عاشقانِ خالقِ اکبر کا ہے افسر حسین  
سرور کون و مکاں کی آل کا سرور حسین

رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ کی رحمتِ بندہ نواز  
اور ہیں خیرالنسا کی خیر کا پیکر حسین

میں نے دیکھا ہے کہ جب بے چارگی حد سے بڑھی  
بن گئے ہیں ملتِ بیضا کے چارہ گر حسین

شمر یا ابنِ زیاد اس کو مٹا سکتا نہیں  
ہاں لکھا ہے لوحِ ہستی پر بقلمِ زر حسین

بیٹھتا ہے تخت پر جب بھی کبھی کوئی یزید  
اہلِ دل محسوس کرتے ہیں کہ ہے سر پر حسین

پہنچا جس منزل پہ اس کو عرش کرتا ہے سلام  
راہِ مولیٰ میں کٹا کر سر، لٹا کر گھر، حسین

تھام کر اب نقشِ لاثانی کا دامنِ حسین  
ہے تصور میں یہ آسی بھی ترے در پر حسین

پروفیسر محمد حسین آسی





عاشور کی ہے شب ، شبِ غربت حسین کی  
ہے کتنی دل گداز حکایت حسین کی

ہے دشمنانِ دین کو شقاوت حسین سے  
ایمان کی ہے جانِ محبت حسین کی

پڑھتے ہیں وہ نماز تہِ خنجرِ جفا  
ضربِ المثل ہوئی ہے عبادت حسین کی

ہر وار میں تھا ضربتِ حیدر کا سا سماں  
صدِ مرجا شجاعت و ہمت حسین کی

محمود کے مقام پہ ہوں گے نبی کے ساتھ  
معلوم ہو گی حشر میں وقعت حسین کی

اہلِ دُؤلِ عدو ہیں اگر تو ہوا کریں  
مجھ کو تو بس ہے چشمِ عنایت حسین کی

محمود ! مجھ کو نارِ جہنم سے کیا خطر  
میں خادمِ حسین ، تو جنتِ حسین کی

راجہ رشید محمود میانوی



عزم و استقلال کا پیکر حسین ۔۔۔ !  
لنم و ضبط و شکر کا خوگر حسین ابن علی

حق پرستوں کی نرالی فوج کا بطلِ جلیل  
کاروانِ عشق کا رہبر حسین ابن علی

گل بدن، گل پیرہن، گل رو، گل افشاں، گل بدوش  
وہ بہارِ باغِ پیغمبر حسین ابن علی

حدِ فاصل بن گیا جو خیر و شر کے درمیاں  
خوں میں ڈوبا وہ مہِ انور حسین ابن علی

آبروئے عاشقاں تائب ! شہیدِ کربلا  
افتخارِ فاتحِ خیبر حسین ابن علی



عظمتِ کردار سے تشریحِ قرآن ہیں حسین  
جن پہ ہے انسانیت نازاں وہ انساں ہیں حسین

کیوں نہ پہنچے وہ سفینہ ساحلِ مقصود پر  
جس کا رکھوالا خدا ہے اور نگہباں ہیں حسین

جس کا ہر پودا ہے اپنے ہی لہو سے لالہ رنگ  
آدمیت کی زمیں پر وہ گلستاں ہیں حسین

جس سے زائل ہوگئی ہر ظلمتِ فکر و نظر  
محفلِ عالم میں وہ شمعِ فروزاں ہیں حسین

جس پہ ہے دینِ مبیں کا قصرِ محکم استوار  
وہ اساسِ پائیدارِ صدق و ایماں ہیں حسین

پیکرِ عزم و شجاعت ، جانِ اخلاصِ عمل  
جذبہٴ تسلیم میں سب سے نمایاں ہیں حسین

زندہ ہے ان کا عمل ، پائندہ ہے ان کا پیام  
مطہحِ ہستی پہ خورشیدِ درخشاں ہیں حسین

خادمِ کیتلی



عظمتوں کی دھرتی پر بے نشان پانی کی  
آؤ میں سناتا ہوں داستان پانی کی

چار سو مسلط ہے خوفناک سناٹا  
اک صدا ابھرتی ہے الامان پانی کی

کربلا کے منظر پر، اضطراب موجوں میں  
یوں لبوں پہ اٹکی ہے، جیسے جان پانی کی

اب عباس آتے ہیں، کب عباس آتے ہیں  
آس میں ابھی تک ہیں، تشنگان پانی کی

خون سے بجھالی ہے، پیاس ننھے اصغر نے  
اس کی شان کے آگے، کیا ہے شان پانی کی

بے بسی پہ زینب کی، ہے فرات شرمندہ  
آنکھ میں بھی آنسو ہیں، مہربان پانی کی



عکسِ جمالِ یار ہے صورتِ حسین کی  
سدرہ سے پوچھو مندرِ رفعتِ حسین کی

لختِ جگر نثار کیا نورِ عین پر  
آقا ہی جانتے تھے حقیقتِ حسین کی

نانا نبی ہے ، بابا علی ، ماں ہے فاطمہ  
اس سے زیادہ کیا ہو فضیلتِ حسین کی

ہر دور کے یزید کا واحد یہی علاج  
کی جائے عام ہر جگہ سیرتِ حسین کی

جلتا رہے گا نارِ جہنم میں تا ابد  
جس کے بھی دل میں ہوگی عداوتِ حسین کی

نیزے پہ سر بلند ہے اس بات کا ثبوت  
اس حال میں بھی جیت ہے حضرتِ حسین کی

ابنِ علی کی یاد سے قائم ہے یہ حیات  
راشد! قرارِ جان ہے مدحتِ حسین کی

راشد رؤف عطاری



عکسِ نبی ہے صورت و سیرت حسین کی  
اس سے زیادہ کیا ہو فضیلت حسین کی

ہے انتہائے ظلم و ستم پر بھی شکرِ حق  
حیران کن ہے صبر کی طاقت حسین کی

اس شان سے کوئی ترِ مقتل نہیں گیا  
بے مثل ہے جہاں میں شہادت حسین کی

ہر دور کے یزید سے بے خوف کر دیا  
ممنون ہے حضور کی امت حسین کی

ہے احترامِ آلِ نبی دین کی اساس  
ایمان کا ہے تجزو محبت حسین کی

امت کے اتحاد کا اک معتبر نشان  
والا صفات ذات ہے حضرت حسین کی

طارق! نہیں یہ دور بھی کچھ کربلا سے کم  
ہر روز بڑھ رہی ہے ضرورت حسین کی



علی کا لعل زہرا کا پسر کربل کو جاتا ہے  
مدینہ شاہِ دیں کا چھوڑ کر کربل کو جاتا ہے

فرشتے آسماں سے الوداع کہنے کو آئے ہیں  
کوئی سلطان، کوئی تاجور کربل کو جاتا ہے

چلیں حوریں نچھاور اس پہ کرنے پھول جنت کے  
خدا کے نور کا لختِ جگر کربل کو جاتا ہے

سجا کر تحفہ جاں کشتی شوقِ شہادت میں  
لٹانے آج دیں پر گھر کا گھر کربل کو جاتا ہے

سوارِ دوشِ پیغمبر، نشانِ قوتِ حیدر  
متاعِ دین و ملت بے خطر کربل کو جاتا ہے

غریب و سادہ و رنگیں کہانی ہے امامت کی  
کوئی بے ساز و سامانِ سفر کربل کو جاتا ہے

شہیدِ حسنِ ذاتِ سردیِ شبیر ہے صابر!  
جو بزمِ حسن میں خم کر کے سر، کربل کو جاتا ہے

سید محمد صابر حسین چشتی صابری



علی کے عشق کا پیار پیار محمد ہے  
 علی کا چاہنے والا طلب گار محمد ہے  
 علی کی گفتگو واللہ! گفتار محمد ہے  
 علی المرتضیٰ کی دید دیدار محمد ہے

زمانہ جانتا ہے آپ نے کیا کیا نہیں پایا  
 کسی نے بھی نہیں پایا، جو پایا آپ نے پایا  
 حسین ابن علی کے سر پہ ہے اللہ کا سایا  
 گدائے کوچہ شبیر دلدار محمد ہے

سخی ایسے کہ جن پر خود سخاوت ناز کرتی ہے  
 امام ایسے کہ جن پر خود امامت ناز کرتی ہے  
 شہید ایسے کہ جن پر خود شہادت ناز کرتی ہے  
 جو سچ پوچھو تو یہ دربار، دربار محمد ہے

مٹے ایسے کہ مٹ کر پھر شجاعت زندہ کر ڈالی  
 حمیت زندہ کر ڈالی، صداقت زندہ کر ڈالی  
 رسول پاک کی اعظم! شریعت زندہ کر ڈالی  
 اسے کہتے ہیں عاشق یہ وفادار محمد ہے





## حاملِ خلقِ محمد ہے شرافت تیری

غازہ روئے صداقت ہے شہادت تیری  
 حاملِ خلقِ محمد ہے شرافت تیری  
 کیوں نہ ہو سینہء عشاق میں الفت تیری  
 نازشِ حیدرِ کرار شجاعت تیری  
 جب سے لب ہائے محمد نے تمہیں چوما ہے  
 تیرے جلوؤں کی قسم اہل نظر کے نزدیک  
 نازشِ یوسف و داؤد ہے تقویٰ تیرا  
 مظہرِ حسنِ ازل کیوں نہ ہو نقشہ تیرا  
 مرکبِ ناز بنا دوشِ پیبر تیرا  
 اے گلِ باغِ رسالت مجھے تیری ہی قسم  
 تیری خاطر سے ہوا سجدہ نبوت کا طویل  
 بوسہ گاہِ لبِ احمد ہے تیرا روئے حسین

فیضِ مضطر بھی ہے اک چاہنے والا تیرا

حشر میں اس کا سہارا ہے عنایت تیری

صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ



غم آلِ نبی نے کر دیا ہر غم سے دور آخر  
مری شاخِ تمنا! آگیا نا تجھ پہ بور آخر

کسی کو بددعا دینا نہیں تھا ان کی فطرت میں  
وگرنہ عرشِ اہلِ بیت سے کتنا تھا دور آخر؟

بچا لیتے جو دشتِ کربلا میں جاں حسین اپنی  
کہاں سے سیکھتا پھر یہ جہاں عقل و شعور آخر

یہی وہ زخم ہے، چاٹے گا جس کو حشر تک باطل  
یزیدیت کا توڑا ایک بچے نے غرور آخر

سرِ شبیرِ علی کی روشنی سے ہے کھلا ہم پر  
کہ ہے جو خاک، بالآخر ہے خاک اور نور، نور آخر

کوئی پوچھے تو جا کر اتنا اس بے فیض حُزُل سے  
علی کے اصغرِ معصوم کا کیا تھا قصور آخر؟

پڑاؤ کربلا پہلا ہے پروازِ تخیل کا  
منج جاتے ہیں پھر سلطان! طیبہ تک طیور آخر



غم حسین کا سینے میں داغ لیتا جا  
ہے راستے میں اندھیرا چراغ لیتا جا

دل و نگاہ شریکِ غم حسین رہے  
یہی ہے دولتِ علمِ ابلاغ ، لیتا جا

حضورِ سبطِ پیبرِ مرا سلامِ خلوص  
جو ہو سکے تو اے روشن دماغ ! لیتا جا

غم حسین کا ہر زخمِ گلستاں ہے آج  
تو اپنے ساتھ یہ خوشیوں کا باغ لیتا جا

غم حسین میں سینہ نگار و دل افکار  
غم جہاں سے جو چاہے فراغ ، لیتا جا

انہی کے نقشِ کفِ پا کی روشنی سے تجھے  
ملے گا عشق و وفا کا سراغ ، لیتا جا

ولائے سبطِ پیبر کے فیض سے کوڑا  
مے ظہور کا روشن ایام ، لیتا جا



غم شبیر میں آنکھوں میں آنسو آئے جاتے ہیں  
یہ وہ موتی ہیں خونِ دل سے جو چمکائے جاتے ہیں

خدا کے واسطے اے شہپرِ جبریل! سایہ کر  
علیٰ اصغر کے عارضِ دھوپ میں کملائے جاتے ہیں

امامت کے فریضہ کی بلندی کوئی کیا جانے  
یہاں شاہوں کے تاج و تخت بھی ٹھکرائے جاتے ہیں

ادھر بچوں کو بھی اک بوندِ پانی کی نہیں ملتی  
ادھر گھوڑے بھی آبِ نہر سے نہلائے جاتے ہیں

سرِ زینب کی چادر اور نامحرم کی نظروں میں  
فلکِ جنبش میں ہے، کتر و بیاں تھرائے جاتے ہیں

حسین ابنِ علی نے جن کو روکا تھا کلیجہ پر  
دلِ اسلام میں وہ تیرا ب تک پائے جاتے ہیں

شہادت اک حقیقتِ زندہ و پائندہ ہے ماہر!  
فسانے کربلا کے آج تک دہرائے جاتے ہیں



غم شبیر وہ غم ہے کہ چھپائے نہ بنے  
آنکھ چھلکائے بنے، حال سنائے نہ بنے

حال اس دشت کے پیاسوں کا بیاں کیا ہو، جہاں  
سر پہ بس دھوپ رہی، سائے بھی سائے نہ بنے

چشمِ دل میں ہے عجب آمدِ حُر کا نقشہ  
ایسا نقشہ ہے کہ کاغذ پہ بنائے نہ بنے

اک سبکدوشی سے جو بارِ علم لے کے اٹھیں  
انہی ہاتھوں سے، تہی مشک اٹھائے نہ بنے

غم پناہی کے لئے دل تو وہی دل ہے نصیر!  
جو ہر اک چلتے مسافر کی سرانے نہ بنے



غم کے صحراؤں میں گھنگھور گھٹا سا بھی تھا  
وہ دلاور جو کئی روز کا پیاسا بھی تھا

زندگی اس نے خریدی نہ اصولوں کے عوض  
کیونکہ وہ شخص محمد کا نواسہ بھی تھا

اپنے زخموں کا ہمیں بخش رہا تھا وہ ثواب  
اس کی ہر آہ کا انداز دعا سا بھی تھا

صرف تیروں ہی کی آتی ہوئی بوچھاڑ نہ تھی  
اس کو حاصل غم زہراء کا دلاسا بھی تھا

جب گیا بن کے سوالی وہ حضور یزداں  
سر اقدس کا لئے ہاتھ میں کاسہ بھی تھا

اس نے بوئے دل ہر ذرہ میں عظمت کے گلاب  
ریگزار اس کے لہو سے چمن آسا بھی تھا

میں تہی دست نہ تھا حشر کے میدان میں قتل!  
چند اشکوں کا میرے پاس اثاثہ بھی تھا

قتیل شفائی



فاطمہ کی آنکھ کے تارے حسین  
شیر یزداں کے جگر پارے حسین

تیرگی کا منبع و مرکز یزید  
نور کے بہتے ہوئے دھارے حسین

ہے علی کے شیر ہی کا حوصلہ  
اپنا کنبہ دین پر وارے حسین

تھا جمالِ مصطفیٰ پیشِ نظر  
کر رہے تھے رب کے نظارے حسین

پیش جب تیرا وسیلہ کر دیا  
کام بگڑے بن گئے سارے حسین

ہے حسینِ مثنیٰ سے عارف اعیان  
تھے بہت سرکار کو پیارے حسین



فخرِ عالم ، شہِ زمین و زماں  
نورِ جاں ، نورِ دیدہ ایماں

راکبِ دوشِ قاسمِ کوثر  
شہریارِ دیارِ تشنہ لباں

آشنائے جفا ، شہیدِ وفا  
بے نیازِ جہانِ سود و زیاں

پیکرِ عزم و ہمت و ایثار  
سر سے پا تک مروت و احساں

آج پانی کی بوند کو ترسے  
بحر و بر جس کے تابع فرماں

اک معتمہ ہے اس کی تشنہ لبی  
جس کی ٹھوکر میں چشمہٴ حیواں

اعظم ! اس شاہ پر کروڑوں سلام  
جس کا غم ہے نجات کا سماں

اعظم چشتی





## فرات، کرب و بلا کا ہے راز دار، اب بھی

ستم رسیدہ ہیں ابنائے روزگار، اب بھی  
 ہے روحِ عصر بدستور بے قرار، اب بھی  
 مہک رہے ہیں اسی طرح لالہ زار، اب بھی  
 وہ احترامِ بشر کا ہے پاسدار، اب بھی  
 کٹا کے سر کو کھڑا ہے وہ کامگار، اب بھی  
 ہمیں پکار رہا ہے وہ شہسوار، اب بھی  
 جنود بے سرو ساماں، پسِ غبار، اب بھی  
 کوئی زمانہ ہو، ظالم ہے بے وقار، اب بھی  
 لکھی ہوئی ہے سیرِ لوحِ رہگذار، اب بھی  
 درودِ شاہ کا رہتا ہے انتظار، اب بھی

فرات، کرب و بلا کا ہے راز دار، اب بھی  
 گواک زمانہ ہوا کربلا کو گزرے ہوئے  
 لہو سے سینچے ہوئے گرچہ صدیاں بیت گئیں  
 حسینِ حرمتِ مظلومیت کی ہے آواز  
 شکست کھائے ہوئے ہے سپاہِ وجلِ یزید  
 فرازِ روحِ شہادت سے ہر زمانے میں  
 یزیدیت کے مقابل محاذ آرا ہیں  
 یہ فیضِ سیدِ شہدا ہے نوعِ انساں پر  
 جلی حروف میں یہ داستانِ ذبحِ عظیم  
 ضرورت آج بھی سب کو بڑی حسین کی ہے

حسین ہی کا لہو رنگ لایا ہے نیر!

رخِ حیات پہ ہررت میں ہے نکھار، اب بھی

ضیاء نیر



فرازِ نیزہ ، لبِ تشنہ کام اور وہ کلام  
زبانِ سیدِ عالی مقام اور وہ کلام

نہ پھر جہاں کو میسر ہوئی وہ دید و شنید  
نہ پھر بہم ہوا نورِ امام اور وہ کلام

ابھی تو ہم کہیں پیتے تھے اور سنتے تھے  
نگاہِ ساقیِ کوثر کے جام اور وہ کلام

اسد ہے صاحبِ نوحِ البلاغہ کی بیٹی  
علی کا لہجہ ، وہ دربارِ شام اور وہ کلام

بھلا نہ پائے گا اب دشتِ نینوا تا حشر  
ریخِ حسین علیہ السلام اور وہ کلام

دل فقیر کا اختر ! عجیب عالم ہے  
خرام کرتا ہے خوں میں وہ نام اور وہ کلام



فطرتِ آدم کو کر دیتی ہے قربانی بلند  
دل میں کھل جاتی ہے اس کے نور سے ہر راہ بند  
مہر و مہ ہوتے ہیں اس کی خاکِ پا سے ارجمند  
ہے فرشتوں کے گلوئے پاک میں اس کی کند

سر وہ جس میں ذوقِ قربانی ہو، جھک سکتا نہیں

تنگوں سے، بڑھتا ہوا سیلاب رک سکتا نہیں

گلشنِ صدق و صفا کا لالہ رنگیں حسین

شمعِ عالم، مشعلِ دنیا، چراغِ دین حسین

سر سے پا تک سرخیِ افسانہ خونیں حسین

جس پہ شاہوں کی خوشی قربان وہ غمگین حسین

مطلعِ نورِ مہ و پرویں ہے پیشانی تری

باج لیتی ہے ہر اک مذہب سے قربانی تری

بارشِ رحمت کا مژدہ بابِ حکمت کی کلید

روزِ روشن کی بشارتِ صبحِ رنگیں کی نوید

ہر نظامِ کہنہ کو پیغامِ آئینِ جدید

اے کہ ہے تیری شہادتِ اصل میں مرگِ یزید

تیری مظلومی نے ظالم کو کیا یوں بے نشاں

ڈھونڈتا پھرتا ہے اس کی ہڈیوں کو آسماں

مہندر سنگھ بیدی



فلک نے جھک کے کیا جن کی خاکِ پا کو سلام  
مسافرانِ رہِ دشتِ کربلا

رہِ وفا میں گئے منزلِ شہادت تک  
اس ابتدائے سعادت کی انتہا کو سلام

ابھر کے نوکِ سناں سے فضا میں لہرایا  
سپاہِ عشق کے اس پرچمِ وفا کو سلام

خدا سے دشمنِ جاں کی بھی مغفرت چاہی  
تری نماز تری عظمتِ دعا کو سلام

مری نگاہ بھی واں تک پہنچ نہیں سکتی  
میں کس طرح سے کروں شاہِ کربلا کو سلام

وہ جس کے خون سے پھر شمعِ دین ہوئی روشن  
فروغِ دیدہٴ محبوبِ کبریا کو سلام



فنا کے دشت میں راہِ بقا حسین سے ہے  
گھٹن میں آج بھی تازہ ہوا حسین سے ہے

ہلالِ ماہِ محرم بتا رہا ہے ہمیں  
نئے برس میں فقط داخلہ حسین سے ہے

مرے کلام میں یہ رنگِ غم یونہی تو نہیں  
ہراکِ روئیف، ہراکِ قافیہ حسین سے ہے

اک ایک قطرہٴ خون بولتا ہے پلکوں پر  
کہ اشکِ اشکِ مرا سلسلہ حسین سے ہے

رسولِ نانا؛ علیِ بابا؛ سیدہ ماں ہیں  
رہِ نجات کا ہر زاویہ حسین سے ہے

ہماری زیست ہے سینہ بہ سینہ ذکرِ حسین  
ہماری سانس بھی مقبول "یا حسین" سے ہے

مقبول زیدی



قافلہ کربلا کے جاں نثاروں پر سلام  
بو تراب و فاطمہ کے چاند تاروں پر سلام

آئیے تطہیر آئی جن کی شانِ پاک میں  
خلد کے ان نوجوانوں شہسواروں پر سلام

حق کی خاطر کربلا میں جو ہوئے تھے خیمہ زن  
حیدر و زہرا کے ان سب جاں سے پیاروں پر سلام

تیروں کی بارش میں جن کے پاؤں میں لغزش نہیں  
صبر و استقلال کی ان یادگاروں پر سلام

رحمتِ عالم کے شانوں پر جو ہوتے تھے سوار  
ان حسینوں، مہ جبینوں اور پیاروں پر سلام

جان و دل ساتی! فدا ہوں کربلا کے شاہ پر  
اور ان کے خون سے تر ریگزاروں پر سلام



قتل گاہ شاہ میں کیسی اداسی چھا گئی  
کربلا میں شامِ غربت بال کھولے آگئی

حیدری جاہ و حشم تھا، ہاتھ میں تلوار تھی  
دیکھ کے غازی کے تیور موت بھی گھبرا گئی

یہ حسینی قافلے کی جیت کا اعلان تھا  
خُرمہ کے تیر کو اک مسکراہٹ کھا گئی

زینبِ مضطر نے دی ہوگی دعا تجھ کو ضرور  
جب ہوائے گرم! تو لاشے سبھی دفنا گئی

آیتیں جکڑی ہوئی تھیں شام کے بازار میں  
یہ اذیتِ عابدِ پیار کو تڑپا گئی

جب سنائی میں نے باسرا! شہر کو روتے ہوئے  
کربلا! تیری کہانی سانس تک مہکا گئی

کامران باسر



قدم تو میرے ہیں ، رستہ مگر حسین کا ہے  
کہ میری آنکھ میں روشن سفر حسین کا ہے

زہے نصیب ، تو پتھر سے آبشار ہوئی  
کرم یہ تجھ پہ ، مری چشم تر! حسین کا ہے

سگانِ دنیا نے تاراج کر دیا سرِ شام  
اگرچہ سب کو خبر تھی یہ گھر حسین کا ہے

یزیدِ عصر کی مدحت سرائی کیسے کروں  
مرا قلم ، مرا دستِ ہنر ، حسین کا ہے

وفا کا خوں نہ کرو ساکنانِ شہرِ فریب  
اسے نہ مارو کہ یہ نامہ بر حسین کا ہے

رہے جو شانوں پہ ، سب مصلحت سے ، پست ہوئے  
ہوا بلند جو نیزے پہ سر حسین کا ہے

مچی ہے جس سے مرے خوں میں آتشِ انکار  
زمانہ جانتا ہے وہ شرر حسین کا ہے





قرآن کی توہین کو شبیر نہ مانے  
شیطان کے آئین کو شبیر نہ مانے

قرآن کے قوانین و مضامینِ ازل پر  
ابلیس کی تضمین کو شبیر نہ مانے

جو سر پہ پڑا کوہِ الم جھیل لیا وہ  
پر فتنہ فتنین کو شبیر نہ مانے

ہر تیر جفا سینہ گلگوں سے لگایا  
سلطانی بے دین کو شبیر نہ مانے

اسلام کی گردن پہ چھری چلنا تھی جس سے  
اس فتوئے سنگین کو شبیر نہ مانے

پیغام دیا سایہ تلوار میں حق کا  
گستاخ فرامین کو شبیر نہ مانے

قانونِ محمد کا طلب کرتے تھے صائم !  
کسرائی سلاطین کو شبیر نہ مانے

صائم چشتی



قطرہ اشکِ مودت ہے سمندر کی طرح  
جس کی موجوں پہ رواں غم ہیں گلِ تر کی طرح

کثرتِ فوج پہ نازاں ہے یزیدی لشکر  
فوجِ شبیر کا ہر فرد ہے لشکر کی طرح

زندگی آلِ محمد سے وفا داری ہے  
کب یہ سمجھا ہے کوئی بوذر و قنبر کی طرح

جنگ کا اذن جو عباسِ علی کو ملتا  
درِ کوفہ کو پلٹتے درِ خیبر کی طرح

علم کے در پہ چلے آؤ زمانے والو!  
فکرِ انساں کے لئے علم ہے زیور کی طرح

پوچھتی ہے یہ شجاعانِ عرب سے تاریخ  
کون بے تیغ لڑا ہے علی اصغر کی طرح؟



کب رایگاں گئی ہے یہ محنت حسین کی  
جینا سکھا گئی ہے ، عبادت حسین کی

کس عزم سے لڑی ہے ، انہوں نے بقا کی جنگ  
بے مثل آئندہ ہے ، شجاعت حسین کی

دیتی ہے روز ہم کو بھی سچائیوں کا درس  
نوکِ سناں پہ جاری ، تلاوت حسین کی

اسلام کے شہیدوں کی ، مدت سے آج بھی  
جنت میں ہو رہی ہے امامت حسین کی

شمرِ لعین و ابنِ زیاد و یزید سن  
جنت حسین کی ہے یہ جنت حسین کی

بھیجوں گا میں بھی ان کو سلاموں کے سرخ پھول  
دل میں جو کھل اٹھی ہے محبت حسین کی



کبھی تجھے کبھی دشتِ بلا کو دیکھا ہے  
ترے چراغ کی زد پر ہوا کو دیکھا ہے

لبِ فرات پہ دیکھی ہے تشنگی کی چمک  
فضا پہ دامنِ موجِ صبا کو دیکھا ہے

یقین و عزم کے پیکر ترے ارادے میں  
لہو کے رنگ میں آبِ بقا کو دیکھا ہے

خدا کی راہ میں سب کچھ لٹا دیا تو نے  
رضا کے نام پہ تیری وفا کو دیکھا ہے

اٹھا ہے دستِ دعا جب ترے حوالے سے  
قبول ہوتے ہوئے ہر دعا کو دیکھا ہے

عجیب شامِ الم تھی کہ بنتِ زہراء نے  
کبھی فلک، کبھی اپنی ردا کو دیکھا ہے

دل و نگاہ میں اک روشنی سی رہتی ہے  
کہ جب سے ہم نے قمر! کر بلا کو دیکھا ہے



کتابِ زیست کا رنگین باب، کرب و بلا  
دیارِ عشق میں لازم نصاب، کرب و بلا

فریب و حرص کے گلشن کو خار لگتا ہے  
جنوں کے دشت میں کھلتا گلاب، کرب و بلا

ستم شعاروں کے زرخے میں برسرِ پیکار  
ہر ایک فرد کہ ہے ہمراہِ کرب و بلا

کسی کینے کے اسفل سوال کا لوگو!  
ابد تلک کے لئے ہے جواب، کرب و بلا

جو داستان ہے اک شیرِ خوار پیاسے کی  
تو عکسِ شاہِ زمن کا شباب، کرب و بلا

دردگی کی گھٹا ٹوپِ ظلمتوں میں ریاض!  
طلوع ہوتا ہوا آفتاب، کرب و بلا



کتی نورانی حسین تصویر ہے شبیر کی  
کائناتِ حسن میں تنویر ہے شبیر کی

زیست طیب، موت طاہر، مستِ تسنیم و طہور  
شاہد اس پر آیۂ تطہیر ہے شبیر کی

خم جبیں، سر بر زمیں ”اللہ اکبر“ ورد لب  
یہ رکوع و سجدہ یہ تکبیر ہے شبیر کی

سر حریفوں کے، سر میداں، تنوں سے ہیں جدا  
ہمسری تیغِ قضا شمشیر ہے شبیر کی

مستحقِ باغِ رضواں ہیں محبانِ حسین  
جنت الفردوس بھی جاگیر ہے شبیر کی

صاحبِ معراج کے دوشِ مہیں پر ہیں سوار  
تا بہ اوجِ آسماں توقیر ہے شبیر کی

روز افزوں کیوں ترقی نورِ ایماں میں نہ ہو  
دل میں، آنکھوں میں ضیا! تنویر ہے شبیر کی

لسان الحسنان مولانا ضیاء القادری



کربلا ! تقدیسِ انسانی پہ مر جانے کا نام  
رنگ کی صورت نکھر آنے ، بکھر جانے کا نام

نزعِ سیلِ بلا میں زیرِ شمشیرِ جفا  
رخ کی رونق ، سر کی ثروت ، سچ کی سنگت ، کربلا

حرف جو لکھا گیا ، خوں رنگ تصویروں کے ساتھ  
نغمہ جو گایا گیا مقتل میں شمشیروں کے ساتھ



کربلا ، ذرات کے دل سے نکلتا آفتاب  
کربلا ، لمحات کے ہاتھوں پہ شمع آفتاب

کربلا ، تنکوں سے دریا موڑنے کا نام ہے  
کربلا شبنم سے لوہا توڑنے کا نام ہے

کربلا وہ ”بیکسی“ جس سے تپاں نبض حیات  
کربلا وہ ”تنگی“ جس سے رواں موج فرات

کربلا ہے دوسروں کی آگ میں جلنے کا نام  
کربلا ، پاؤں میں کانٹے توڑ کر چلنے کا نام

کربلا ، وہ خاک جو لعل و گہر پیدا کرے  
کربلا ، وہ شام جو صبح بشر پیدا کرے

لفظ کو مفہوم بخشنے ، نطق کو آواز دے  
کربلا ، وہ موت جس کو زندگی آواز دے

زیہ شمشیر جفا تکبیر کہنا ، کربلا  
شب کو شب ، زنجیر کو زنجیر کہنا ، کربلا

سید ضمیر جعفری





کربلا زندہ ہے جینے کی لگن زندہ ہے  
حق پہ چلنے کے لئے حق کا چلن زندہ ہے

ظلمتِ کفر میں دم توڑ چکی فکر یزید  
جا بہ جا ذکرِ شہنشاہِ زمن زندہ ہے

الفتِ شاہِ شہیداں میں جو قربان ہوا  
اپنی تربت میں بھی وہ زیرِ کفن زندہ ہے

خونِ بے شیر سے شبیر نے سینچا تھا جسے  
حق پرستی کا ابھی تک وہ چمن زندہ ہے

بھائی کی لاش کو افسوس کفن دے نہ سکی  
دل میں یہ نہینبِ مضطر کے چہن زندہ ہے

لوٹ کر آئے گا پردیس سے میرا اکبر  
اسی امید پہ پیار بہن زندہ ہے

سب ہی دم توڑ گئے عرصہٴ امکان میں سہیل!  
اے انیس! آپ کا اندازِ سخن زندہ ہے

سہیل شاہ



## کربلا کے جاں نثاروں کو سلام

فاطمہ زہراء کے پیاروں کو سلام  
 نوجوانوں ، گلزاروں کو سلام  
 آپ کے سب جاں نثاروں کو سلام  
 میرے دل کے تاجداروں کو سلام  
 کربلا کے شہسواروں کو سلام  
 بھوکے پیاسے گلزاروں کو سلام  
 سیدہ زینب کے پیاروں کو سلام  
 جن پہ ، ان سب دلفگاروں کو سلام  
 چاہنے والے ہیں ، ساروں کو سلام

کربلا کے جاں نثاروں کو سلام  
 مصطفیٰ کے ماہ پاروں کو سلام  
 یا حسین ابن علی مشکل کشا !  
 اکبر و اصغر پہ جاں قربان ہو  
 قاسم و عباس پر لاکھوں درود  
 بھوکی پیاسی پیٹیوں پر ہو درود  
 ہو گئے قرباں محمد اور عون  
 کربلا میں ظلم کے ٹوٹے پہاڑ  
 آل و اصحابِ نبی کے جس قدر

جو حسینی قافلے میں تھے شریک

کہتے ہیں عطار ساروں کو سلام



کربلا کی خاک پر کیا آدمی سجدے میں ہے  
موت رسوا ہو چکی ہے ، زندگی سجدے میں ہے

وہ جو عاشورے کی شب ، گل ہو گیا تھا اک چراغ  
اب قیامت تک اسی کی روشنی سجدے میں ہے

سنتِ پیغمبرِ خاتمِ ہے سجدے کا یہ طول  
کل نبی سجدے میں تھے ، آج اک ولی سجدے میں ہے

اس پہ حیرت کیا ، لرز اٹھی زمینِ کربلا  
راکبِ دوشِ پیمبر ، آخری سجدے میں ہے

حشر تک جس کی قسم کھاتے رہیں گے اہلِ حق  
ایک نفسِ مطمئن اس دائمی سجدے میں ہے



کربلا معراج انساں ، کربلا معیار ہے  
کربلا دراصل اس میں عظمتِ کردار ہے

اے علمدارِ حسین ابنِ علی تیری وفا  
افتخارِ خاندانِ حیدرِ کرار ہے

قوتِ تقریرِ زینب ، پھر کوئی جوہر دکھا  
آج کا بازار بھی تو شام کا بازار ہے

آج بھی جاری و ساری ہیں یزیدی قوتیں  
آج بھی دربار ، میرِ شام کا دربار ہے

تُف ہو تجھ پر لشکرِ ملعون لاکھوں بار تُف  
تو ذلیل و خوار تھا اور تو ذلیل و خوار ہے

گونج پھر سے اے اذانِ اکبری بستی میں گونج  
بستی کمزور کو جوشِ جواں درکار ہے



کربلا میں جب چراغِ کربلا روشن ہوا  
اس طرف قبلہ ادھر قبلہ نما روشن ہوا

مٹ نہیں پایا کسی طوفانِ گرد و باد سے  
سینہء صحرا پہ کس کا نقشِ پا روشن ہوا

کربلا والوں کی یادیں تو چراغاں کر گئیں  
دل سے لے کر آنکھ تک کا راستہ روشن ہوا

یاس کے عالم میں بھی جب لے لیا نامِ حسین  
دل میں غنچہ سا کوئی چٹکا، کھلا، روشن ہوا

جس کے دل میں بس گیا، عشقِ علی، سو بس گیا  
وہ دیا روشن رہا ہے جو دیا روشن ہوا

میرا بیٹا بھی ہوا مدحت نگارِ اہل بیت  
اک دیا بچھنے سے پہلے دوسرا روشن ہوا

ہم زمانے کو بتاتے جائیں گے انجمِ خلیق!  
کربلا میں کیا بچھا تھا اور کیا روشن ہوا

انجمِ خلیق



کربلا میں سر دیا شبیر نے  
شام میں تبلیغ کی ہمیشہ نے

سر جھکایا دیکھ کر بیٹے کو پھر  
لاش اٹھائی کربلا کے پیر نے

جب چلے عباس لے کر اذن جنگ  
پاؤں چومے عزت و توقیر نے

دیکھ کر پانی میں عکس رخ پھرے  
کیا کہا عباس سے تصویر نے

کیا کہوں اصغر پہ کیا ہتی مگر  
سینہ باطل کو توڑا تیر نے

توڑ ڈالا قلب لشکر شاہ نے  
بات کی یہ فاطمہ کے شیر نے

نقد فن ، زعم سیادت سب سہی  
کر دیا رسوا مجھے تقدیر نے



کربلا میں لٹنے والے تاجداروں کو سلام  
گلشنِ اسلام کی تازہ بہاروں کو سلام

ان کی شمشیریں تھیں یا رقصاں تھیں لاکھوں بجلیاں  
شہسوارِ کربلا کے شہسواروں کو سلام

ہو گئے بازو قلم اونچا مگر رکھا علم  
حضرتِ عباس جیسے جاں نثاروں کو سلام

جن کی لاشوں نے درخشاں کر دی عاشورے کی رات  
ان محمد مصطفیٰ کے چاند تاروں کو سلام

ہو گئے سیراب جو پیاسوں کے تازہ خون سے  
کربلا کے ان پیاسے ریگ زاروں کو سلام

عمر بھر بہتا رہا جن سے مسلسل خونِ دل  
چشمِ زین العابدین کی آبشاروں کو سلام

بن کے قیدی شام کو، جو شام کو صائم! چلے  
ان اسیروں، بے سہاروں، غم کے ماروں کو سلام

صائم چشتی



کربلا میں ہیں نشانِ رفتگاں دیکھو ذرا  
اور مظلوموں کی آہوں کا دھواں دیکھو ذرا

حق و باطل، ظالم و مظلوم کی ہے داستاں  
سر کٹاتی گردنوں کا امتحاں دیکھو ذرا

اک طرف نیزے ہیں، تلواریں ہیں، ظالم فوج ہے  
اک طرف ہنگامہ آہ و فغاں دیکھو ذرا

یہ زمیں یہ آسماں ہیں سوگ میں ڈوبے ہوئے  
خون سے رنگیں ہے سارا گلستاں دیکھو ذرا

کر رہے ہیں آج تک سیلاب کس کی جستجو  
ڈھونڈتے ہیں سجدہ گاہِ قدسیاں دیکھو ذرا

وہ پرستارانِ کعبہ، وہ اسیرانِ حرم  
آستاں دیکھو ذرا یہ خانماں دیکھو ذرا

ہار کر جیتے ہیں وہ اعجاز! یہ ہے معجزہ  
کربلائی زخم ہائے خونچکاں دیکھو ذرا





کر کے نظامِ شر، تہ و بالا حسین نے  
گرتے ہوئے بشر کو سنبھالا حسین نے

اس سے یزید تب بھی ہر اسات تھا، اب بھی ہے  
تاریخ کو دیا جو حوالہ حسین نے

ہے انتظار صبح تو بے چارگی کا نام  
سورج کو عین شب میں اجالا حسین نے

سر جائے پر نہ ہاتھ سے جائے متاع سر  
کیسا رواج دہر میں ڈالا حسین نے

ہوتا وگرنہ ایک تخیل ثباتِ عزم  
اس کو عمل کی شکل میں ڈھالا حسین نے

انجمِ خلیق! خوفِ جہاں ہی نہیں رہا  
یوں خوفِ جاں سے کر دیا بالا حسین نے



کرم کے بادل برس رہے ہیں ، دوام اس پر ، سلام اس پر  
سلام اس پر کہ فیض رب کا ہے عام اس پر ، سلام اس پر

وہ شاکر ایسا ، لٹا کے اپنا گھرانہ ، کرتا ہے شکر اس کا  
وہ صابر ایسا کہ صبر کا اختتام اس پر ، سلام اس پر

بہادر ایسا ، ذہین ایسا ، کہ یاد تازہ ہوئی علی کی  
حسین ایسا ، حسین چچا ہے نام اس پر ، سلام اس پر

وہ زیرِ خنجر نمازی ایسا کہ آج تک ناز کر رہے ہیں  
رکوع اس پر ، سجود اس پر ، قیام اس پر ، سلام اس پر

وہ ایسا مسند نشین کہ صحبیں خراج دے کر گذر رہی ہیں  
غریب ایسا کہ آئی غربت میں شام اس پر ، سلام اس پر

یہ سانس چلتا رہے گا جب تک ، یہ دل دھڑکتا رہے گا جب تک  
حسن! میں پڑھتا رہوں گا یونہی ، سلام اس پر ، سلام اس پر



کروں میں کیوں نہ ادب سے تجھے سلام، حسین!  
تو میرا آقا ہے، میں ہوں ترا غلام، حسین!

مری نمازِ محبت کا تو جواب نہیں  
میں مقتدی ہوں، مرا مقتدا، امام حسین!

بڑی طویل ہے فہرست گو شہیدوں کی  
مگر ہے سب سے ہی اونچا ترا مقام، حسین!

شہید ہوتے ہی کرب و بلا کے میدان میں  
ہوا ہے باغِ عدن میں ترا مقام، حسین!

سنو! سنو! سرِ باطل پہ حق کو دے مارو!  
یہ دے رہی ہے شہادت تری پیام، حسین!

کسی شہید سے تیری مثال کیسے دوں  
کہ خود مثال تو اپنی ہے لاکلام، حسین!

ریاض! شیوہ مرا اس لئے ہے حق گوئی  
کہ میرے دل پہ بھی لکھا ہوا ہے نام، حسین!



کس کی زباں سے پیاس نے پائی ہے آبرو؟  
 کس تشنہ لب کے حھے میں آئی ہے آبرو؟  
 ایمان کس شہید پہ لائی ہے آبرو؟  
 دریا میں کس کے غم کی سمائی ہے آبرو؟

پیاسا ہوا ہے کون، عزیزوں سے چھوٹ کر؟  
 روتے ہیں یہ جناب کسے پھوٹ پھوٹ کر؟

کس کی زباں سے پیاس نے پائی ہے آبرو؟  
 ایمان کس کی خاک پہ لائی ہے آبرو؟  
 آنکھوں میں کس کے غم کی سمائی ہے آبرو؟  
 آنکھوں کی کس کے غم نے بڑھائی ہے آبرو؟  
 ہم سب کو کس کے غم میں سدا شور و تشین ہے؟

دریا میں شور ہے کہ وہ پیاسا حسین ہے

بچپن میں قصدِ روزہ کیا پیاس کے لئے

زہراء کا دودھ چھوڑ دیا پیاس کے لئے

احساں فرات کا نہ لیا پیاس کے لئے

پانی نہ ساتویں سے پیا پیاس کے لئے

رودادِ ذبح یاد ہے سارے جہان کو

کہنا وہ پیاس پیاس چبا کر زبان کو



## کربلا کا منظر

کسی نے جا کے گلچیں سے یہ پوچھا روزِ عاشورا  
کہ تو کیوں آج گلگشتِ گلستاں کو نہیں اٹھتا  
کہا جس وقت سے لوٹا گیا ہے گلشنِ زہراء  
اسی دم سے کسی شے کو نہیں دل چاہتا میرا  
ہوا کو، ابر کو، گل کو، چمن کو، سیرِ بستاں کو  
بلکتے تھے، نہ لڑکوں کو کوئی پانی پلاتا تھا  
بڑوں کا پیاس کے مارے کلیجہ منہ کو آتا تھا  
تنِ سرور پہ جب فریضِ نقاہت سے غش آتا تھا  
سجھ کر بے کس و بے یار ہر اک آزما تا تھا  
کٹاری کو، چھری کو، بانگ کو، خنجر کو، پیرکاں کو  
یزیدِ ناخلف سے بولے عابد اے سگِ دنیا!  
تری محفل میں سے خواری کا ہے شام و سحر چرچا  
اگر آلِ پیمبر ہوں تو اس کو یاد تو رکھنا  
اٹھا کر خاکِ پراک ایک کو اک روز پنگوں کا  
شبو کو، خم کو، مے کو، میکدہ کو، مے پرستاں کو  
لئے کانوں کے موتی جس گھڑی شمرِ ستم کرنے  
فلک کو دیکھ کر اس دم کہا یہ شہ کی دختر نے  
نہ پہچانا ہمیں، اس دشمنِ آلِ پیمبر نے  
ہمارے واسطے پیدا کیا ہے سب کو داور نے  
گہر کو، لعل کو، یاقوت کو، ہیرے کو، مرجاں کو

مولانا محمد خلیل صاحب کچھوچھوی



## جگر گوشہ بتول

کون ناموس رسالت کا نگہباں ہو گیا  
کس کا سر نیزے کو پہنچا، کون قرباں ہو گیا

کس کے آنسو چہرہ نو روز کی رونق بنے  
کس کا خون اسلام کی صبح درخشاں ہو گیا

کس کی شہ رگ پر یزیدی ہاتھ اٹھے بے دریغ  
کون تھا جس کا لہو تفسیر قرآن ہو گیا

کس کی نعشِ خون چکاں تشہیر کو لائی گئی  
کس کا پرچم چادرِ گورِ غریباں ہو گیا

کس نے کی مرگِ ملوکیت کی صبح اولیں  
کون شمعِ ظلمتِ شامِ غریباں ہو گیا

کل بہتر فرد میدانِ دعا میں ڈٹ گئے  
شمر کے ہاتھوں محمد کے نواسے کٹ گئے

شورشِ کاشمیری



کوئی بتائے ، کوئی کہیں ہے حسین سا ؟  
لاکھوں میں ایک ماہ جبیں ہے حسین سا ؟

کس شان سے چلے ہیں رہ مستقیم پر  
دنیا میں کون رہبر دیں ہے حسین سا ؟

کس کی نظر میں رفعتِ ہفت آسماں ہے گم ؟  
ماتھے پہ کس کے نورِ جبیں ہے حسین سا ؟

واللہ کیا مکان ہے وہ جس مکان میں  
بے مثل و بے مثال مکیں ہے حسین سا

بے اختیار کہنے لگے ساکنانِ عرش  
واں بھی نہیں ، یہاں بھی نہیں ہے حسین سا

اے خالقِ جہاں ! ترے سارے جہان میں  
کوئی حسین تھا ، نہ حسین ہے حسین سا

اعظم ! بٹھا کے دوش پہ ، فرمایا شاہ نے  
کوئی سوار بھی تو نہیں ہے حسین سا

محمد اعظم چشتی



کوئی چراغِ تخیل نہ میری راہ میں رکھ  
بس اک سلام کا گوہر مری کلاہ میں رکھ

اگر تو تو کسی سچائی کا مؤرخ ہے  
یزیدِ عصر کو بھی دفترِ سیاہ میں رکھ

بکھیر صفحہ قرطاس پر لہو کے حروف  
قلم سنبھال کے مت دل کی خانقاہ میں رکھ

علی کے سجدہٴ آخر سے حلقِ اصغر تک  
ہر ایک تیرِ ستم، مرکزِ نگاہ میں رکھ

مجھے وہ حریتِ فکر بھی دے مخر کی طرح  
پھر اس کے بعد اسی لشکر و سپاہ میں رکھ

ترا یہ شاعرِ نقاش تو ہے ذرہٴ خاک  
اسے غبار بنا یا کہ مہر و ماہ میں رکھ





کوئی شبیر سا خالق کا پرستار نہیں  
امت احمد مرسل کا وفادار نہیں  
لب پہ دعوے ہیں ، مگر عظمتِ کردار نہیں  
جرات و عزم و عزیمت نہیں ، ایثار نہیں

کودتا کون ہے اٹھے ہوئے طوفانوں میں

کون گھر بار لٹاتا ہے بیابانوں میں

ذات ایسی کہ نہیں جس کا زمانے میں جواب

ان کے جد شافعِ محشر ، تو پدر علم کا باب

روئے اطہر کی زیارت میں تلاوت کا ثواب

کشتِ اسلام ہوئی اس کے لہو سے شاداب

تین ایام کے پیاسے نے بڑا کام کیا

شاہِ بطحا کے نواسے نے بڑا کام کیا

بے کسوں اور غریبوں کا سہارا وہ حسین

ظالموں کے جو مقابل تھا صفِ آرا وہ حسین

حضرتِ فاطمہ کے عزم کا تارا وہ حسین

تھا پیہر کو دل جاں سے بھی پیارا وہ حسین

اس کو گلزارِ رسالت کی کلی کہتے ہیں

ہم عقیدت سے حسین ابنِ علی کہتے ہیں



آخری سجدے میں آیا جو وہ اخلاص مآب  
اٹھ گیا بندہ و معبود کے مابین حجاب  
لڑ گئی حسنِ حقیقی سے نگاہِ بے تاب  
بڑھ کے جبریل نے تھامی مرے مولا کی رکاب

مصطفیٰ جھوم گئے ، پیکِ قضا جھوم گیا  
جو بھی بندہ تھا خدا کا ، بخدا جھوم گیا

سیرتِ پاک ، قوانینِ شرافت کا نصاب  
تابناکی میں جبیں ، روکشِ مہر و مہتاب  
چشمِ حق ہیں میں تھی خمِ خانہٴ وحدت کی شراب  
ہر نظر آپ کی تھی صبر و رضا کا اک باب

بے خودی ایسی کہ بس ارض و سما جھوم اٹھے  
آدمی کیا ہیں ، فرشتے بخدا جھوم اٹھے

مثلِ واعظ نہیں منبر پہ فقط زمزمہ خواں  
زاہد خشک کے مانند نہیں سجدہ کناں  
اس کے سجدے میں سمٹ آئی تھی روحِ ایماں  
سر تھا نیزے پہ مگر ورو زباں تھا قرآن

جن کے سجدے تیر شمشیر ادا ہوتے ہیں  
ان کے اندازِ عبادت ہی جدا ہوتے ہیں

سید نصیر الدین نصیر گولڑوی



کہاں سے لاؤں میں ایسی زباں ، امام حسین !

کرے صفات جو تیری بیاں ، امام حسین !

تری ثناء تو رقم ہے کتاب و سنت میں

بڑی ہے شان تری بے گماں ، امام حسین !

تجہبی سے ہوتا ہے عرفانِ مصطفیٰ حاصل

تجہبی سے ملتا ہے حق کا نشاں ، امام حسین !

خدا کے لطف کا ، فیضِ نبی کا مصدر ہے

وہ کربلا میں ترا آستاں ، امام حسین !

ترے غلام کو تیرے طفیلِ محشر میں

بڑا یقین ہے ، ملے گی اماں ، امام حسین !

یہ آرزو ہے ریاضِ حزیں کی شام و سحر

ترے طریق پہ دے دوں میں جاں ، امام حسین !



کھولدے عقدے نیچے، ہو کر پرانی، دیکھئے  
معجزہ بنتے لہو کی اک کہانی، دیکھئے

اپنے اعداء پہ سفارت میں وفا لایا سفیر  
جاں نثاری بعد از نامہ رسائی دیکھئے

کیا سخاوت ہے جری کی، مشک سے چونچ گیا  
دے دیا چشمِ بشر کو سب وہ پانی، دیکھئے

طاقت و لشکر کشی سے بھی ملے نہ مدعا  
اس کو ہی کہتے ہیں ضعفِ حکمرانی، دیکھئے

دبدبہ قائم ہے جس کا ہر لسان و لفظ پر  
کر گئی ایسا تکلم بے زبانی، دیکھئے

جستجوئے جادہٴ حق کے سبب ممکن ہوا  
کھل گئے خر پر حجابِ آسمانی، دیکھئے



کہو نہ حاجتِ ذکرِ شہِ ہدی کیا ہے  
حسین ہی نے تو ثابت کیا ، خدا کیا ہے

غمِ حسین دلوں کا نفاق دھوتا ہے  
بس اب نہ پوچھو کہ رونے کا فائدہ کیا ہے

رضائے حق کی ہر اک راہ میں ہے نقشِ حسین  
میں کربلا سے نہ جاؤں تو راستہ کیا ہے

اگر حسین کی سیرت پہ ہوسکا نہ عمل  
تو پھر یہ مجلس و ماتم کا فائدہ کیا ہے ؟

حسینیت سے جو ٹوٹا یزیدیت کا بھرم  
یہ پھر کھلا ، اثرِ ارضِ کربلا کیا ہے

پلٹ نہ آتے جو دریا سے تشنہ لب عباس  
تو کون جانتا اس دہر میں ، وفا کیا ہے

یہ کربلا کے شہیدوں نے حل کیا ، ورنہ  
کے خبر تھی ، فنا کیا ہے اور بقا کیا ہے

سید وحید الحسن ہاشمی



کیا بتائیں؟ کیا ہوا تھا، درمیانِ کربلا  
دل لرز اٹھتا ہے سن کر داستانِ کربلا

خون کے اشکوں میں اک اک حرف ہے ڈوبا ہوا  
آئے کیا لفظ و بیاں میں داستانِ کربلا

سربکف آلِ نبی، خنجر بکف اعدائے دیں  
معرکہ ہے کفر و دیں کا درمیانِ کربلا

سب سے سرکارِ دو عالم کی مصیبت دیکھ کر  
کانپ کانپ اٹھے زمین و آسمانِ کربلا

آئے تو کیوں آئے لغزش پائے استقلال میں  
جادۂ تسلیم ہے اور کاروانِ کربلا

تشنہ کامی کی قسم، جامِ شہادت کی قسم  
رائی جنت ہوئے سب رہروانِ کربلا

پیشوائے اہل جنت ہوں گے محشر میں عزیز  
سیدہ کے لعل، میرِ کاروانِ کربلا

عزیز حاصل پوری



کیا جلوہ کربلا میں دکھایا حسین نے  
سجدے میں جا کے سر کو کٹایا حسین نے

خوش بخت تھا کہ آپ کے قدموں میں آگرا  
سویا نصیب خُر کا جگایا حسین نے

نانا کے پاک نام پہ ہر چیز وار دی  
کچھ بھی نہ اپنے پاس بچایا حسین نے

صدے سے قدسیوں کی بھی چچیں نکل گئیں  
اصغر کو جب گلے سے لگایا حسین نے

راہِ خدا میں جان کی بازی لگا گئے  
پیشِ یزید سر نہ جھکایا حسین نے

کیوں آپ کو نہ اپنے نواسے پہ ناز ہو  
ہر قولِ مصطفیٰ کا نبھایا حسین نے

فیضانِ اِ وہ تو ساقیِ کوثر کے لعل تھے  
کہتا ہے کون؟ آب نہ پایا حسین نے

پروفیسر فیض رسول فیضان



کیا عہد عبودیت تھا رضا ، اک حرف بھی پورا ہو نہ سکا  
وہ اور کسی کا کیا ہوگا ، جو اپنے خدا کا ہو نہ سکا

شبیر کا غم ہے مصلح دل ، یہ غم ہے تو پھر وہ آنسو کیا ؟  
جو دل کی ٹھنڈک بن نہ سکا ، جو آنکھ کا تارا ہو نہ سکا

لینے کو بلائیں اپنے ہی سر ، تھے چشم و چراغ پیغمبر  
اسلام نٹے ، انسان نٹے ، اس گھر کو گوارا ہو نہ سکا

وہ دن ہے حسینی طلعت کا ، جو حشر کے دن تک روشن ہے  
وہ شب تھی یزیدی ظلمت کی ، جس شب کا سویرا ہو نہ سکا

شبیر میں ہے ایسی ہی کشش ، آنکھیں تو کھلیں ، دل کھینچتا ہے  
جو خڑکی طرح سوچا سمجھا ، پھر اور کسی کا ہو نہ سکا

مظلوم کے خونِ ناحق سے ، مذہب کی حدیں قائم ہیں رضا !  
لوگوں نے تماشا کر دیکھا ، اسلام تماشا ہو نہ سکا





کیا قیامت کا سماں تھا ، دوستو !  
 خون سے رنگیں جہاں تھا ، دوستو !  
 ذرہ ذرہ کربلا کا زخم تھا  
 راستے میں کارواں تھا ، دوستو !

ہائے کیا قسمت مرے پیاروں کی تھی  
 زندگی مشکل میں بے چاروں کی تھی



تھے زمین و آسماں خاموش سے  
 فرط حیرت سے ہوئے مدہوش سے  
 لمحہ لمحہ پر قیامت کا گماں  
 دم بخود قدرت تھی جذب و جوش سے

محشرِ صغریٰ کی اک تصویر تھی  
 پاؤں میں پیار کے زنجیر تھی

ہے غلط یہ حشمتِ جاہ و جلال  
 ان کی خواہش تھی پراگندہ خیال  
 کلمہ گویانِ محمد ہیں گواہ  
 اور شاہد ہے خدائے لایزال

وہ فقط اللہ کی خاطر لڑے  
 اور مقابل میں کئی شاطر لڑے

اور کیا تحریر ہو اب داستاں  
 داستاں کربلا ہے ترجمان  
 سید مظلوم کو کیجئے سلام  
 ہے انہی کے دم سے یہ روشن جہاں

زندگی اپنی پنجاور کر گئے  
 خدمتِ دین پیہر کر گئے



کیا کہوں کیا کربلا کے خونچکاں منظر میں ہے  
ہے زمیں سکتے کے عالم میں ، فلک چکر میں ہے

خون کے چھینٹوں سے تازہ کی بہار اسلام کی  
کہ بقائے دو جہاں پنہاں اسی جوہر میں ہے

واقعاتِ کربلا عبرت بھری نظروں سے دیکھ  
زندگی کا راز پوشیدہ اسی دفتر میں ہے

پھر ضرورت ہے مٹا دو آ کے باطل کا وجود  
پھر وہی جبرِ یزیدی بانیاں شر میں ہے

کون رکھتا ہے یہاں جامِ شہادت کی طلب  
یوں رضائے حق کا سودا آج کس کے سر میں ہے

ہے علاجِ کفر و باطل اب بھی مسلم کا جلال !  
اک قیامت آج بھی بگڑے ہوئے تیور میں ہے

عقل حیراں ہے ، نظر خاموش ، زاہد ! عشق کا  
آخری سجدہ حضورِ خالقِ اکبر میں ہے

صوفی عبدالوہاب زاہد چشتی



کیا منزلت و شان تری ابنِ علی ہے  
جدِ ختمِ رسل ، باپ ولی ابنِ ولی ہے

اجداد ہیں امجاد تو ممتاز ہے اولاد  
جس رخ سے بھی دیکھو کریم لَمْ یَزِیْنِی ہے

وہ باپ ، جسے کہتے ہیں اللہ کا چہرہ  
وہ ماں ہے ، جو آغوشِ نبوت میں پلی ہے

تو پاک ہے ، طیب ہے ، مُزَکَّی ہے ، مُطَهَّر  
طینت تری تطہیر کے سانچے میں ڈھلی ہے

ہے وصفِ خفی تیرا اگر سورہ کوثر  
تو لَئِیْمَکَ لَیْحَی تری توصیفِ جلی ہے

سردینا رُوحِ حق میں ہے تیرے لئے معراج  
اور موت ترے واسطے مصری کی ڈلی ہے

ہے راحتِ جاں مدحتِ اولادِ پیبر  
ہر بیتِ مرا گلشنِ ایماں کی کلی ہے



کیسی پیشِ رب جھکی تھی تیری پیشانی، حسین!  
خود جبینِ عرش تک ہے جو حیرانی، حسین!

اپنی رفعت، نوکِ نیزہ پر بھی منوا کر رہا  
کتنا مشکل کام اور کتنا آسانی، حسین!

ہے شبِ عاشور چہرے کے تغیر سے عیاں  
تیری جانب جھک رہی ہے خُرکی پیشانی، حسین!

تیرے ہونٹوں کی قسم بارِ عداوت کم نہیں  
پانی پانی ہی رہے گا حشر تک پانی، حسین!

چند لمحے وقت کی میزاں پہ آتے ہی نہیں  
آخری سجدہ ہے تیرا کتنا طولانی، حسین!

حشر تک کے واسطے دونوں کی یہ پہچان ہے  
ظلم کا بانی یزید اور عدل کا بانی، حسین!



کیسے زباں پہ لاؤں فسانہ حسین کا  
لوٹا ہے ظالموں نے گھرانہ حسین کا

جیسے بھی کوئی چاہے، کرے شرحِ کربلا  
ممکن نہیں ہے نامِ مٹانا حسین کا

زہرا کی روحِ پاک بھی تھی سخت بے قرار  
جب قافلہ ہوا تھا روانہ حسین کا

خمیے جلے ہوئے نظر آتے ہیں جس جگہ  
اے چشمِ تر وہاں تھا ٹھکانہ حسین کا

جب راکبِ رسول تھا، نازِ بتول تھا  
آتا ہے یاد وہ بھی زمانہ حسین کا

تا حشرِ خوں رلائے گا اہلِ مدینہ کو  
جانا، مگر نہ لوٹ کے آنا حسین کا

مجھ کو خدا بچائے گا دوزخ کی آگ سے  
رفعت! ہوں میں غلامِ پرانا حسین کا



کیسے کروں بیان میں رتبہ حسین کا  
نانا کے دیں کے واسطے صدقہ حسین کا

ظالم کے ظلم و جبر پہ تڑپی تھی سرزمیں  
رویہ تھا کتنے درد سے کوچہ حسین کا

بچے بھی کٹ کے ہو گئے اس راہ پر شہید  
تھا کس قدر دلیر وہ کنبہ حسین کا

جاتا ہے لے کے جانبِ منزل یہ نقشِ پا  
کتنا حسین ہے دیکھئے رستہ حسین کا

طاغوتی حکمرانی مٹانے کے واسطے  
لانا پڑے گا پھر وہی لہجہ حسین کا

ہو کے شہید کر گئے وہ دیں کو جاوداں  
رشتہ تھا کتنا دین سے پختہ حسین کا

قربانیوں کا درس ہے اس میں چھپا ہوا  
کچے بیان ہر کہیں قصہ حسین کا

عاکف غنی



کیوں خدائی ہونہ جان و دل سے قربانِ حسین  
بوسہ گاہِ مصطفیٰ ہے شہِ رگِ جانِ حسین

آج تک ہیں غیر قومیں بھی ثناخوانِ حسین  
اللہ اللہ! کیا عظیم الشان ہے شانِ حسین

کام آئے بہرِ حق سب نونہالانِ حسین  
ہو گیا نذرِ خزاں سارا گلستانِ حسین

مرحبا! یہ حق پرستی یہ صداقت پروری  
حضرتِ حر ہو گئے مقتل میں قربانِ حسین

جان دی لیکن دیا ہرگز نہ دستِ حق پرست  
اللہ اللہ! کس قدر محکم تھا ایمانِ حسین

بن میں آتے تھے نظر کشتوں کے پستے ہر طرف  
وار جب اعداء پہ کرتے تھے جوانانِ حسین

کوئی خطرہ ہی نہیں شاعِل کو یومِ حشر کا  
تا ابد محفوظ ہے وہ زیرِ دامنِ حسین





گرد ہے اکسیر، خاکِ کربلا کے سامنے  
زرد مٹی کی حقیقت کیا طلا کے سامنے

پردہ پوشِ عاصیاں، ہے ان کا دامانِ وسیع  
کیا گنہ کا ڈھانپنا، آلِ عبا کے سامنے

کہتے تھے حضرت علی اکبر کا جانا ہے غضب  
ہم نہ دنیا سے گئے اس دلربا کے سامنے

جب سکیں نہ کی زباں پر پیاس کے کانٹے پڑے  
سر جھکا کر مشک لے آئی چچا کے سامنے

فقر کی دولت کو کیا خالق نے بخشا ہے وقار  
ہاتھ پھیلاتا ہے سلطان بھی گدا کے سامنے

فصلِ پیری میں ہوس دنیا کی توبہ کر انیس!  
حشر میں کس منہ سے جائے گا خدا کے سامنے



لباس ہے پھٹا ہوا غبار میں اٹا ہوا  
 تمام جسم نازیں چھدا ہوا کٹا ہوا  
 یہ کون ذی وقار ہے بلا کا شہسوار ہے  
 کہ ہے ہزاروں قاتلوں کے سامنے ڈٹا ہوا  
 یہ بالیقین حسین ہے نبی کا نورِ عین ہے

یہ جس کی ایک ضرب سے ، کمالِ فنِ حرب سے  
 کئی شتی گرے ہوئے ، تڑپ رہے ہیں کرب سے  
 غضب ہے تیغِ دوسر ، کہ ایک ایک وار پر  
 اٹھی صدائے الاماں ، زبانِ شرق و غرب سے  
 یہ بالیقین حسین ہے نبی کا نورِ عین ہے

یہ کون حق پرست ہے ، رضائے حق میں مست ہے  
 کہ جس کے سامنے کوئی ، بلند ہے نہ پست ہے  
 ادھر ہزار گھات ہے ، مگر عجیب بات ہے  
 کہ ایک سے ہزارہا کا حوصلہ ٹھکت ہے  
 یہ بالیقین حسین ہے ، نبی کا نورِ عین ہے



دلادری میں فرد ہے ، بڑا ہی شیر مرد ہے  
 کہ جس کے دبدبے سے دشمنوں کا رنگ زرد ہے  
 حبیبِ مصطفیٰ ہے یہ ، مجاہدِ خدا ہے یہ  
 جہی تو اس کے سامنے یہ فوج گرد برد ہے  
 یہ بالیقین حسین ہے ، نبی کا نورِ عین ہے

ادھر سپاہِ شام ہے ، ادھر علیہ سلام ہے  
 ادھر ہیں دشمنانِ دیں ، ادھر فقط امام ہے  
 مگر عجیب شان ہے ، غضب کی آن بان ہے  
 کہ جس طرف اٹھی ہے تیغ ، بس خدا کا نام ہے  
 یہ بالیقین حسین ہے ، نبی کا نورِ عین ہے

عبا بھی تار تار ہے ، تو جسم بھی فگار ہے  
 زمیں بھی ہے تپی ہوئی ، فلک بھی شعلہ بار ہے  
 مگر یہ مردِ تیغ زن ، یہ صف شکن ، فلک شکن  
 کمالِ صبر و تن دہی سے ، محو کارزار ہے  
 یہ بالیقین حسین ہے ، نبی کا نورِ عین ہے



لبِ فرات جو پیاسا دکھائی دیتا ہے  
ہر ایک قطرہ لہو سا دکھائی دیتا ہے

جو یاد آتے ہیں مجھ کو جلے ہو۔  
دھواں سا دل سے پھراٹھتا دکھائی دیتا ہے

مجھے جو خاص عقیدت یہ نچتین سے ہے  
یہی نجات کا رستہ دکھائی دیتا ہے

نصابِ حق وہ بھلا کب مٹا سکا تھا یزید  
لہو سے ریت پہ لکھا دکھائی دیتا ہے

ہے یاد دل میں مرے کربلا کے پیاسوں کی  
مجھے فرات بھی صحرا دکھائی دیتا ہے

یقین کیسے میں کر لوں کہ رک گیا ہے ستم  
لہو تو آج بھی بہتا دکھائی دیتا ہے

کسی بھی غم پہ جو رویا نہیں کبھی عارف!  
غمِ حسین میں روتا دکھائی دیتا ہے



لبِ فرات شہِ تشنگاں کو سوچتا ہوں  
قدم زمیں پہ ہیں اور آسماں کو سوچتا ہوں

قدم قدم پہ مصائب کا سامنا تجھ کو  
میں تیرے صبر، ترے امتحاں کو سوچتا ہوں

خبر کہیں سے بھی آئے کسی کے لٹنے کی  
مرے امام! ترے کارواں کو سوچتا ہوں

جب اس جہاں میں کہیں بھی مجھے اماں نہ ملے  
حسین مولا! ترے آستاں کو سوچتا ہوں

سُوم جس کے مقدر بجائے بادِ بہار  
ترے لٹے ہوئے اس گلستاں کو سوچتا ہوں

حسین! خون رلاتا ہے مجھ کو دھیان ترا  
سلگتی دھوپ میں جب سائباں کو سوچتا ہوں



لکھا شبیر نے خوں سے خدا کا نام سجدے میں  
حیاتِ دائمی کا لے لیا انعام سجدے میں

میانِ حق و باطل فرق کر دو سر کٹا کر تم  
حسین ابنِ علی نے یہ دیا پیغام سجدے میں

کٹا دن دس محرم کا اٹھاتے لاشے اپنوں کے  
ہوئی شبیر کی ہے زندگی کی شام سجدے میں

نمازِ عصر جائے تو خسارا ہی خسارا ہے  
یہی پیغام تھا سب عاشقوں کے نام سجدے میں

کسی تک بھی نہیں پہنچا کسی نے بھی نہیں چکھا  
محمد کے نواسے کو ملا جو جام سجدے میں

عروقِ مردہ اس کی اپنے خوں سے جاری کر ڈالیں  
کیا شبیر نے یوں زندہ پھر اسلام سجدے میں

لٹا کے گھر کا گھر ساجد خدا کو کر لیا راضی  
یزیدی قوتوں کو کر دیا ناکام سجدے میں



لکھا ہے عجزِ بیاں میں تمہارے نام سلام  
قبول ہو مرے آقا! مرا یہ خام سلام

سلام لکھتے رہو محفلوں میں پڑھتے رہو  
جو کام ہو نہیں پاتا کرے وہ کام سلام

یہ کس شہید کی جنت میں آمد آمد ہے  
نبی کے ساتھ فرشتے کہیں سلام سلام

مری نماز مجھے راستہ دکھاتی ہے  
ہے میرا سجدہ عبادت، مرا سلام سلام

نہ عاقبت کی اسے فکر ہے نہ محشر کی  
گرہ میں لے کے چلا ہے کوئی غلام سلام

حَلیم! خون سے آواز ایک آتی ہے  
سلام، اے مرے مولا! مرے امام! سلام



لکھایا مسکرا کر اصغرِ بے شیر نے فتویٰ  
سنایا قریہ قریہ زینبِ دلگیر نے فتویٰ

بہتر <sup>72</sup> با وفا معصوم جانوں کی شہادت پر  
لکھا دشتِ وفا پر خون سے شبیر نے فتویٰ

تھے بے گور و کفن لاشے، حرم طوق و سلاسل میں  
دیا ہر گام پر سجاد کی زنجیر نے فتویٰ

زمانہ یاد رکھے گا سدا خطبات زینب کے  
دیا دربار میں کیا شیر دل ہم شیر نے فتویٰ

میانِ حق و باطل کربلا میں کر دیا صادر  
اذانِ فجر میں اکبر تری تکبیر نے فتویٰ

ہزاروں عالموں کے جھوٹ کی تردید کرنے کو  
دیا ہر سطرِ قرآن کی صحیح تفسیر نے فتویٰ

کسی نے جب نہ مانا رتبہ اطہار تو حیدر!  
کیا صادر وہیں پر آیہ تطہیر نے فتویٰ





لہو تیرا جو ان آنکھوں کے آتش دان تک آیا  
ترے ایمان کا صدقہ مرے ایمان تک آیا

محمد نے بھی فرمایا تھا ”تو مجھ سے ہے میں تجھ سے“  
تری قربانیوں کا سلسلہ قرآن تک آیا

نبوت کے شہادت کے صداقت کے حوالے سے  
گیا انساں خدا تک اور خدا انسان تک آیا

شہادت ، اعترافِ بندگی کی آخری حد ہے  
یہی حد پار کرنے عدل تک احسان تک آیا

نہ کم کی دھوپ سورج نے ، نہ دریا نے دیا پانی  
کسی کو بھی نہ اس کی تشنگی کا دھیان تک آیا

مظفر! ہر محرم میں سلام ان پر نیا بھیجوں  
زہے تقدیرِ غم اس کا ، مرے وجدان تک آیا

مظفر وارثی



## لہو لہو ہے زبانِ قلم بیاں کے لیے

لہو لہو ہے زبانِ قلم بیاں کے لیے  
 کھڑے ہیں شاہ کمر بستہ امتحاں کے لیے  
 دیا بجھا کے یہ کہتے تھے ساتھیوں سے حسین  
 کہا یہ سن کے رفیقوں نے یک زبان ہو کر  
 ہمیں تو منزلِ آخر ہے آستانِ حسین  
 ستارے ڈوب گئے وقت ڈھونڈتا ہے پناہ  
 گواہی باقی ہے اصغر کی، لے چلے ہیں حسین  
 لٹا ہے دشتِ غریبی میں کارواں کس کا؟  
 کہاں کہاں نہ لٹا کارواں آلِ نبی  
 یہ دشتِ کرب و بلا ہے جنابِ خضر! یہاں  
 بہے ہیں کس قدر آنسو چھپے ہیں کتنے ہی داغ  
 سکوتِ اہلِ سخن بھی ہے ایک طرزِ سخن  
 یہ نکتہ چھوڑ دیا میں نے نکتہ داں کے لیے  
 سخن کی تاب کہاں اب کہ دل ہے خوں ناصرا!  
 زبانِ تیر چلی، ایک بے زبان کے لیے



لہو میں ڈوبے ہوئے خاک میں نہائے ہوئے  
یہ کون لوگ ہیں دنیاے غم پہ چھائے ہوئے

گزر گیا ہے کوئی دن دعائے صبر کے ساتھ  
گزر گئی ہے کوئی شب دیا بجھائے ہوئے

ہمارا کیا کسی خورشید سے ہو ربط ، کہ ہم  
ترے چراغ کی لو سے ہیں لو لگائے ہوئے

حسین ! یوں تری باہوں میں ہے علی اصغر  
کہ جیسے کوئی ہو دستِ دعا اٹھائے ہوئے

یہ بوجھ طوق و رسن کا نہیں ، حیا کا ہے  
نبی کی آل کھڑی ہے جو سر جھکائے ہوئے

کسی کی تشنہ لبی کا ہے تذکرہ شہزادا  
ہماری آنکھ میں لکتے ہیں اشک آئے ہوئے



ماورئى الفاظ کے زنجے سے ہے شانِ حسین  
خود رسول اللہ ہیں شورش! ثنا خوانِ حسین

اپنی بخشش کے لئے ان کی ثنا خوانی کرو  
آخرت کی نعمتیں ہیں زیرِ دامنِ حسین

خونِ حیدر کو ہے ان کی میزبانی کا شرف  
کربلا کی خاک کے ذرے ہیں مہمانِ حسین

شمر ذوالجوشن پہ لعنت ہو خدا کی بے حساب  
ہاتھ اس بد بخت کے تھے اور گریبانِ حسین

چار مصرعوں میں حقائق کو سمو کر رکھ دیا  
تھے معین الدین چشتی مرتبہ دانِ حسین

کیا ڈرا سکتے ہیں مجھ کو دشمنانِ اہل بیت  
میں نے دل پر نقش کر رکھا ہے فرمانِ حسین

میں خطیبِ العصر ہوں نہجِ البلاغہ کی قسم  
میں ہوں شورش! طالبِ علمِ دبستانِ حسین

شورش کا شمیری



متاعِ منزلِ کونین تیرا صبرِ جمیل  
تری رضا پہ ہوئی ختمِ داستانیِ غلیل

کچھ اس طرح سے ہوا تجھ پہ لطفِ ربِ جلیل  
وظیفہ اہلِ نظر کا ہے تیرا ذکرِ جمیل

تری عطا کا کوئی حر سے پوچھ لے احوال  
بس اک نگاہ سے تقدیر ہوگئی تبدیل

تیرے لہو سے جو ملت نہ ہو سکی بیدار  
جگا سکے گا کہاں اس کو صورِ اسرائیل

جہاں بھی قافلہٴ انقلاب ہوگا رواں  
تری نوا سے ملے گا اسے پیامِ رحیل

سلامِ تجھ پہ کہ ”آیوم“ کی فضاؤں میں  
تجھے سنبھال کے رکھا گیا ہے تکمیل



مثالی ہے سچ کو یہ معیار دینا  
بھرے گھر کو سچائی پر وار دینا

حسین ابنِ حیدر ہی کا حوصلہ تھا  
یزیدِ صفِ آراء کو لکار دینا

یہ نسبت بڑی بار آور ہے یارب!  
مجھے ہمتِ صبر و ایثار دینا

عجب عہد تھا وہ ، کیا رُز جو شہ نے  
فقط ہاتھ میں ہاتھ اک بار دینا

یہاں کام ہی قطعِ شر کا ہے ورنہ  
وہ کیا جانیں دشمن کو آزار دینا



محبّتوں کے چراغ روشن حسین سے ہیں  
تمام دنیا کے مرد، آہن، حسین سے ہیں

جہاں بھی اہل ہنر کی باتیں سنی ہیں ہم نے  
کہا سبھی نے کہ خام، کندن، حسین سے ہیں

کوئی بھی رُت ہو، بفضلِ کربل بہار ہوگی  
کہ سب بہاریں، تمام ساون، حسین سے ہیں

خدا نے ان کو، نبی کے صدقے بنایا رہبر  
شہادتوں کے تمام گلشن حسین سے ہیں

حسین ہی نے کیا ہے دینِ حنیف زندہ  
حسین ان سے، نبیِ احسن حسین سے ہیں



محراب کی ہوس ہے نہ منبر کی آرزو  
ہم کو ہے طبل و پرچم و لشکر کی آرزو

بام و جدال و گردِ رہِ عزم کا ہے شوق  
اورنگ کی ہوس ہے نہ افسر کی آرزو

تعویذ کیا کروں گا کہ ان بازوؤں کو ہے  
اژدر شکارِ قوتِ حیدر کی آرزو

کرنا ہے اپنے خون میں ہم کو شناوری  
تسلیم کی تڑپ ہے نہ کوثر کی آرزو

اس آرزو سے میرے لہو میں ہے جڑ و سہ  
دشتِ بلا میں تھی جو بہتر کی آرزو

ہاں عمرِ جاوداں کی ہمیں بھی نوید دے  
اے موت! اے جوانی! اکبر کی آرزو

جوش! اس سبب سے قلب پہ کون و مکان شمار  
غلطاں ہو جس میں ساقی کوثر کی آرزو

جوشِ ملیح آبادی





محفلِ نورِ عقیدت سے سجا رکھی ہے  
دل کے ہر ساز کی ہر تار ہلا رکھی ہے

چارہ گر کوئی نہیں تیرے سوا دنیا میں  
جس نے بیماری عصیاں کی دوا رکھی ہے

مردہ دل زندہ ہوا کرتے ہیں جس سے، رب نے  
تیرے کوچے کی ہوا میں وہ شفا رکھی ہے

یا نبی تیرا گھرانہ ہے جہاں میں ایسا  
جس نے دنیا میں سخاوت کی بنا رکھی ہے

تیرے شبیر نے دنیا کو بہاریں دے کر  
اپنے بچوں کے لئے کرب و بلا رکھی ہے

مجھ کو پروا نہیں شاہوں کی، ہمیشہ میں نے  
جھولی دروازہ زہراء پہ پھیلا رکھی ہے

قصہ کرب و بلا سن لو خضر سے لوگو!  
اس نے اک طرزِ بیاں سب سے جدا رکھی ہے

پیر سید خضر حسین چشتی



مجھے فریب نہ دے کوئی شمر ، کوئی یزید  
کہ میرے پیش نظر ہے حسین کی تقلید

لگا کے نعرہ حق ، توڑ کر سرِ باطل  
حسین نے ہمیں سمجھائے معنی توحید

نصیب ہوگا مجھے شاہِ کربلا کا جمال  
سنا ہے حشر کے دن جمع ہوں گے پیرو مرید

خدا نے خوب لعینوں سے انتقام لیا  
جہاں میں بن گیا دشنام ، نامِ شمر و یزید

مرے لئے تو ہے قرآن ، امام کا چہرہ  
کھلی ہوئی ہے مرے سامنے کتابِ مجید

تھا قدسیوں کی زباں پر بھی وردِ صلِّ علی  
حسین جب ہوئے میدانِ کربلا میں شہید



مری زبان پہ ہے نامِ دلکشائے حسین  
ہزار جان سے ہے میری جاں فدائے حسین

یزیدیت سے نبرد آزمائی کرتا کون ؟  
جہاں میں اور نہیں تھا کوئی سوائے حسین

فضائے ارض و سما سوگوار ہونے لگی  
پچشمِ نم جو کیا ذکرِ جانفزائے حسین

ادھر یزید کا لشکر ہے خون کا پیاسا  
ادھر ہے اصغرِ معصوم و بے نوائے حسین

بلند نامِ خدا کا ہو ، سر رہے نہ رہے  
یہی رضائے خدا تھی ، یہی رضائے حسین

خدا کے نور سے سمجھیں گے متصل اس کو  
نبی کے نور سے ہے نور پر ضیائے حسین

غرورِ قوتِ باطل کو توڑنے کے لیے  
رشید ! کوئی نہ آیا بس ایک آئے حسین

رشید عثمانی



## کٹا کے سر بھی بدستور مسکرائے حسین

کسی کے دائرہ فکر میں نہ آئے حسین  
 بڑھا رہا ہے خدا کی قسم خدائے حسین  
 ہے لالہ کی بنیاد ہر ادائے حسین  
 جوابِ جنتِ فردوس کربلائے حسین  
 کٹا کے سر بھی بدستور مسکرائے حسین  
 یہ دل نثارِ حسین اور جاں فدائے حسین  
 دلِ فردہ ہے مستِ مئےِ ولایے حسین  
 شہیدِ راہِ وفا کون ہے؟ سوائے حسین  
 طلوع جب ہوا خورشیدِ پر ضیائے حسین  
 کہ سر کٹائے حسین اور گھر لٹائے حسین  
 ادھر یہ حوصلہ صبر آزمائے حسین  
 جہاں میں پانہ سکا کوئی مدعائے حسین  
 ہزار کوئی کہے جائے ہائے حسین

ہزار ملتے ہیں یوں مدعی محبت کے

عزیز! ہو تو کوئی درد آشنائے حسین

ری مجال ہے کیا! کر سکوں ثنائے حسین  
 مقام و مرتبہ و شان ارتقائے حسین  
 باز و ناز کے انداز سب فدائے حسین  
 بجاتِ امتِ عاصی ہے ابتلائے حسین  
 ممکن جبیں پہ کبھی بھول کر نہ لائے حسین  
 خدا گواہ کہ ہیں دو جہاں برائے حسین  
 نگاہِ شوق ہے آئینہ لقائے حسین  
 کے نصیب ہوئی یہ شہادتِ عظمیٰ  
 فضائے عالمِ اسلام جگمگا اٹھی  
 یہ ایک راہِ ظفر امتحانِ عشق میں تھی  
 ادھر یزید کا وہ جبر اور استبداد  
 خیال و وہم کی دنیا میں کھو گئی دنیا  
 اگر حسین سے نسبت نہیں تو کچھ بھی نہیں

عزیز حاصل پوری



مژدہ اے ضبطِ نغاں ! ماہِ محرم آگیا  
گردشِ پیہم میں جامِ دیدہٴ نم آگیا

پھر نظر میں پھر گئی سید کے رخ کی تازگی  
آنکھ کے آئینے میں پھر عکسِ شبنم آگیا

گود میں پیاسا علی اصغر تڑپتے دیکھ کر  
یاد مجھ کو یک بہ یک سیلابِ زمزم آگیا

جب سکیں کے لئے پانی کا مشکیزہ پھٹا  
ہوش سے دریا گئے اور جوش میں تیم آگیا

شہ نے دینِ جاں بہ لب کو پھر سے زندہ کر دیا  
جان میں پھر جان آئی ، دم میں پھر دم آگیا

کس قدر تاثیر تھی شیر کی تقریر میں  
خُر کہ تھا مردِ جری ، سر کو کئے خم آگیا

ابنِ زہرا کی شہادت کا بیاں ہونے لگا  
لیجئے فیضان ! پھر سکتے میں عالم آگیا

فیض رسولِ فیضان



مسلمانوں کے دل میں جذبہٴ اسلام باقی ہے  
قدح خواروں کے خم میں بادۂ گلفام باقی ہے

یزیدی اور زیادوی یاد بھی آتے نہیں ہم کو  
مگر اب تک حسین ابنِ علی کا نام باقی ہے

وہ من یقتل کی سرخی ہے حدیثِ نامہ جاں پر  
خدا کی طرح اس کا آخری پیغام باقی ہے

سناں پر گرچہ اس کا سر، نشانِ حجتِ حق تھا  
مگر اس حجتِ حق کا، ابھی اتمام باقی ہے

حسین ابنِ علی کے قتل کا مطلب نہ ہم سمجھے  
یہ ہم پر آج تک اسلام کا الزام باقی ہے

نہ ہو کچھ نام سے مطلب فقط ہو کام سے مطلب  
بقول اقبال کے اسلامیوں کا کام باقی ہے



معراج یقین ، عہد ذبح اللہ کی تفسیر ، قربانی شبیر  
 کربل میں ہوئی خوابِ براہیم کی تعبیر ، قربانی شبیر

زندہ ہیں تری گونج میں تابندہ زمانے ، پائندہ زمانے  
 باطل کے لئے موت کا پیغام ہمہ گیر ، قربانی شبیر



اونچا ہے ترے نام کی نسبت سے ہمہ دم ، توحید کا پرچم  
تجھ سے ہوا بیثاقِ وفا باعثِ توقیر ، قربانیِ شبیر

رنگین ہے جس خون سے اسلام کا دامن ، وہ عہد ہے روشن  
پیشانیٰ دیں پر ہے چمکتی ہوئی تحریر ، قربانیِ شبیر

ہر دور میں تازہ ہے وفاؤں کی کہانی ، ہوگی نہ پرانی  
لکھتی ہی چلی جاتی ہے جرات کے دساتیر ، قربانیِ شبیر

دیتے ہیں زمانے تیری عظمت کو سلامی ، اے عزمِ دوامی  
پیوست کیا ظلم کے سینے میں عجب تیر ، قربانیِ شبیر

ہونے نہ دیا عظمتِ اجداد کو پامال ، ایسا ترا اجمال  
قائم ہے ترے دم سے ہی اسلاف کی جاگیر ، قربانیِ شبیر

نیزے پہ تلاوت ہوئی ، حیران تھا جبریل ، بے مثل تھی تریل  
حرمت تجھے میراث ہوئی آیہٴ تطہیر ، قربانیِ شبیر

آزر ! کہیں دنیا میں اگر خشر پیا ہو ، یا ظلم روا ہو  
ہے ظلم کی گردن کے لئے حلقہٴ زنجیر ، قربانیِ شبیر





## سلطانِ دیں، شہیدِ صداقت پہ سو سلام

سرتا بہ پا رضائے مشیت پہ سو سلام  
 سلطانِ دیں، شہیدِ صداقت پہ سو سلام  
 اربابِ دیں کے ذوقِ شہادت پہ سو سلام  
 اس کے عمل پہ اس کی ارادت پہ سو سلام  
 خیر النساء کے لعل کی عظمت پہ سو سلام  
 محبوبِ مصطفیٰ کی فضیلت پہ سو سلام  
 ایسے خلوص، ایسی اطاعت پہ سو سلام  
 اس میرِ کاروانِ شریعت پہ سو سلام  
 ابنِ علی کے حلم و متانت پہ سو سلام  
 ان کے خیال، ان کی محبت پہ سو سلام  
 اس بے مثال جذبہٴ خدمت پہ سو سلام

مقبولِ بارگاہِ نبوت پہ سو سلام  
 زہرا کے لعل، مالکِ جنت پہ سو سلام  
 آبِ بقا سمجھ کے ہر اک غم کو پی گئے  
 تاریخِ دیں کو جس نے مکمل بنا دیا  
 لاکھوں درودِ راکبِ دوشِ رسول پر  
 سردارِ خلد، قاسمِ کوثر، شفیعِ حشر  
 حق کی رضا کے سامنے خم تھا سرِ نیاز  
 عالم کو جس کی راہنمائی پہ فخر ہے  
 آئی نہ باوجودِ ستم لب پہ بد دعا  
 لاکھوں درودِ آلِ رسالت مآب پر  
 خونِ جگر سے سینچا گلستانِ دین کو

عبرت! تم ان کی آل پہ پڑھتے رہو درود

بھیجے ہیں حق نے جن کی محبت پہ سو سلام

عبرت صدیقی بریلوی



مقتل کی سمت صورتِ خیر شکن چلے  
عباس آج حیدرِ کزار بن چلے

ابنِ زیاد تیرے گماں میں نہ تھا مگر  
صحرا میں جنگِ جیت کے ہیں بے وطن چلے

سارے شغال بھاگ گئے تھے یزید کے  
جب ہاشمی جوان ، سبھی سوئے رن چلے

خورشیدِ شرمسار ہے ، شدت کے باوجود  
مولا حسین صورتِ سایہ گلن چلے

چلتے کہاں تھے اپنی رضا پر جہان میں  
مرضی کردگار پہ شاہِ زمن چلے

باطل کے لشکروں میں قیامت پنا ہوئی  
کچھ اس طرح سے دشت میں ، تشنہ وہن چلے

پشتِ فرس پہ ہمیرِ افلاک ہیں اسد!  
غازی مثالِ ماہرِ شمشیر زن چلے



منسوب جو ہوئی ہے شہادت کے نام سے  
قائم ہوئی ہے حق کی وہ حجت امام سے

جاں دہنے کے اہل عشق نے سب زندگی کے قرض  
بے باق کر دیئے ہیں حیاتِ دوام سے

یہ راہِ کربلا بھی ہے کن نوریوں کی راہ  
قدموں کے سب نشان ہیں ماہِ تمام سے

ابنِ خلیل سے ہے جو رشتہ حسین کا  
وہ رشتہ کربلا کا ہے بیت الحرام سے

چشمِ فلک نے دیکھا ہے تابش! یہ سانچہ  
اہلِ سحر کا واسطہ ہے اہلِ شام سے



منظر وہ شامِ غم کا ، لہو منظروں میں تھا  
کرب و بلا کا عکس سبھی آئینوں میں تھا

تشنہ لبی وہ تھی کہ کنارِ فرات سے  
اشکوں کا ایک سیل رواں گھاٹیوں میں تھا

چھایا ہوا تھا خوف ، یزیدانِ وقت پر  
لیکن بلا کا حوصلہ ، ان کسنوں میں تھا

اصغر نثار ہو گئے ، اکبر ہوئے نگار  
پھر بھی مرا حسین بڑے حوصلے میں تھا

ارض و سما کے پاس ، کہاں ایسی جراتیں  
وہ صبرِ بے مثال کہ خیمہ زنوں میں تھا

سجادِ سوگوار کے ہاتھوں میں تھی مہار  
کچھ بیٹیوں کا شور ، انہی دائروں میں تھا

اس سانحہ پہ رو پڑے طاہر! یہ آسماں  
عالم جو ضبطِ گریہ کا ، ان بیبیوں میں تھا



بیٹھا بیٹھا ہے میرے محمد کا نام  
ان پہ لاکھوں کروڑوں درود و سلام

لاکھوں اربوں درود آپ کی آل پر  
سیدہ فاطمہ کے حسین لعل پر  
ہے کیا نوش جس نے شہادت کا جام  
ابن حیدر پہ لاکھوں کروڑوں سلام

زیرِ خنجر بھی جو مسکراتا رہا  
شکر اپنے خدا کا بجاتا رہا  
کلمہ حق رہا جس کے لب پر مدام  
ابن حیدر پہ لاکھوں کروڑوں سلام

اک خدا کی رضا جس کا مقصود تھا  
ظلم سہتا رہا شکر کرتا رہا  
جس کے صبر و تحمل کے چہرے ہیں عام  
ابن حیدر پہ لاکھوں کروڑوں سلام

جس کے اصغر کو تیروں نے چھلنی کیا  
سامنے جس کے اکبر پہ خنجر چلا  
لٹ گیا سرِ شام جو امامِ ہمام  
ابن حیدر پہ لاکھوں کروڑوں سلام



جس جگہ پہ گرا خونِ جانِ بتول  
جس جگہ تڑپا لاشہ ابنِ رسول  
اس جگہ کا ملائک کریں احترام  
ابنِ حیدر پہ لاکھوں کروڑوں سلام

ہونٹ جس کے سدا چومتے تھے رسول  
چاند کہہ کر بلاتی تھیں اماں بتول  
دشتِ کربل میں ڈوبا وہ ماہِ تمام  
ابنِ حیدر پہ لاکھوں کروڑوں سلام

کٹ گیا سر نہ آگے جفا کے جھکا  
چڑھ کے نیزے پہ بھی جو ہے اونچا رہا  
حشر تک اس کا اونچا رہے گا مقام  
ابنِ حیدر پہ لاکھوں کروڑوں سلام

گھر کا گھر جس نے ہے راہِ حق میں دیا  
جس نے روشن کیا دینِ حق کا دیا  
اس کا روشن ہے حافظ! ہمیشہ ہی نام  
ابنِ حیدر پہ لاکھوں کروڑوں سلام



میدان میں جو اترا وہ بے باکِ کربلا  
ڈھونڈیں پناہیں چار سو ”چالاکِ کربلا“

کرتی نہ کیسے خلعتِ خلدِ بریں بھی رشک  
پہنی تھی جب حسین نے پوشاکِ کربلا

جھک جھک کے کر رہا ہے جسے آسماں سلام  
اٹھ اٹھ کے چومتی ہے اسے خاکِ کربلا

جب تک رہا وہ معرکہ کربلا ، رہے  
شبیر کے طواف میں افلاکِ کربلا

کٹ کٹ کے خود تو گرتے رہے خاک پر، مگر  
آلِ نبی نے کٹنے نہ دی ناکِ کربلا

لرزاں ہو میری فکر جو سوچوں وہ سانحہ  
مجھ سے نہ ہو سکا کبھی ادراکِ کربلا

ماحول کی زبان پہ ثاقب ! ہو ”الاماں“  
مذکور جب بھی ہوتے ہیں غم ناکِ کربلا

ثاقب علوی



میرا حسین باغِ نبوت کا پھول ہے  
حیدر کی اس میں جان ہے، خونِ بتول ہے

آلِ نبی کا پیار ہے ایماں کی زندگی  
ان سے نہیں ہے پیار تو سب کچھ فضول ہے

دنیا میں اور کون ہے شبیر کے سوا؟  
ایسا سوار جس کی سواری رسول ہے

ایسی عظیم ذات ہے آقا حسین کی  
جس کے لئے رسول کے سجدے میں طول ہے

جس کے لئے یزید نے اتنے ستم کیے  
وہ تاج تو حسین کے قدموں کی دھول ہے

تو ان کے گھر سے مانگ لے جو کچھ بھی جی کرے  
مختار دو جہان کی آلِ رسول ہے

گزرا جہاں جہاں سے نواسہ رسول کا  
اب تک وہاں خدا کے کرم کا نزول ہے





## نام تیرا ہوا ہلال، حسین!

مجھ پہ طاری ہے وجد و حال، حسین!  
 اتنا کھلتا ہے دل کا حال، حسین!  
 اک ترا غم ہے حسبِ حال، حسین!  
 ہوتا رہتا ہوں میں بحال، حسین!  
 تیرے غم، میرے ماہ و سال، حسین!  
 اب تو ممکن نہیں زوال، حسین!  
 بس تری پیاس ہے کمال، حسین!  
 اس پہ کھلتا ہے ہر سوال، حسین!  
 اے محمد کے خوش خصال، حسین!  
 یوں مقدر میرا اجال، حسین!  
 جانتا تو ہے مرا حال، حسین!

میں صدف ہوں تری ہی نسبت سے

روشنی ہے مرا مال، حسین!

نام تیرا ہوا ہلال، حسین!  
 جتنا روتا ہوں ہچکیوں کے ساتھ  
 اک ترا ذکر ہے شعورِ حیات  
 بس ترے نام کی لطافت سے  
 روشنی کا حصار ہے میں ہوں  
 تجھ کو لکھا ہے اپنے سینے پر  
 کھلنے لگتا ہے دل کا مشکیزہ  
 جس پہ کھلتا ہے بنیت کا راز  
 مجھ پہ بھی کربلا کی گرد پڑے  
 میرا سایہ بھی مجھ پہ روشن ہو  
 دل کے رستے سے چشم تر ہے رواں

پروفیسر صدف چنگیزی



نام و نسب حسین کا جرأت حسین کی  
بے مثل بے مثال شہادت حسین کی

دیں قیمتی ہے دولتِ جاں قیمتی نہیں  
ازبر ہمیں ہے خوب نصیحت حسین کی

بھاری ہوئی لعین کی فوجوں کے سامنے  
شفاف و مختصر سی جماعت حسین کی

ایسے بھی کوئی جان لٹاتا ہے بار بار  
دیکھی فلک نے، صبر کی طاقت حسین کی؟

نانا نے جس کے ناز اٹھائے ہزار بار  
ہے کس کو آج یاد نزاکت حسین کی

ہاں حلقہ یزید سے، بچنے کے واسطے  
ہے حشر تک سبھی کو ضرورت حسین کی

گستاخ! دل کو تو بھی ذرا تندرست کر  
پیار کو شفا ہے عقیدت حسین کی

گستاخ بخاری



نبی کی آنکھ کے تارے حسین ابن علی  
علی کے راج دلارے حسین ابن علی

نماز تینوں کے سائے میں بھی ضروری ہے  
یہ کر گئے ہیں اشارے حسین ابن علی

بجز تمہارے، نقوش وفا و صبر و رضا  
لہو سے کس نے سنوارے حسین ابن علی

یہ کس نے اپنا ٹھکانا کیا جہنم میں  
یہ کون بکتا ہے؟ ہارے حسین ابن علی

تمہارے غم میں جو آنسو بہائے نازش نے  
بنے وہ اشک ستارے حسین ابن علی

حاجی محمد حنیف نازش



نبی کی بیٹی کے گھر میں خوشی حسین سے ہے  
زمین سے تا بہ فلک روشنی، حسین سے ہے

کہا تھا شاہِ دو عالم نے یہ انہی کے لئے  
حسین مجھ سے، مری زندگی حسین سے ہے

یزید وقت کے ایوان پر تکلف میں  
دکھائی دیتی ہے جو کھلبلی، حسین سے ہے

یہ فردِ جرم ہر اک دور میں ہوئی تحریر  
ہماری آج بھی کیوں دوستی حسین سے ہے

بچا لیا ہے اسے سر کٹا کے سجدے میں  
جہاں میں سرخرو اب بندگی حسین سے ہے

شفاعت اس کی کرے گا نہ کوئی محشر میں  
وہ آدمی کہ جسے دشمنی حسین سے ہے

خدا کے نام کا ڈنکا بجا دیا اس نے  
خدا کے دین میں سب دلکشی حسین سے ہے

سید طاہر ناصر علی



نبی کے لعل کا کچھ یوں خیال رکھا ہے  
حسینیت کی مہک کو سنبھال رکھا ہے

دل و جگر میں مرے کوئی شے نہیں قائم  
بس ایک دردِ حسینی کو پال رکھا ہے

جو اہل بیت سے قربت کو کہہ رہا ہے گناہ  
تو اس نے اپنے لئے خود زوال رکھا ہے

خدا بھلا کرے ماں کا کہ اس نے دل میں مرے  
غمِ حسین کو بچپن سے ڈال رکھا ہے

نہیں حسینی، تو ہے معترض کے دل میں یزید  
یہ اس کے سامنے میں نے سوال رکھا ہے

فضائے حشر سے خوش ہوں کہ قلب میں، میں نے  
جمالِ الفتِ قرآن و آل رکھا ہے

سید وحید الحسن ہاشمی



نشاطِ نشیہ صبر و رضا میں رہتا ہے  
یہ میرا قلبِ حزیں کربلا میں رہتا ہے

کسی مقام پہ بھی مضحک نہیں ہوتا  
حسین! آپ کی جو اقتدا میں رہتا ہے

سرور و کیف سے دل اس کا مشکبار ہوا  
جو منہمک غمِ آلِ عبا میں رہتا ہے

خدا، رسول، فرشتے، بشر بھی اس کے ہیں  
جو سرکٹا کے بھی اس کی رضا میں رہتا ہے

یہ ان کی چشمِ تملطف کا فیض ہے کہ یہ دل  
حریمِ خلد کی آب و ہوا میں رہتا ہے

وہ سب و شتم، وہ اہلِ وفا پہ ظلم و ستم  
اسی خیال سے دل اجلا میں رہتا ہے

بشارت جس کی ہوئے وفا پہ قلب و نظر  
ریاض! کعبہ جاں اس فضا میں رہتا ہے



نظامِ کن کی روانی ترے وجود سے ہے  
یہ دو جہاں کی کہانی ترے وجود سے ہے

جو تیرا نام نہ ہو تو مری شناخت نہ ہو  
مری ہر ایک نشانی ترے وجود سے ہے

یہ اور بات کہ پیاسا ہے تو لبِ دریا  
مگر فرات کا پانی ترے وجود سے ہے

تری عطا سے ہے تاثیر میرے لفظوں میں  
مرے بیاں میں معنی ترے وجود سے ہے

ترے خیال سے گویا ، وضو کیا دل نے  
نمازِ عشق سہانی ترے وجود سے ہے

ترے طفیل ہی تو منجد نہیں جذبے  
یہ آنسوؤں کی روانی ترے وجود سے ہے

دیا ہے تو نے سہارا اسے بڑھاپے میں  
کہ دینِ حق کی جوانی ترے وجود سے ہے

مرتضیٰ حسن سید



نقشِ کرب و بلا اور ابھر اور ابھر  
بجھ نہ جائیں کہیں زندگی کے شر

”اعطش“ بھی کہا اور ”الحمد“ بھی  
غازیوں نے لبوں پر زباں پھیر کر

چند شیخیں تھیں اور جاں نثارانِ حق  
زرہ و جوشن کہاں ، کیسے خود و سپر

اور اس پر قیامت کی تھی تفتیش  
کر دیا پھر بھی فوجوں کو زیر و زبر

یہ جوانانِ جنت کا سردار ہے  
کربلا ! اپنی قسمت پہ تو ناز کر

اس بہادر کی تو بے کسی پر نہ جا  
اس کی ٹھوکر پہ قربان فتح و ظفر

ہر روایت غلط ہر روایت غلط  
یہ شہادت نہیں ہے اگر معتبر





نگاہوں میں بیمار بیٹی کا چہرہ غمِ دل کو دل میں دبانا تو دیکھو  
محمد کے روضے کو دے کر سلامی نبی کے نواسے کا جانا تو دیکھو

ادھر جھٹ رہا ہے نبی کا مدینہ ادھر دین کا ہے بھنور میں سفینہ  
فدا کر کے اکبر کی اٹھتی جوانی سفینے کو ساحل پہ لانا تو دیکھو

ادھر پانی پینے کو اصغر چلا ہے ادھر پردہ داروں میں محشر بپا ہے  
یہ معصوم اصغر کے تازہ لبو سے چمن مصطفیٰ کا سجانا تو دیکھو

بہن سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہے سیکنہ ادھر پاؤں پہ گر پڑی ہے  
حسین ابنِ حیدر کا مقتل کی جانب سلامِ آخری کر کے آنا تو دیکھو

جگر چر گئے ہیں کلیجے پھٹے ہیں علمدار غازی کے بازو کٹے ہیں  
بدن سارا تیروں نے چھلنی کیا ہے یہ دانتوں سے پرچم اٹھانا تو دیکھو

نظر چاند کی لاش پر رک گئی ہے جھکا سر نہیں پر کمر جھک گئی ہے  
وہ اکبر کے چہرے سے چہرہ ملا کر اُمنگوں کا لاشہ اٹھانا تو دیکھو

شہیدوں کی زندہ کہانی رہے گی اب اشکوں میں صائم! روانی رہے گی  
چلو مشورہ ضبطِ غم کا بھی مانا مگر مصطفیٰ کا گھرانہ تو دیکھو

صائم چشتی



نمازِ دل کی سچی داستاں سجدے کے نیچے ہے  
زمیں کی بات چھوڑو، آسماں سجدے کے نیچے ہے

حسین ابنِ علی تیری عبادت سب سے اعلیٰ ہے  
مکاں ہاتھوں میں ہے اور لامکاں سجدے کے نیچے ہے

نہ دنیا کے نظاروں میں، نہ عقبیٰ کی بہاروں میں  
اگر ہے تو حیاتِ جاوداں سجدے کے نیچے ہے

اگر سر کو جھکاؤ تم، حسینی شان و شوکت سے  
چلے گا پھر پتہ کیا کیا نہاں سجدے کے نیچے ہے

لگا ہے چار سو پاتال میں میلہ فرشتوں کا  
عقیدت کا یہ کیسا آستاں سجدے کے نیچے ہے

زمانہ کج نظر ہے، رمزِ قدرت کو کہاں سمجھے  
زمیں پر جو تتا ہے سائباں سجدے کے نیچے ہے

یہی دنیا، یہی عقبیٰ، یہی قبلہ، یہی کعبہ  
محبت کی مکمل داستاں سجدے کے نیچے ہے



## نورِ چشمِ رحمۃ للعالمین، ابنِ علی

نورِ چشمِ رحمۃ للعالمین، ابنِ علی  
 سربکف بہرِ دفاع و حفظِ دین، ابنِ علی  
 حق پرستی کے جہانوں کا وہ خورشیدِ منیر  
 آمریت کے مفاسد سے بخوبی باخبر  
 وقت کے جابر سے لکڑی جواں مردی کے ساتھ  
 جادہٴ حق پر تھا وہ اس کا تھا محکمِ اعتقاد  
 کلمہٴ حق سے نہ تو جھجکا تجھے یہ علم تھا  
 اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہے تیرے قدم  
 تیرا استقلال یکتا، تیری جرأت بے مثال  
 تجھ سے قائم ہے وقار و اعتبارِ اہلِ حق  
 تیری قربانی سے اہلِ عشق کا ہے سر بلند  
 ہے تقاضا وقت کا، اپنائیں تیرا راستہ

مرضی شیرِ خدا کا دلنشین ابنِ علی  
 مرد ہے تاریخ ساز عہدِ آفریں، ابنِ علی  
 خاتمِ صدق و حقیقت کا نگین، ابنِ علی  
 ایک مستقبل شناس، اک حال ہیں، ابنِ علی  
 تھا، نہ کنجِ عافیت کا جاگزیں، ابنِ علی  
 استقامت کا جبل، پختہ یقیں، ابنِ علی  
 حکمرانِ شام ہے چین بر جبین، ابنِ علی!  
 ہر قدم پر آفتیں کیا کیا نہ تھیں، ابنِ علی!  
 منفرد ہے تیرا عزمِ آہنی، ابنِ علی!  
 بالیقین نازِ زماں، فخرِ زمیں، ابنِ علی!  
 جو کیا تو نے، جواب اس کا نہیں، ابنِ علی!  
 مصلحتِ شیوہ ہم اس قابل نہیں، ابنِ علی!

باطل و حق کی کشاکش میں کھڑے ہیں ہم جہاں

ہو نہ جائے ہم سے برگشتہ کہیں، ابنِ علی



نوعِ انساں کے لئے ہے یہ پیامِ کربلا  
احترامِ آدمیت احترامِ کربلا

اصلِ شبیری کو کب سمجھا کوئی دنیا پرست  
ہے زمانے سے ابھی اوجھل مقامِ کربلا

کربلا جاں سے گزرنا ہے اصولوں کے لئے  
منزلِ جاں ہے فقط بس یک دوگامِ کربلا

ہر یزیدِ عصر کو لکارنا مقصود ہے  
حشر تک کرنا پاپا ہے اک نظامِ کربلا

ظلم کو تسخیر کرنے کے لئے ہے آج بھی  
ہر سرِ عالم پہ تیغِ بے نیامِ کربلا

آؤ پھر تجدیدِ ایمان و یقین کے واسطے  
بیعتِ شہ کے لئے اٹھیں بنامِ کربلا

سرفروشی ہے یہ نیز! مصلحتِ کوشی نہیں  
ہے حقیقت میں یہی رازِ دوامِ کربلا



نہیں ملتا ہمیں اب کوئی ایسا در نہیں ملتا  
تہ چرخ بریں شبیر کا ہمسر نہیں ملتا

جو اپنے خون سے رنگین کر لے خود قبا اپنی  
بجز شبیر، ایسا کوئی نام آور نہیں ملتا

جو ان سے دشمنی کا بیج بولے اپنی فطرت میں  
سکونِ قلب پھر اس کو، کہیں دم بھر نہیں ملتا

دیا دشمن کو درسِ حق پرستی ان کا کیا کہنا  
حسین ابن علی کی شان کا رہبر نہیں ملتا

سکھایا ہے ہمیں عمار و بوذر کی طرح جینا  
ہمیں غم جوصلے سے اب کوئی بڑھ کر نہیں ملتا

حسین ابن علی نے یوں شفق رنگین کر دی ہے  
نگارِ زندگی کو اب کوئی زیور نہیں ملتا



واقف شہِ ام کی دعا سے حسین ہیں  
ٹھہرے جو کربلا میں رضا سے حسین ہیں

تمثیل جس کی تا دمِ محشر نہ مل سکے  
منسوب ایسے کرب و بلا سے حسین ہیں

لفظوں میں کیا بیاں ہو مقامِ حسینیت  
اس درجہ دو جہاں میں جدا سے حسین ہیں

تا حشر اس پہ ناز کرے گی نماز بھی  
سجدے میں آج ایسی ادا سے حسین ہیں

زہراء کے لعل ، لختِ جگر گوشہ علی  
سرکارِ دو جہاں کے نواسے حسین ہیں

فرما دیا ، رسولِ خدا ہیں حسین سے  
فرما دیا ، رسولِ خدا سے حسین ہیں

دشتِ بلا کی خاک بھی نوحہ کناں ہوئی  
دریا بھی رو پڑا کہ پیاسے حسین ہیں



وجہ ناموسِ ام تو قیر ہے شبیر کی  
تاجِ فرقِ معرفت تقدیر ہے شبیر کی

ہیں چراغِ خانہٴ حیدر ، سراجِ خلد ہیں  
شمعِ بزمِ مصطفیٰ تنویر ہے شبیر کی

پیکرِ انسانیت ہے ، وجہ عرفانِ خدا  
عکسِ روئے مصطفیٰ ، تصویر ہے شبیر کی

ماہِ نو ہے جلوہ گر یہ آسماں پر یا کوئی  
خون میں ڈوبی ہوئی شمشیر ہے شبیر کی

گلشنِ اسلام کو بخشی حیاتِ دائمی  
زندگی افروز کیا شمشیر ہے شبیر کی

گلشنِ ہستی کا ہے ہر پھول مرجھایا ہوا  
برگِ گل پر داستاں تحریر ہے شبیر کی

کیا غمِ فرقت مجھے زاہد ! غمِ شبیر میں  
جب نگاہِ شوق میں تصویر ہے شبیر کی

صوفی عبدالوہاب زاہد چشتی



وہ اندھیروں کو پس دیوار کرتا جاتا ہے  
امن کا اور نور کا پرچار کرتا جاتا ہے

کون ہے جو جل رہا ہے، دیپ صورت دشت میں  
کون ہے جو راستے ہموار کرتا جاتا ہے

پیاسی دھرتی ایک دم ہی، رنگ میں آنے لگی  
وہ لہو سے دشت کو گلزار کرتا جاتا ہے

وہ حسین ابن علی، وہ مصطفیٰ کا لاڈلا  
روشنی کو تیرگی سے پار کرتا جاتا ہے

حالتِ جنگ و جدل میں یا کہ وہ نیزے پہ ہو  
ہر جگہ حق بات کا اظہار کرتا جاتا ہے





وہ سرفروشِ چمن ، سبطِ مصطفیٰ بھی ہے  
حسین ابنِ علی شعلہٴ وفا بھی ہے

کٹا کے سر بھی جو زندہ رہا شہیدِ بتول  
دوامِ حق کا وہ مظہر بھی ہے ، بقا بھی ہے

سنانِ جوز کے آگے نہ جھک سکا جو امام  
وہ آگہی کا حوالہ بھی ہے ، انا بھی ہے



جو سر بریدہ جسد خاک و خوں میں غلطاں ہے  
وہ سر بلندی کی رمزوں سے آشنا بھی ہے

کہ جس کے صدق شہادت سے سرخرو ہے شفق  
کہ جس سے عالمِ ظلمات میں ضیا بھی ہے

جو لو ہے شمع صداقت کی ہر اندھیرے میں  
سکوتِ ظلمتِ شب میں جواک صدا بھی ہے

چلا جو راہِ خدا میں یقینِ محکم سے  
جو با خدا ہے مسافر، جو با حیا بھی ہے

وہ حق کی رہ کا مجاہد، وہ راستی کی نوید  
وہی ہے منزلِ مقصود، راستہ بھی ہے

کڑی ہے دھوپ مگر آلِ مصطفیٰ کے لیے  
وہ اپنی ذات میں رحمت کی اک گھٹا بھی ہے

جہاں میں آج بھی زندہ ہیں باقیاتِ یزید  
کہ حق کی بات ابھی موجبِ سزا بھی ہے

ڈاکٹر طاہر سعید ہارون



وہ شمع آج ظلم کے جھونکے بجھا گئے  
پتے کی طرح دونوں جہاں تھر تھرا گئے

یہ واقعہ عجیب ہے اے کربلا کی شام  
دو آفتاب آج لہو میں نہا گئے

ایماں کو ایک بار بھی جنبش نہیں ہوئی  
سو بار کوفیوں کے قدم ڈگمگا گئے

جب حضرت امام کے خیمے میں آئے حُر  
محسوس یہ ہوا کہ مدینے میں آگئے

آنکھوں کا کیا ہے وہ تو برستی ہیں روز و شب  
دل خوں ہوا حسین اگر یاد آگئے

ابن علی نے جامِ شہادت تو پی لیا  
لیکن عذو کا نام و نشاں تک مٹا گئے

ہنتے ہوئے شہید ہوئے اہل کربلا  
لیکن جہاں میں درد کی دولت لٹا گئے

شہزاد احمد



وہ فدائے ابنِ حیدر جو بہتر<sup>72</sup> لوگ تھے  
کربلا میں آگئے جو سب سے بہتر لوگ تھے

اس طرف ظالم بڑے ہی دل کے پتھر لوگ تھے  
اس طرف اہلِ موذت مثلِ گوہر لوگ تھے

اس طرف فلاش تھے اسلام کی پہچان سے  
اس طرف قربِ الہی میں تو نگر لوگ تھے

اس طرف عتبہ و شیبہ کا رگوں میں خون تھا  
اس طرف عشقِ محمد سے منور لوگ تھے

جو سناں کی نوک پر سر تھے ہوئے وہ سر بلند  
جو تھے نیزوں کو اٹھائے سب سے بدتر لوگ تھے

جب ملا تھا اذنِ رخصت اور کیا تھا گل چراغ  
جو فدائے آلِ ٹھہرے خوش مقدر لوگ تھے

کہہ رہی ہے ساری دنیا سے تبسم! کربلا  
جو یہاں پر دفن ہیں وہ حق شناور لوگ تھے

عبدالخالق تبسم قادری



وہی سفر وہی صحرا دکھائی دیتا ہے  
حسین آج بھی تنہا دکھائی دیتا ہے

بس اک چراغ ہوا تھا سرِ سناں روشن  
یہ سب اسی کا اجالا دکھائی دیتا ہے

کوئی بھی ہو وہ کہیں کا بھی رہنے والا ہو  
تجھے پکارے تو اپنا دکھائی دیتا ہے

نظر کے ساتھ جو دل سے بھی دیکھ سکتا ہو  
اسی اسی کو یہ رستہ دکھائی دیتا ہے

کبھی جو پیاس کا شمشیر ذکر کرتا ہوں  
تو لفظ لفظ میں دریا دکھائی دیتا ہے



## ہالہ نورِ نبوت ہیں حسین

رفعتِ عرشِ سعادت ہیں حسین  
 فخرِ منشورِ عبادت ہیں حسین  
 کعبہٴ توقیر و عزت ہیں حسین  
 مصطفیٰ کی شکل و صورت ہیں حسین  
 قافلہ سالارِ غربت ہیں حسین  
 اور مصروفِ تلاوت ہیں حسین  
 دُرّ نایابِ شریعت ہیں حسین  
 شمعِ انوارِ ہدایت ہیں حسین  
 وہ تعلق وہ قرابت ہیں حسین  
 جس کی ٹھنڈک اور راحت ہیں حسین  
 کنزِ منشورِ شہادت ہیں حسین  
 ہاشمی حسنِ صباحت ہیں حسین

ہالہ نورِ نبوت ہیں حسین  
 خسروِ شہرِ سخاوت ہیں حسین  
 راکبِ دوشِ نبوت ہیں حسین  
 احترام! اے چہرہِ دستانِ زماں  
 سر ہے نیزے پر، رواں ہے قافلہ  
 شبِ اندھیری، شام کی راہیں طویل  
 کہہ رہا ہے قریبِ قریبِ راہ کا  
 روشنی، رشد و ہدیٰ کی روشنی  
 ہے نبوت سے جنہیں شرفِ بدن  
 مصطفیٰ کی چشمِ رحمت پر سلام  
 کربلا کے ذرے ذرے کی قسم  
 مصطفیٰ کا نور بھی، پورے بتول

آنسوؤں کے طشت میں لکھ ان کا نام  
 اے قمر! شاہِ شہادت ہیں حسین



ہجومِ غم میں بھی توفیق مسکرانے کی  
حسین ہی کی طرف تھی نظر زمانے کی

یہ منزلت ہے یہ توقیر اس گھرانے کی  
بنی ہے خاکِ شفا، خاکِ آستانے کی

خبر سنی جو شہِ کربلا کے آنے کی  
درود پڑھنے لگیں گردشیں زمانے کی

ہر ایک کو علی اکبر کے قتل کا غم ہے  
کہ جیسے ٹوٹ گئی شاخِ آشیانے کی

لئے ہوؤں کے ہیں سجادِ قافلہ سالار  
یہ عمر تھی کہیں بارِ الم اٹھانے کی؟

مرے حسین! جہاں کے حسین! سب کے حسین!  
”رضائے دوست“ ہے سرخی ترے فسانے کی



ہر ایک عہد ترا، ”تب سے نا تمام“ تلک  
یزید زندہ رہا کربلا کی شام تلک

چلی تھی تیج بہ ظاہر فرات کے لب پر  
لہو لہو تھی فضا مسجدِ حرام تلک

نہ وقت کھول سکا آنکھ، روشنی ایسی  
نگاہ کیسے پہنچتی مرے امام تلک

ضمیرِ عصر پہ ہم ہیں ترے قدم کے نشاں  
ہمارا نام بھی ہے بس تمہارے نام تلک

حضور! عمر ہو اتنی یہ آرزو ہی رہی  
میں پہلا شعر کہوں آخرِ سلام تلک





ہر جا ہے ذکرِ عامِ امامِ حسین کا  
چرچا ہے صبح و شامِ امامِ حسین کا

ہیں نانا جان آپ کے آقائے دو جہاں  
ہر شخص ہے غلامِ امامِ حسین کا

سب کچھ لٹا کے پھر بھی نہ اف تھا زبان پر  
اللہ رے! صبرِ تامِ امامِ حسین کا

عباس نامدار یہ کہتے تھے وقتِ جنگ  
میں بھی ہوں اک غلامِ امامِ حسین کا

اصغر سا شیر خوار پیر تھنہ لب ہے آج  
بے کل ہے گھر تمامِ امامِ حسین کا

سجاد کربلا سے مدینے میں لائے ہیں  
شن ! آخری سلامِ امامِ حسین کا

شیدائے آلِ پاکِ محمد ہوں میں حبیب !  
دل پر ہے کندہ نامِ امامِ حسین کا



ہر وقت امامِ کربل کو پابندِ شریعت پاتا ہوں  
حقا کہ امامِ برحق میں خوشبوئے نبوت پاتا ہوں

اے شیرِ خدا کے لختِ جگر! محبوبِ خدا کے نورِ نظر!  
تیری ہی بدولت اپنے لہو میں آج حرارت پاتا ہوں

اے حق و صداقت کے پرچم! اغیار تجھے کیا کرتے خم  
میں تجھ سے عقیدت رکھتا ہوں، تجھ ہی میں حقیقت پاتا ہوں

اعداء کی معیبت میں لاکھوں اور تیرے بہتر <sup>72</sup>میدان میں  
سہ روز کے تشنہ شیروں کو مشتاقِ شہادت پاتا ہوں

تنہائی کے فارغ لہوں میں جب کرب و بلا یاد آتی ہے  
دل خون کے آنسو روتا ہے اطراف میں ظلمت پاتا ہوں

وہ وقت بہت نزدیک ہے جب تاریخ کو میں دہرا دوں گا  
محرومِ مسرت دل میں غیاث! اب شوقِ زیارت پاتا ہوں



ہوائے ظلم سے جب بجھتے جا رہے تھے چراغ  
حسین اپنے لہو سے جلا رہے تھے چراغ

یقین کا نور تھا آلِ نبی کے چہروں پر  
وہ آدمی تھے کہ صحرا میں آ رہے تھے چراغ

دیا تھا اذن جو عباس کو شہادت کا  
حسین بامِ وفا پر سجا رہے تھے چراغ

سکھن تھا قریہِ ظلمت میں ٹھہرنا خر کا  
خیامِ آلِ عبا کے بلا رہے تھے چراغ

وہ ایک رات کی مہلت جو تھی شبِ عاشور  
ہوائے کفر تجھے آزما رہے تھے چراغ

اگر بچھو بھی تو بن جاؤ صبح کا خورشید  
ہمیں یہ رمزِ شہادت سکھا رہے تھے چراغ

فراست! آلِ محمد کا تھا لہو سرِ دشت  
میانِ کرب و بلا جھللا رہے تھے چراغ

فراست رضوی



## ہوتا ہے عرش و فرش پہ چرچا حسین کا

ہوتا ہے عرش و فرش پہ چرچا حسین کا  
 کوثر بھی ہے حسین کا، طوبیٰ حسین کا  
 وہ سر ہی کیا ہو جس میں نہ سودا حسین کا  
 وہ منزلِ رضائے خدا تک پہنچ گئے  
 انسان کے شعور سے برتر ہے یہ مقام  
 اس کے فرشتے بندۂ بے دام ہو گئے  
 کونین میں سپرے نمازوں کی آج تک  
 روزہ نماز ہو کہ وہ حج و زکوٰۃ ہو  
 شبیر کی خوشی میں خوشی ہے رسول کی  
 کیسے حسین کا نہ خریدار ہو خدا

بجتا ہے شش جہات میں ڈنکا حسین کا  
 کوئی ذرا بتائے، نہیں کیا حسین کا  
 وہ قلب کیا، اگر نہ ہو شیدا حسین کا  
 رہبر تھا جن کا نقشِ کفِ پا حسین کا  
 قرآن سے پوچھئے ذرا رتبہ حسین کا  
 مانندِ خر جو بن گیا بندہ حسین کا  
 اللہ رے! وہ آخری سجدہ حسین کا  
 ہر آنے میں ملتا ہے چہرہ حسین کا  
 منشاءِ ایزدی ہے ارادہ حسین کا  
 سچے حسین، سچا ہے سودا حسین کا

راحت نصیب ہو مرے قلب و نگاہ کو

اے کاش جا کے چوم لوں، روضہ حسین کا



ہو رہی ہے پھر لہو میں ابتدائے کربلا  
سر سے پا تک کچھ نہیں ہے ماسوائے کربلا

سامنے آتا ہے پانی، تو میں ہٹ جاتا ہوں دور  
پیاس کو محفوظ رکھتا ہوں برائے کربلا

زندگی ہی زندگی تھا، نوکِ نیزہ پر وہ سر  
روشنی ہی روشنی تھی وہ ہوائے کربلا

تب سے یہ ہونا نہ ہونا، اک برابر ہے ہمیں  
کربلا میں کیا ہوا تھا اے خدائے کربلا

تین دن کی پیاس جانے ختم پر کب آئے گی  
جانے کب ہوگی زمیں پر انتہائے کربلا

وہ چراغِ شامِ عاشورہ ابد کے طاق میں  
وہ امانت دار خیمے، وہ سرائے کربلا

کہنے سننے کو یہ دو مضمون ہی باقی رہ گئے  
اک سکوتِ کربلا ہے، اک صدائے کربلا

شاہین عباس



ہوئے ہیں نکل سبھی ظلم و ستم جفا کے چراغ  
مگر ہیں تاباں و رخشندہ مصطفیٰ کے چراغ

ہوائے تند سے لو ان کی اور تیز ہوئی  
کمالِ اوج پہ روشن ہیں سب وفا کے چراغ

یہ کربلا سے ملا درس ہے زمانے کو  
جو حق پرست ہو بس وہ چلے اٹھا کے چراغ

مٹے گی ظلمتِ رنج و الم، یقین رکھ لے  
علی کے نام کے تو دیکھ لے جلا کے چراغ

وفا شناسوں کے ہرگز نہ ڈگمگائے قدم  
امامِ پاک نے دیکھا تھا جب بجھا کے چراغ

کرے گار شک زمانہ جو پل سے گزریں گے  
محبتِ شہِ کربل کے ہم دکھا کے چراغ

ہے میرا ناز کہ مذاحِ آلِ احمد ہوں  
بچا ہی لیں گے تبسم! مجھے ثنا کے چراغ

عبدالخالق تبسم قادری



ہے ظلم کی شکست ، صداقت حسین کی  
انسانیت کی فتح ، عزیمت حسین کی

اس بات پر گواہ ، خدا اور رسول ہیں  
ایمان کی ہے دلیل محبت حسین کی

قرآن کے ورق کی طرح بے مثال ہیں  
صورت حسین کی ہو کہ سیرت حسین کی

اس شانِ فقر پر تو نچھاور ہیں تخت و تاج  
ہے آج تک دلوں پہ حکومت حسین کی

شاعر بھی کیا کہے ، کوئی ذاکر بھی کیا بتائے  
دوشِ نبی سے پوچھئے عظمت حسین کی

ایمان اور یقین کی دولت کے باوجود  
ہر دور میں رہی ہے ضرورت حسین کی



ہے عبث ہر ذکر حمدِ کبریا کے سامنے  
نعتِ محبوب و ثنائے مرتضیٰ کے سامنے

ہل گئیں باطل کی چولیس بھی درِ خیبر کے ساتھ  
کھل گیا سب کا بھرم، خیبر کشا کے سامنے

کس کا جل سکتا ہے اہل بیت کے آگے چراغ  
ظلمتیں ٹھہریں گی کیا، نورِ خدا کے سامنے

کند تھے دشمن کے حربے، رو بروئے ذوالفقار  
کیا ٹھہرتے سانپ، موسیٰ کے عصا کے سامنے

پنچتن کا واسطہ دے کر کیا جس دم طلب  
ہر مرادِ دل ملی، دستِ دعا کے سامنے

عینِ راحت ہو، لبِ کوثر پڑھوں اپنا سلام  
مجلسِ شہ میں علی و مصطفیٰ کے سامنے





ہے قولِ پاکِ رسولِ اکرم، حسین مجھ سے جدا نہیں ہے  
جو ابنِ حیدر سے بغض رکھے، ہمارا وہ باخدا نہیں ہے

حسین باغِ نبی کا گل ہے، اسی کے دم سے ہیں سب بہاریں  
اسی سے گلشن میں دینِ حق کے، خزاں کا اب شائبہ نہیں ہے

تمام اصحاب ہیں مکرم، سبھی کے رشتے نبی سے محکم  
مقامِ صبر و رضا میں لیکن، حسین سا دوسرا نہیں ہے

رہ خدا میں لٹا دیا گھر، وہ محوِ سجدہ تھے زیرِ خنجر  
امامِ عالی مقام جیسا کسی نے سجدہ کیا نہیں ہے

سلگتے صحرا میں اس کے تن پر بجائے پانی کے تیر بر سے  
شہیدِ کرب و بلا کے لب پر رشیداً پھر بھی گلہ نہیں ہے



ہیں کربلا کی زمیں پر محبتوں کے چراغ  
وہ باغِ خلد کے پھولوں کی خوشبوؤں کے چراغ

حیات ہیں ، وہ بجھائے سے کب بجھے ہیں کبھی  
وہ مصطفیٰ کے نواسے وہ رحمتوں کے چراغ

کرم یہ کم تو نہیں مجھ پہ میرے آقا کا  
کہاں میں اور کہاں ان کی مدحتوں کے چراغ

وہ تیر کھا کے جو بے شیر مسکرایا ہے  
جلیں نہ کیسے ہر اک دل میں آنسوؤں کے چراغ

گلے پہ شمر کا خنجر ، حسین سجدے میں  
کچھ اس ادا سے بھی روشن ہیں طاعتوں کے چراغ

یہ کان کھول کے سن لے ہر اک یزید مزاج  
نہ بچھ سکیں گے کبھی بھی صداقتوں کے چراغ

حسینی بزم ہے ، اے ذوالفقار ! کیا کہنا  
نظر نظر میں ہیں تاباں عقیدتوں کے چراغ



یاد پیاسوں کی جو آئی تو نہ ٹھہرا پانی  
اشک بن بن کے مری آنکھ سے ٹپکا پانی

داستانِ غمِ شبیر سنائی جب بھی  
میں نے پتھر سے بھی رستے ہوئے دیکھا پانی

والی کوثر و تسنیم نے چاہا ہی نہیں  
پھوٹ سکتا تھا اسی دشت سے ورنہ پانی

عرش کی سمت نظر کی ، مگر اتنا ہی کہا  
میں نے اپنے لیے مالک نہیں مانگا پانی

تیری دہلیز پہ دیتے ہیں سلامی بادل  
تیری پوشاک پہ جبریل نے چھڑکا پانی

میری نس نس میں محبت کے ہیں پھوٹے چشمے  
آنکھ میں ، تیری عقیدت کا سایا پانی

جب سے پیاسے نے کیا کوچ جہاں سے عابد!  
تب سے شبیر پہ روتا ہے یہ پیاسا پانی

رائے عابد



یارب! سرِ حسین کہاں ، طشتِ زر کہاں  
بازارِ شام اور محمد کا گھر کہاں

پر خار راستوں میں اسیروں کے قافلے  
غربت میں آہ! شام کہاں ہے سحر کہاں

زینتِ نبی کے دوش کی اور فاطمہ کا لعل  
شاخِ سناں نے پایا ہے ایسا ثمر کہاں

آیا تھا وہ مدینہ کی بستی کو چھوڑ کر  
صحرائے نینوا میں مسافر کا گھر کہاں

شہزادیوں کے بارہ گلے ، ایک تھا رسن  
عابد یہ بھول پائے گا زخمِ جگر کہاں

اصغر! جوان بھائی کا دیدارِ آخری  
عباس دے صدا ، کہ رہی اب نظر کہاں

اصغر علی ندیم



## یا شہیدِ کربلا ! فریاد ہے

جانِ بی بی فاطمہ ! فریاد ہے  
ہائے ابنِ مرتضیٰ ! فریاد ہے  
آہ ! میرے ناخدا ! فریاد ہے  
ہم شبیہِ مصطفیٰ ، فریاد ہے  
اے مرے حاجت روا ! فریاد ہے  
شہسوارِ کربلا ! فریاد ہے  
بہر زہرا دے شفا ، فریاد ہے  
زورِ عصیاں بڑھ چلا ، فریاد ہے  
پیکرِ جود و سخا ! فریاد ہے  
دردِ عصیاں کی دوا ، فریاد ہے

یا شہیدِ کربلا ! فریاد ہے  
آہ ! سبطِ مصطفیٰ ! فریاد ہے  
بیڑا امواجِ تلاطم میں پھنسا  
اس علی اکبر کا صدقہ جو کہ ہیں  
ہے یہی حاجت کہ طیبہ میں مروں  
دشمنوں کی دشمنی سے تنگ ہوں  
دے دیا سارے طیبیوں نے جواب  
نفس و شیطان کی پکڑ میں آگیا  
دے علی اصغر کا صدقہ سرورا !  
عابدِ بیمار کے صدقے میں دے

حال ہے بے حال ، شاہِ کربلا !  
آپ کے عطار کا ، فریاد ہے



یزید تو نے تو کچھ دیر زندگانی کی  
مرے حسین نے صدیوں پہ حکمرانی کی

ہر ایک شام کو بخشش ترے لہو نے شفق  
ہر ایک صبح ترے ذکر نے سہانی کی

وگرنہ آنکھوں کا ہونا تو رائیگاں گیا تھا  
حسین ہم پہ ترے غم نے مہربانی کی

لبِ فرات کئی لوگ مر گئے تشنہ  
مگر بجھی نہیں ہے پیاس پھر بھی پانی کی

رضا! وہ پیاس ابھی مثبت ہے فضا میں کہیں  
کہ آرہی ہے صدا اب بھی ”پانی پانی“ کی



یزید شہر میں سہے دلوں کی آس ، حسین  
 فراتِ عدل پہ تشنہ لبوں کی پیاس ، حسین

یہ چپ چٹان عزائم کو موم کر دے گی  
 کوئی تو بات ہو اے کربلا شناس ، حسین

تمام عہد کے ہر حرمہ پہ بھاری ہے  
 تری کتاب کا چھوٹا سا اقتباس ، حسین

یزیدیت کے اندھیروں میں وہ چراغِ جلا  
 زمانہ ڈھونڈتا ہے اپنے آس پاس ، حسین

طلوعِ شامِ غریبان کی دستکیں ہیں ٹھیکل!  
 شفق پہ پھیل گیا ہے لہو لباس ، حسین



چہ نسبت خاکِ سرا بہ عالمِ پاک

یزید نقشہٴ جور و جفا بناتا ہے  
حسین اس میں خطِ کربلا بناتا ہے

یزید موسمِ عصیاں کا لاعلاج مرض  
حسین خاک سے خاکِ شفا بناتا ہے

یزید کا رخ کثافت کی ڈولتی بنیاد  
حسین ، حسن کی حیرت سرا بناتا ہے

یزید تیز ہواؤں سے جوڑ توڑ میں گم  
حسین سر پہ بہن کے روا بناتا ہے

یزید لکھتا ہے تاریکیوں کو خط دن بھر  
حسین شام سے پہلے دیا بناتا ہے

یزید آج بھی بنتے ہیں لوگ کوشش سے  
حسین خود نہیں بنا ، خدا بناتا ہے





یوں نبھائی حق سے اپنی دوستی شبیر نے  
وار دی کرب و بلا میں زندگی شبیر نے

جگمگاتا ہی رہے گا جس کی کرنوں سے جہاں  
اپنے سجدوں سے وہ دے دی روشنی شبیر نے

تھا کھٹکتا غلبہء اسلام جن کی آنکھ میں  
اُن کے اندر کی شقاوت دیکھ لی شبیر نے

اپنے نانا کی محبت اور عظمت کے لئے  
کوئے بٹھا جیسی جنت چھوڑ دی شبیر نے

ایسی کلیاں جن کی قسمت میں کبھی کھلنا نہ تھا  
بخش دی ان کو لہو سے تازگی شبیر نے

کربلا کی خاک کو قدسی بھی آئے چومنے  
اس طرح کی ، اس زمیں پر ، بندگی شبیر نے

سر کٹے جو کربلا میں ، ان سے ناصر! ہے عیاں  
موت کو جانا ہے شانِ زندگی شبیر نے

سیدنا حسین ناصر چشتی



یہ اختیار کتنا وسیع و بلند ہے  
سارا جہاں حسین کی مٹھی میں بند ہے

بدلا ہے کربلا میں تقاضائے انقلاب  
نیزے پہ اب جو سر ہے وہی سر بلند ہے

کیا ان کی ہمتوں پہ کوئی تبصرہ کرے  
بچہ بھی جن کے گھر کا شہادت پسند ہے

ہر قوم چاہتی ہے کہ ہو جائے خود اسیر  
اتنی حسینیت کی مؤثر کند ہے

ایوانِ انبساط میں جنت نہ کر تلاش  
یہ تو غم حسین کے آنسو میں بند ہے

دیکھے جہاں ، حسین کی آغوش کا کمال  
ہے تیر پست ، گردنِ اصغر بلند ہے

یہ دل پہ منحصر ہے ، مبارک تمہیں ہنسی  
مجھ کو غم حسین میں رونا پسند ہے

سید وحید الحسن ہاشمی



یہ بحث کیا کہ کہاں پر نہیں، کہاں پہ حسین  
زباں زباں ہے، تو آئے گا ہر زباں پہ حسین

مری جبین عقیدت وہاں جھکے گی ضرور  
مگر یہ شرط کہ لکھا ہو آستاں پہ حسین

جہاں جہاں پہ فنا ہے، وہاں وہاں پہ یزید  
جہاں جہاں پہ بقا ہے، وہاں وہاں پہ حسین

یزیدیت کے مٹانے کو یوں بھی نکلے ہیں  
سناں کے سامنے اہل حرم، سناں پہ حسین

ہوئے شوق تھپڑوں سے خود ہی سمجھے گی  
بہا دو کشتی دل، لکھ کے بادباں پہ ”حسین“

رگ حیات نہ کٹتی تو جانے کیا ہوتا  
گلا کٹا کے تو چھائے ہیں دو جہان پہ حسین

یزید کٹ گیا تیغ زبانِ امیر سے  
تھکت قوتِ باطل کو دی، کہاں پہ حسین

یزید و حیدر الحسن ہاشمی



یہ جو محفل میں اشک باری ہے  
یہاں خرچے میں نفع جاری ہے

یہ مگر ذکرِ کربلا سے کھلا  
ایک غم میں بھی غمگساری ہے

حلقہ شورِ "دَمِ لَعَطَشُ" میں کہاں  
وہ جو دریا کو بے قراری ہے

کون پانی کو روکنے والا؟  
پاس کا جبرِ اختیاری ہے

ہمہ شب انتظارِ صبح وصال  
شب نہیں زندگی گزارا ہے

فیصلے کا ہے ایک بلِ ورنہ  
سوچنے کو تو عمر ساری ہے

دو قدم رہ گیا ہے خیمہ شاہ  
خرچہ یہ وقت کتنا بھاری ہے



یہ خانوادہ اور ہے ، شجرہ کچھ اور ہے  
میرا درِ حسین سے ناتا کچھ اور ہے

اے رہروانِ جاہِ گلزارِ زندگی  
کربل کی رہ سے ہو کے گذرنا کچھ اور ہے

گورویں آبِ نیل پہ چلنا بڑی ہے بات  
قعرِ فراتِ غم سے ابھرنا کچھ اور ہے

یہ وہ نہیں جو ترشئِ ایام سے ہو ختم  
جو ہم کو لگ چکا ہے وہ نشہ کچھ اور ہے

دنیا میں بے مثال تو عقبیٰ میں بے مثال  
اے روحِ کائنات ! یہ مولا کچھ اور ہے



یہ کس کے ظلم و ستم کی اساس بولتی ہے  
بلاؤ کرب میں شدت کی پیاس بولتی ہے

جہاں بھی سامنا ہوتا ہے حق و باطل کا  
پہن کے زیت ، حسینی لباس بولتی ہے

کبھی جو گھر سے میں دریا کی سمت جاتا ہوں  
کسی کی پیاس ، مرے آس پاس بولتی ہے

بس ایک صبر کہ پھیلا ہوا ہے چہروں پر  
نہ زخم چیخ رہے ہیں نہ پیاس بولتی ہے

حسن ، حسین ، علی ، فاطمہ کی صورت میں  
نبی کے دین کی پوری اساس بولتی ہے

مدینہ شہر کے رستے میں کس کے آنسو ہیں  
یہ کس کے لوٹ کے آنے کی آس بولتی ہے

در حسین سے نسبت کا فیض ہے عامر!  
کہ دنیا آج ہمیں غم شناس بولتی ہے



یہ کون لوگ ہیں حق کا علم اٹھائے ہوئے  
جو راہِ غم میں ہیں چپ چاپ سر جھکائے ہوئے

زمین شوق سے سو بار چومتی ہے جنہیں  
سفید پوش ہیں جو خون میں نہائے ہوئے

وہ راز کیا ہے کہ جس کے امین ہیں یہ لوگ  
کہ زخم کھا کے بھی زخموں کو ہیں چھپائے ہوئے

جو ان کے ساتھ ہے ہر پل وہ روشنی کیا ہے؟  
کہ موجِ خوں میں بھی چہرے ہیں جگمگائے ہوئے

ملا ہے ان کو یقیناً کوئی مقامِ بلند  
کہ گھر لٹا کے بھی چلتے ہیں سر اٹھائے ہوئے

گنو تو کم ہیں ، جو سمجھو تو ان گنت ہیں یہ  
کہ دو جہان کی ہیں وسعتوں پہ چھائے ہوئے

یہی تو لوگ ہیں مقبولِ بارگاہِ رسول  
یہی ہیں ربِ دو عالم کے آزمائے ہوئے

شبمِ تکلیل



یہ کیوں کہوں ، نہ ملا تشنہ کام کو پانی  
نہ تھا قبول ہی پینا ، امام کو پانی

اشارہ کرتے جگر گوشہ رسول اگر  
مجال تھی کہ نہ آتا ، سلام کو پانی؟

ترستے کیا شہِ عالی مقام پانی کو  
ترس گیا شہِ عالی مقام کو پانی

جہاں ترستے ہوں سب تین دن کے فاقے سے  
وہاں نہ صبح کو پانی ، نہ شام کو پانی

نہیں فرات کی لہروں کا بس ، کہ خمیے تک  
بڑھیں اور اٹھ کے پلا دیں امام کو پانی

بساطِ ارض و سما کیوں الٹ نہیں جاتی  
حسین تشنہ دہن ، فوجِ شام کو پانی

کمالِ بے ادبی تھی جو بڑھ کے چھو لیتا  
قسیمِ بادۂ کوثر کے جام کو پانی





یہ ہجوم دشمنوں، سبٹ پیسیر کے لئے  
کتی تلواریں نکل آئی ہیں اک سر کے لئے

سر بلندی ہے سر سبٹ پیسیر کے لئے  
دو جہاں کی وسعتیں ہیں، لاش بے سر کے لئے

سب کہاں سمجھے کہ کیا تھے واقعات کربلا  
آنکھ بھی تو لازمی ہوتی ہے منظر کے لئے

تا ابد زندہ رہے گا ماتا کا شاہکار  
کوئی بھی آغوش ہو، تڑپے گی اصغر کے لئے

جانب عباس، موجیں بڑھ رہی تھیں اس طرح  
جیسے مصروف سفر دریا، سمندر کے لئے

ظلم سے کہہ دو کہ بس میں ہو تو وہ بعد فرات  
بھیج دے اب کوئی لشکر حوض کوثر کے لئے

زیر خنجر دو جہاں کی گردنوں کی آبرو  
کتنا مشکل مرحلہ ہے آج خنجر کے لئے

معراج فیض آبادی



## ضمیمہ

کتاب پر ننگ کے مراحل میں داخل ہو رہی تھی کہ محبت محترم  
 جناب پروفیسر فیض رسول فیضان صاحب  
 نے اپنا کلام عطا فرمایا۔ اس وقت تک کتاب ترتیب دی جا چکی تھی  
 ”ناچار اس راہ پڑا جانا“



### ”جگر گوشہ بتول“

انوار کا نزول ”جگر گوشہ بتول“  
انعام کا حصول ”جگر گوشہ بتول“

مدیح حسین ابن علی کا ہے انتخاب  
کیفِ دلِ ملول ”جگر گوشہ بتول“

باغِ جناں کی بادِ خنکِ حُبِ پنچتن  
شاخِ ادب کا پھول ”جگر گوشہ بتول“

نذرانہ عقیدتِ آلِ رسول ہے  
گلدستہ قبول ”جگر گوشہ بتول“

دونوں وجود لازم و ملزوم ہیں بہم  
جان و دلِ رسول ”جگر گوشہ بتول“

مجھ خستہ کا بھی اپنے فقیرانِ راہ میں  
کر لیں کبھی شمول ”جگر گوشہ بتول“

فیضانِ سعیِ عارف جاوید خوب ہے  
خوشنودی بتول ”جگر گوشہ بتول“

پروفیسر فیض رسول فیضان



اشقیاء کے زرعے میں یوں حسین تھا نہیا  
خار زار میں جیسے گل کھلا ہوا تنہا

گردشِ فلک بتلا وہ تجھے لگا کیسا  
ناوکوں کی بارش میں پکیرِ وفا تنہا

یا نبی کے کاندھے پر بولتا چہکتا تھا  
یا زمینِ کربل پر تھا وہ بے نوا تنہا

جو قیام فرما تھا پیشِ حق، شبِ عاشور  
اگلی دوپہر کو تھا سجدے میں پڑا تنہا

سورج اس کے پاؤں کو جھک کے بوسہ دیتا تھا  
خاک و خون میں لتھڑا تھا جب وہ ملقا تنہا

استعارہٴ روشن ٹھہرا حق شناسی کا  
تج کے شان و شوکت کو خر جو ہو گیا تنہا



حسین ابن علی ماہِ مطلع ارشاد  
حق آشنا و شہادت بآب و رحمت زاد

حسین مشہدِ تسلیم کا جلال و جمال  
چمن طراز و صبا مژدہ و بہار ایجاد

حسین حریت آموز و زندگی افروز  
امامِ عصر ، سفیرِ بقا ، امیرِ معاد

وہ جس کے غم سے عبارت بہارِ فکر و نظر  
وہ برگِ صبر ، وہ بارِ رضا ، وہ نخلِ مراد

وہ جس نے فکر کو بخشی عمل کی جولانی  
وہ جس سے عزم کی دنیا ہے آج تک آباد

وہ جس کی یاد ہے روحِ جہاد و جانِ ثبات  
وہ جس کے ذکر سے وابستہ ذہن و دل کی کشاد

اساں ہدیہٴ تائب ہے گفتہٴ غالب  
”حسین ابن علی آبروئے دانش و داد“



حکایتِ غم ہستی تمام کہتا ہوں  
میں دل کی بات بفیضِ امام کہتا ہوں

عزیمت ان کی ہے آئینہ ضمیر نما  
انہیں سلام بصد احترام کہتا ہوں

ہے لازوال کچھ ایسا حسین کا کردار  
اسے بہارِ بقائے دوام کہتا ہوں

عبادتِ شبِ آخر وہ پورے حیدر کی  
جسے وقارِ قعود و قیام کہتا ہوں

انہی کے در کو سمجھتا ہوں بابِ استقلال  
انہیں کے گھر کو میں دارالسلام کہتا ہوں

یہ انتساب ہے سرمایہٴ ثبات مرا  
کہ خود کو آلِ نبی کا غلام کہتا ہوں

یہ حوصلہ بھی ہے تائب ، عنایتِ شبیر  
جو حرفِ حق میں سرِ بزمِ عام کہتا ہوں



لرزے نہ عزم کا علم خونِ حسین کی قسم  
رختِ وفا رہے بہم خونِ حسین کی قسم

راہروانِ ملکِ حق! اس کے صراطِ پاک پر  
جرم ہے لغزشِ قدم خونِ حسین کی قسم

زمزمہٴ جہاد سے سینوں میں بجلیاں بھرو  
توڑو مفاد کے صنم خونِ حسین کی قسم

ابھرے گا مہرِ حریتِ داعیؑ کا شیر میں  
کٹ کے رہے گی شامِ غم، خونِ حسین کی قسم

اہلِ حرم کے اشکِ غم لائیں گے رنگِ ایک روز  
خونِ حسین کی قسم، خونِ حسین کی قسم



اہلِ کوفہ نے جو دھوکے سے بلائے ہوئے ہیں  
بھوکے پیاسے ہیں مگر فوج پہ چھائے ہوئے ہیں

بند جن پر ہے کیا ظالموں نے آبِ فرات  
سر، حضور اُن کے، سمندر بھی جھکائے ہوئے ہیں

جن پہ تیروں کی ہے برسات مسلسل جاری  
دل میں وہ شیوہ تسلیم بسائے ہوئے ہیں

جن کے لاشوں پہ یہ گھوڑوں کی مچی ہے بھگدڑ  
پرفرشتوں نے تلے ان کے بچھائے ہوئے ہیں

سرِ شبیر ہے قرآنِ سرا نیزے پر  
یہی اوصافِ خدائی کو بُھائے ہوئے ہیں

گونج دربارِ یزیدی میں سُنو زینب کی!  
ہوشِ دشمن کے، اُجڑ کر بھی، اُڑائے ہوئے ہیں

سرخرو کر گئے اسلام کو حیدر جائے  
پاک زہرانے سبق ایسے پڑھائے ہوئے ہیں

پنجن کی یہ مودت کا صلہ ہے فیضان!  
مجھ سے کونین کے غم آنکھ چرائے ہوئے ہیں





دنیا کو سر خوشی کا حوالہ پسند ہے  
ہم کو غمِ حسین میں رونا پسند ہے

جس میں ہو ذکرِ خیر محمد کی آل کا  
وہ گفتگو ، وہ بات ، وہ لہجہ پسند ہے

جس میں سُکھلی ملی ہو موڈت کی چاشنی  
وہ فکر ، وہ سخن ، وہ عقیدہ پسند ہے

وہ دین کی بقا کے لئے جاں لڑا گئے  
کیوں ہم کو اپنی کھال بچانا پسند ہے

پڑھتے ہوئے نماز ، شہادت ہوئی نصیب  
سجدہ سرِ حسین کو کتنا پسند ہے

دل قائلِ حسین ، عمل مائلِ یزید  
اللہ کو یہ سوچ بڑی ناپسند ہے

ہو جاؤں کاشِ گر کے قدم بوسِ دفعتاً  
پوچھیں وہ جبکہ : بول تجھے کیا پسند ہے ؟

فیضان ! ایک فیصلہ کر ، دو رُخی کو چھوڑ  
بیعت قبول ہے کہ اُجڑنا پسند ہے

پروفیسر فیض رسول فیضان



دیکھ کر نیزے پہ تیری حق بیانی یا حسین  
ہے یزیدیت ابھی تک پانی پانی یا حسین

جب کہیں سیلاب آیا ہے تو یہ سمجھا ہوں میں  
ڈھونڈتا پھرتا ہے اب بھی تجھ کو پانی یا حسین

پتھروں کا بھی کلیجہ سن کے ہو جاتا ہے موم  
تیرے اکبر، تیرے اصغر کی کہانی یا حسین

رشتکِ پیری کیوں نہ ہو تیرا شبابِ دلربا  
دین پر قرباں ہوئی تیری جوانی یا حسین

ایک موتی سا جو پلکوں پر مری لرزیدہ ہے  
یہ بھی ہے تیری موڈت کی نشانی یا حسین

یہ بھی تیرے ہی لبِ قرآن سرا کا فیض ہے  
ورنہ کیا میں، کیا مری یہ مدح خوانی یا حسین

تیری خدمت میں کرے فیضان کیا نذرانہ پیش  
تو سراپا ہے بقا، میں عبدِ فانی، یا حسین



سرِ کربل عجب منظر دکھایا ابنِ حیدر نے  
جو کچھ بھی پاس تھا، دیں پر لٹایا ابنِ حیدر نے

فرشتوں اور حوروں کا کلیجہ پھٹ گیا غم سے  
علی اکبر کا جب لاشہ اٹھایا ابنِ حیدر نے

زمین و آسماں کا ذرہ ذرہ ہو گیا پُرم  
علی اصغر کو جب سینے لگایا ابنِ حیدر نے

مٹی یکنخت دشتِ نینوا کی تشنگی ساری  
لہو جب اپنے بچوں کا پلایا ابنِ حیدر نے

یزیدی فوج کا سب کڑ و فر نابود کر ڈالا  
کچھ ایسی شان سے پرچم اٹھایا ابنِ حیدر نے

ادا حق ہو گیا گویا تلاوت اور قرأت کا  
جو قرآن نوکِ نیزہ پر سنایا ابنِ حیدر نے

لڑنے فیضانِ آنکھیں ڈال کر ظالم کی آنکھوں میں  
ہر اک مظلوم کا رتبہ بڑھایا ابنِ حیدر نے



منزلِ قلبِ حزیں ، آب و ہوائے کربلا  
مرہمِ زخمِ جگر ، خاکِ شفاے کربلا

ہو گیا یکبار خیمہ زنِ حسینی کارواں  
آلِ اطہر کو پسند آئی فضاے کربلا

اس کی تپتی ریت پر توڑا علی اکبر نے دم  
تا ابد کیونکر نہ اب آنسو بہائے کربلا

اے حسین ابنِ علی! تیری شہادت کے طفیل  
کیا زمیں، کیا آسماں، سب ہیں فدائے کربلا

روح تنہا کب سکتی ہے نجف کے واسطے  
چشمِ نم بھی خون روتی ہے برائے کربلا

امتِ مرحوم کے حالِ زبوں پر رحم کر  
اے خدائے پنچتن! اے کبریائے کربلا

کس طرح فیضانِ اس پر سے بٹے دنیا کی آنکھ  
فاطمہ کا لال ہے زینتِ فزائے کربلا



مومن وہی ہے دل سے جو اُس کا غلام ہے  
میرا حسین سب شہدا کا امام ہے

نیزے پہ سر، زباں پہ خدا کا کلام ہے  
منزل یہ کون سی ہے، یہ کیسا مقام ہے

اُف توبہ! ابنِ ساقی کوڑ پہ یہ ستم  
لبریز اپنے خون سے ہی اُس کا جام ہے

حیران ہے زمیں تو پریشان آسماں  
بے مثل سجدہ ہے تو انوکھا قیام ہے

چشمِ فلک کو تابِ نظارہ نہیں رہی  
اُجڑا ہوا ہے قافلہ، بازارِ شام ہے

دشنام بن کے ہانپ رہی ہے یزیدیت  
مولا حسین کا ابدی انتقام ہے

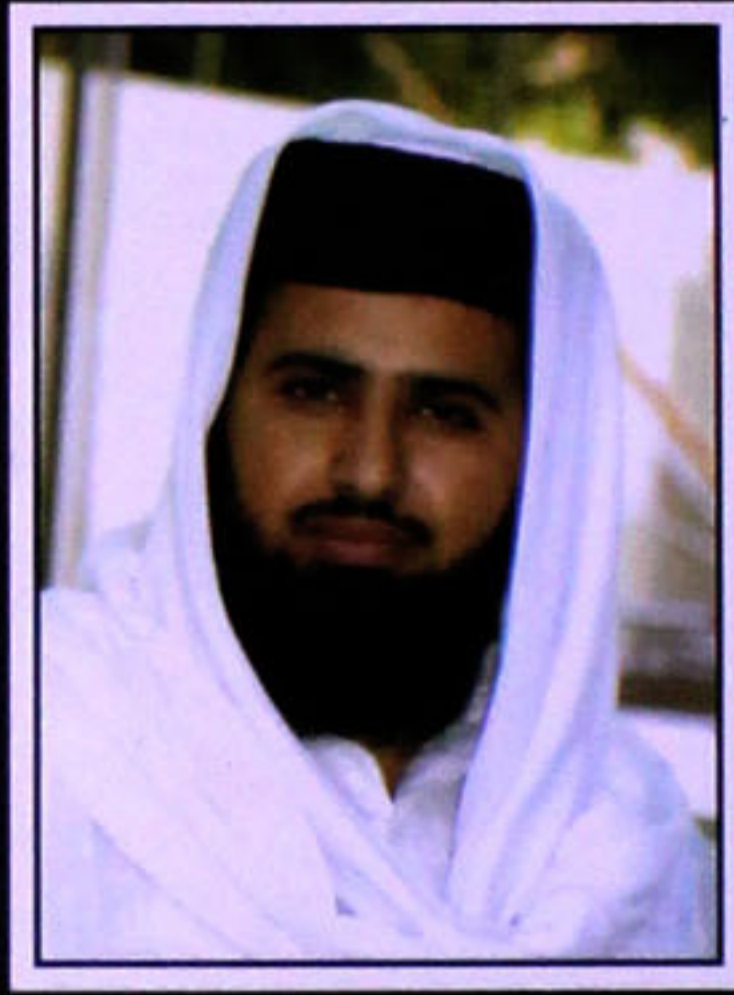
پاسِ وفا جو کر سکے، وہ ایک بھی نہیں  
دعویٰ گروں کا چاروں طرف اڑدھام ہے

جنت کے نوجوانوں کا سردار کون ہے؟  
فیضان! وہ نواسہ خیرالانام ہے

پروفیسر فیض رسول فیضان



## یادداشت



فاضل ایف (مامہ) محمد عارف جاوید نقشبندی کی تالیف لطیف مسمیٰ بہ ”جگر گوشہ بتول“  
نظر نواز ہوئی، زہے خوب!

سہ اس کار از تو آید و مرداں چنین کنند

مولف نے گزرے واقعات کو وفور عقیدت کے ساتھ صفحہ قرطاس پر بکھیر کر، ان پر اپنے جذبات صادقہ کی مہر ثبت کر کے پہلے سے معلوم شدہ باتوں کے گلدستہ کو ایسے دلنشین، دلکش اور فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے جس کی عطر بیزیاں، اہل محبت کے مشام جاں کو تادیر معطر کرتی رہیں گی۔

زیر نظر مجموعہ ”جگر گوشہ بتول“ میں غم کے گہرے پردوں کے باوجود کائنات کے جمال کی ایک خوبصورت تصویر مل جاتی ہے۔ اس کتاب میں ذوق سلیم رکھنے والی طبیعتوں اور منصف مزاج قارئین کے لئے ایسے ذائقے موجود ہیں جن سے تادیر روحانی آسودگی کے فائدوں کا ذائقہ محسوس ہوتا رہے گا۔  
فرزند رسول عربی، جوانان جنت کے سردار امام حسینؑ کی بارگاہ میں اتنے سارے شعراء کے نذرانہ ہائے عقیدت کو کتابی صورت میں پیش کر کے مولف محترم نے حب امام حسینؑ کا جو اچھوتا کارنامہ سرانجام دیا ہے کم از کم میری نظر سے آج تک ایسا نذرانہ خلوص نہیں گزرا۔

زیر نظر کتاب ”جگر گوشہ بتول“ بڑا رنگین، دلآویز اور لطیف مجموعہ کلام ہے، قارئین جب جب ان اشعار کی تسبیح رانی کرتے رہیں گے، شجاعت ابن حیدر کو داد دے کر سردھنتے رہیں گے۔

علامہ محمد رب نواز خاں اجمیری

الحمد مارکیٹ، 40- اردو بازار، لاہور۔  
فون: 37352332، 37232336، 37223584  
www.ilmoirfanpublishers.com  
E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com

علم و فن پبلشرز